

اکابرین دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فقہ غیر مقلدین  
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل انصاف

# مجموعہ مقالات

امیر الہند حضرت مولانا سید سعید الدینی صاحب مدظلہ العالی

جلد چہارم

کی زیر صدارت  
”تحفظ سنت کا نفرین“  
میں پڑھ گئے  
مقالات کا مجموعہ



ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان، پاکستان

© 061-540513

- ★ الکلام القرید فی التزام التعلیہ
- ★ الاقتصاد فی التعلیہ والاجتہاد
- ★ تلویمات کتاب وسنت وتصریحات اکابر امت  
بر عقل واجتہاد امام اعظم
- ★ اعداء الجنتہ للتوقی عن الشہدۃ فی اعداء الہدۃ  
والسند
- ★ اہل حدیث کے فتاوی کی حقیقت
- ★ غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی  
کے ملفوظات
- ★ قربانی اور اہل حدیث
- ★ شاہ ولی اللہ دہلوی۔۔۔ فقہ حنفی کے مجدد
- ★ تخییس واقتباس فتوی نظام الاسلام
- ★ مملکت سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی قراردادیں
- ★ خیانت اور جھوٹ سے لبریز ایک غیر مقلد کی کتابوں  
سے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا اعلان برأت
- ★ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں
- ★ سعودی علماء کی ایک کمیٹی کا فیصلہ

مجموعہ مقالات





اکابرین دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنہ غیر مقلدین  
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل نصاب

# مجموعہ مقالات

جلد چہارم

غیر مقلدین کی شرائطیوں اور ان کی طرف سے اسلاف امت و فقہائے کرام کی توہین  
پر مبنی لٹریچر کی اشاعت پر اکابرین دارالعلوم نے امت مسلمہ کے دینی جذبات کی ترجمانی کرتے  
ہوئے ۳۰۳ مئی ۲۰۰۱ء کو دہلی میں امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی، امت برکاتہم کی  
صدارت میں "تحفظ سنت کانفرنس" کا اہتمام کیا جس میں مشاہیر علماء نے متعلقہ موضوعات پر  
مقالے پیش کئے اور اس کانفرنس میں چند قراردادیں پاس کیں جو باقاعدہ سعودی عرب کی  
حکومت کو بھیجی گئیں۔ جس پر حکومت سعودیہ نے الحمد للہ مثبت رد عمل کا اظہار کیا ہے ہم اس  
کانفرنس میں پڑھے جانے والے تمام مقالہ جات اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق دیگر  
اکابرین امت کے افادلت اور اس کے علاوہ دیگر کئی متعلقہ نایاب دستاویزات کو جدید ترتیب  
کے ساتھ مجموعہ مقالات کے نام سے عوام و خواص کے فائدہ کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

چوک فوارہ ملتان پاکستان  
فون: 540513

ادارۃ تالیفات شرفیہ



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب.....مجموعہ مقالات (جلد چہارم)  
 تاریخ اشاعت طبع اول.....مفر ۱۴۲۳ھ  
 تاریخ اشاعت طبع الثانی.....ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ  
 ناشر.....ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان  
 طباعت.....سلامت اقبال پریس ملتان

**ضروری وضاحت**  
 ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غلطیوں کی صحیح و اصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اخلاط کی صحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے  
 ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان — ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور  
 مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور — مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور  
 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ — مکتبہ خانہ شیدیہ راجہ بازار راولپنڈی  
 یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور — دارالاشاعت اردو بازار کراچی  
 ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)  
 119-121 HALLWELL ROAD BOLTON BL13NE (U.K.)

## عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث مبارکہ اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله کے تحت اللہ جہدک و تعالیٰ نے بزرگان دین کے مبارک کلمات میں ایسی برکت و تاثیر رکھی ہے کہ چند لحظات کی صحبت و مجالست انسان کی دنیا و آخرت سنوار دیتی ہے۔

اکابر علماء دیوبند میں سے حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف کثیرہ و ارشادات مبارکہ سے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو منور فرمایا۔ حکیم الامت قدس سرہ سے اللہ پاک نے جو عظیم الشان کام کیا اسی کا کرشمہ ہے کہ ان کے کیے ہوئے کام سے نہ جانے کتنے گلدستے تیار ہو رہے ہیں اور تیار ہوتے رہیں گے۔ یہ گلدستہ ”ہد یہ الہمدیث“ بھی ان میں سے ایک ہے۔ حضرت میں اللہ پاک نے جو مجدد الملت کی صلاحیت و دیعت فرمائی اسی کی روشنی میں آپ نے مسلمان عالم کے لئے بالعموم اور غیر منقسم ہند و پاک کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص صراط مستقیم کی ایسی راہ ہموار کی کہ احباب تو کیا اغیار نے بھی آپ کی مسائی جیلہ کو تسلیم کیا اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوئے۔

حضرات الہمدیث کے متعلق حضرت نے کوئی مستقل تصنیف نہیں فرمائی لیکن آپ کی تصانیف و ملفوظات میں ان کے متعلق کئی ایسے اصلاحی و تحقیقی نکات ملتے ہیں جو کہ عام و خاص سب کے لئے مفید ہیں۔ اللہ پاک ہمارے محترم دوست جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے ہماری درخواست پر محنت شاقہ سے ان جواہر کو جمع کر کے ترتیب دیا اور یوں حضرت کے محبین کی چاہت زیور تکمیل سے آراستہ ہو کر آپ کے سامنے آئی۔

اللہ پاک اس کتاب کو عام مسلمانوں کے لیے عموماً اور حضرات الہمدیث کے لئے

خصوصاً نافذ فرمائے اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

یہ ”مجموعہ مقالات“ کی جلد چہارم صفحہ ۲۶۴ تک کا مواد دراصل ہماری کتاب ”ہد یہ الہمدیث“

ہی ہے۔ جسے ہم نے موضوع کی مناسبت اور ضرورت کے تحت ”مجموعہ مقالات“ میں شامل کر دیا ہے۔

احقر محمد الطحطاوی

## تعارف از مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ وعلی آلہ واصحابہ واولیاءہ  
اجمعین وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔ اما بعد

تقلید کی ضرورت و اہمیت کے عنوان سے حضرت حکیم الامت مولانا  
اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی تصانیف، فتاویٰ اور ملفوظات زیر نظر رسالہ  
میں یکجا جمع کر دیئے ہیں اس میں اس قدر علمی جواہر، معارف اور ذخیرہ دلائل ہیں کہ  
اگر کوئی منصف مزاج خالی الذہن تعصب سے بالا ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور  
بالضرور تقلید کی ضرورت محسوس کرے گا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ وہ معتدل مزاج جامع شخصیت تھے  
کہ خود فرماتے ہیں کہ ہم جب خود ایک غیر مقلد حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ کے  
مقلد ہیں (کیونکہ مجتہد کسی کا مقلد نہیں ہوتا) تو پھر غیر مقلدین سے نفرت کیوں  
کریں۔

حضرت حکیم الامت غیر مقلدین کی فلاح آخرت کے لئے  
 انہیں ائمہ کی شان میں بد زبانی، بد کلامی اور بد گمانی سے منع فرماتے۔ جب کہ آپ رسالہ  
 ہذا میں حضرت کے ارشادات ملاحظہ کریں گے۔ بہت سے مدعیان عالمین بالجہد یث  
 حضرت حکیم الامت سے بیعت تھے (جو حضرت حکیم الامت کی وسعت ظرفی و قلبی کا  
 ثبوت ہے) اور اصلاح باطن کے سلسلہ میں حضرت سے استفادہ کرتے تھے۔  
 اللہ تعالیٰ بر اور محترم جناب حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانى مدظلہ کو اجر عظیم  
 عطا فرمائے کہ رسالہ ہذا کی اشاعت کا اہتمام فرمایا اور اسے ذریعہ اصلاح بنا کر ہم سب کی  
 نجات کا سبب بنائے۔ آمین

مدد محمد اقبال قریشی مغفرا

یکم ربیع الاول ۱۳۲۰ھ



# اجمالی فہرست

## جلد چہارم

- ۱: فتویٰ! الکلام القریدی فی التزام التقليد ..... ۲۲
- ۲: رسالہ! الاقتصاد فی التقليد والاجتهاد ..... ۲۹
- ۳: رسالہ! التکوینات کتاب وسنت وتصریحات اکابر امت بر عقل واجتهاد امام اعظم ..... ۱۳۴
- ۴: رسالہ! اعداد الجزیہ لتوقی عن الشیخۃ فی اعداد البدع والنسب ..... ۱۳۸
- ۵: اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت ..... ۱۷۱
- ۶: غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی کے ملفوظات ..... ۱۹۱
- ۷: قربانی اور اہل حدیث ..... ۲۶۵
- ۸: امام شاہ ولی اللہ دہلوی ..... فقہ حنفی کے مجدد ..... ۲۷۲
- ۹: تلخیص واقتباس فتویٰ نظام الاسلام ..... ۲۹۷
- ۱۰: مملکت سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی قراردادیں ..... ۳۱۹
- ۱۱: خیانت اور جھوٹ سے لبریز ایک غیر مقلد کی کتابوں سے
- مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا اعلان براءت ..... ۳۲۹
- ۱۲: ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں
- (سعودی عرب کے جید علماء کی منتخب کمیٹی کا فیصلہ) ..... ۳۳۸
- ۱۳: حرمین شریفین کے امور کے سربراہ
- الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل کا مکتوب گرامی اور فتویٰ ..... ۳۴۹
- ۱۴: حج کے موقع پر پاکستانی حجاج میں لٹریچر کی تقسیم
- سے متعلق ایک حاجی صاحب کا رد و دل ..... ۳۷۳

## فہرست عنوانات

- ۲۲۔ احکام الفریڈ فی التزام التقلید
- ۲۳۔ احکام شرعیہ کی دو قسمیں
- ۲۴۔ منصوص کی دو قسمیں
- ۲۵۔ متعارض کی دو قسمیں
- ۲۶۔ قیاس ہر شخص کا معتبر نہیں
- ۲۷۔ مقلد کیلئے کسی ایک مجتہد کی تقلید ضروری ہے
- ۲۸۔ انحصار مذاہب صرف ائمہ اربعہ میں کیوں ثابت ہے
- ۲۹۔ ائمہ اربعہ میں سے تقلید صرف کسی ایک ہی کی کیوں ضروری ہے
- ۳۰۔ ہمارا دین محمدی اور مذاہب حنفی ہے
- ۳۱۔ دین اور مذاہب کا مفہوم
- ۳۲۔ دین اور مذاہب سے نسبت کی عجیب مثال
- ۳۳۔ اپنے آپ کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنے سے شرک لازم نہیں آتا
- ۳۴۔ سبب تالیف رسالہ
- ۳۵۔ مقدمہ
- ۳۶۔ مقصد اول
- ۳۷۔ مقصد دوم
- ۳۸۔ مقصد سوم
- ۳۹۔ مقصد چہارم
- ۴۰۔ مقصد پنجم
- ۴۱۔ مقصد ششم

- مقصد هفتم ----- //
- خاتمه ----- //
- مقصد اول در جواز اجتهاد و تقلید و محل آن ----- ۳۳
- حدیث اول ----- ۳۴
- حدیث دوم ----- //
- حدیث سوم ----- ۳۵
- حدیث چهارم ----- ۳۶
- حدیث پنجم ----- ۳۷
- حدیث ششم ----- //
- حدیث هفتم ----- ۳۸
- حدیث هشتم ----- ۳۹
- حدیث نهم ----- ۴۰
- حدیث دهم ----- //
- مقصد دوم در جواز تعلیل یا تقلید نص و اجتهاد ----- ۴۱
- حدیث اول ----- //
- حدیث دوم ----- ۴۲
- حدیث سوم ----- //
- حدیث چهارم ----- ۴۳
- حدیث پنجم ----- ۴۵
- حدیث ششم ----- ۴۶
- حدیث هفتم ----- ۴۷
- مقصد سوم در منع فاقد قوت اجتهاد یا از اجتهاد اگر چه محدث باشد ----- ۴۸

- حدیث اول-----"
- ۴۹-----حدیث دوم
- ۵۰-----حدیث سوم
- ۵۱-----حدیث چہارم
- ۵۲-----تحقیق حقیقت قوت اجتماع یہ
- "-----حدیث اول
- ۵۳-----حدیث دوم
- ۵۴-----حدیث سوم
- "-----حدیث چہارم
- "-----حدیث پنجم
- ۵۷-----مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آن
- "-----حدیث اول
- ۵۸-----حدیث دوم
- ۵۹-----حدیث سوم
- ۶۰-----اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی
- "-----حدیث چہارم
- ۶۲-----تفصیل مفاسد ترک تقلید شخصی
- ۶۳-----حقیقت اجماع
- ۶۴-----حدیث اول
- "-----حدیث دوم
- ۶۵-----حدیث سوم
- "-----حدیث





- ۸۴----- جواب شبه دوم سلف قیاس
- ۸۵----- شبه پنجم
- //----- جواب شبه مع مجتهدین از تقلید
- ۸۶----- شبه ششم
- //----- جواب شبه بدعت بودن تقلید
- ۸۷----- شبه هفتم
- //----- جواب شبه بدعت بودن تقلید شخصی
- //----- شبه هشتم
- //----- جواب شبه تقلید شخصی نبودن در سلف
- ۸۸----- شبه نهم
- //----- جواب شبه عدم انقطاع اجتهاد
- ۸۹----- شبه دهم
- //----- جواب شبه خلاف بودن تقلید شخصی
- ۹۰----- شبه یازدهم
- //----- تقلید شخصی کا خلاف دین و دنا
- //----- شبه دوازدهم
- //----- ائمه اربعه کی تقلید
- ۹۱----- شبه سیزدهم
- //----- جواب شبه تقلید در منصوص
- ۹۲----- شبه چهاردهم
- //----- باب شبه مخالف بودن بعض مسائل حدیث
- ۹۳----- شبه پانزدهم

- جواب شبہ بر تخصیص اربعہ ----- ۹۵
- شبہ شانزدہم ----- "
- جواب شبہ بر دعویٰ اجماع الا نحصہ -----
- شبہ ہفدہم ----- ۹۶
- جواب شبہ ضعیف احادیث مستند و حنفیہ ----- "
- شبہ ہجدهم ----- ۹۷
- جواب شبہ حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیف ہیں ----- "
- شبہ نوازدہم ----- ۹۹
- جواب شبہ فد انخواستہ حضرت امام اعظم مجتہد نہ تھے ----- "
- شبہ - ہستم ----- ۱۰۲
- جواب مرجعہ دون حنفیہ ----- "
- شبہ - ہست و یکم ----- ۱۰۳
- جواب شبہ - اپنی نسبت حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف کیوں کرتے ہیں ----- "
- شبہ - ہست و دوم ----- ۱۰۵
- جواب شبہ - مثل باقوال الصاحبین ----- "
- شبہ - ہست و سوم ----- "
- جواب شبہ - عدم اتصال مذہب بلا امام صاحب ----- "
- شبہ - ہست و چہارم ----- ۱۰۶
- جواب شبہ - مختلف یا مسکوت عندہ دون بعض مسائل فقہیہ ----- "
- شبہ - ہست و پنجم ----- ۱۰۷
- جواب شبہ - غلو بعضی دور تقلید ----- "
- مقصد ہفتم ----- ۱۰۸

- مقصد بهنم در منع افراط و تفریط فی التعلیه و جواب اقتصاد ----- ۱۰۸
- حدیث اول ----- //
- حدیث دوم ----- ۱۰۹
- معنی اهل سنت و الجماعت ----- ۱۱۳
- خاتمه در دلائل بعض مسائل ----- ۱۱۴
- مسئله اولی مسئله ملکین ----- ۱۱۵
- حدیث ----- //
- مسئله دوم ----- ۱۱۶
- حدیث ----- //
- مسئله سوم ناقض نبودن مس زن ----- //
- حدیث ----- //
- حدیث دیگر ----- ۱۱۷
- چهارم مسئله فریضت مسرئع رأس ----- ۱۱۸
- حدیث ----- //
- پنجم مسئله عدم اشتراط تسبیح در وضو ----- ۱۱۹
- حدیث ----- //
- مسئله ششم حدیث ----- ۱۲۰
- بهنم مسئله قرات نبودن خلف امام ----- //
- هشتم مسئله عدم رفع یدین جز تحریر ----- ۱۲۳
- نهم مسئله اخفاء آمین ----- ۱۲۴
- دهم مسئله دست بستن زیر ناف ----- ۱۲۵
- یازدهم مسئله بیعت قعد و آخر ----- ۱۲۶



۱۵۲۔ کیا حنفی غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۱۵۳۔ اقتداء غیر مقلد ضرورت تقلید سنی شدن۔

۱۱۔ غیر مقلد اقتداء ارشاد فی۔

۱۶۵۔ بدعتی اور غیر مقلد کو بیعت کرنا۔

۱۱۔ مفت تلمیذ بعض غیر مقلدین در نقل عبارت صاحب فتاویٰ بتائید خویش۔

۱۶۸۔ معاملہ با غیر مقلد اہل۔

۱۶۰۔ اہل حدیث کو دہائی کہنے کا حکم۔

### ۱۶۱۔ اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت

۱۱۔ جراثیم پر مس کرنا۔

۱۶۵۔ جواب شبہ ثانی در حدیث شش عید و قول امام۔

۱۶۷۔ رجالہ احدثہ الہیان فی فصاحۃ القرآن۔

۱۸۴۔ ضمیر موصوفہ از مفتی بدر۔

۱۸۸۔ جوابات سوالات متعلقہ غیر مقلدین۔

۱۱۔ الجواب من السوال الاول والثانی۔

۱۱۔ توبیہ زیارت کعبہ حناء بعض اولیاء۔

۱۹۱۔ حضرات غیر مقلدین حضرت عظیم الامت تھانوی کی نظر میں۔

۱۹۲۔ غیر مقلدین سے بوقت بیعت بدعتی اور بدعتی نہ کرنے کی شرائط۔

۱۱۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا حضرت عظیم الامت تھانوی کی صحبت میں برکت۔

۱۱۔ ہونے کا اعتراف۔

ایک غیر مقلد کو اس کی درخواست بیعت کے جواب میں ارشاد کہ ”یہ تم میری تقلید ۱۹۳۔

۱۱۔ کرو گے؟“



- [illegible]





- ۲۴۱-----عدم تقلید میں اتباع نفس و حویٰ ہے۔
- ۱۱-----انقطاع اجتہاد کا سبب۔
- ۲۴۲-----روضہ اقدس کی زیدت کیلئے جانا طریق عشق میں فرض ہے۔
- ۲۴۳-----غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے؟
- ۲۴۴-----بہت اونچی آواز سے آمین کہنا غیر مقلدوں کی نیت فاسد کی دلیل ہے۔
- ۱۱-----فاتحہ خلف الامام کی دلیل پوچھنے والے کو جواب پہلے اصول کی تحقیق کرو۔
- ۲۴۵-----اختلاف قرات غیر مقلدوں کے وصل یا فصل نہ ہونے کے دعوے کو رد کرتا ہے۔
- ۲۴۶-----بدعتی زیادہ برے ہیں یا غیر مقلد۔
- ۱۱-----نمازی کے سامنے سے گزرتا۔
- ۲۴۸-----ایک غیر مقلد امام صاحب کاہل بل کر نماز پڑھنا حدیث کا مفہوم غلط سمجھنے کے سبب۔
- ۲۴۹-----غیر مقلدین کی حدیث کے معاملہ میں عمل کی دوز صرف مسائل نماز تک نہ دے۔
- ۱۱-----تقلید و اجتہاد پر ایک خلیفانہ منصفانہ تقریر۔
- ۲۵۰-----ایک غیر مقلد کی دعوت اور حضرت کی خلیفانہ تعلیم۔
- ۱۱-----رفع یدین اور عدم رفع یدین آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں سنت میں ہیں۔
- ۲۵۱-----کامل مجتہد کی تقلید چھوڑ کر ناقص کی تقلید میں اتباع فہم ہے۔
- ۲۵۲-----ایک جاہل مدعی اجتہاد کا ایک میل کی مسافت پر قصر کرتا۔
- ۲۵۳-----حضرات غیر مقلد بھی اکثر احادیث کو ضعیف کہہ کر ان پر عمل نہیں کرتے۔
- ۲۵۴-----محالجات شیخ کا حدیث سے ثابت کرنا ضروری نہیں۔
- ۲۵۵-----حضرت شاہ اسماعیل دہلویؒ کے حنفی تھے۔
- ۲۵۶-----بیس رکعت تراویح کی ایک عامی دلیل۔
- ۲۵۷-----اصل نماز میں ترکہ رفع یدین ہے۔
- ۱۱-----حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حنفی تھے اور حضورؐ نے انہیں تقلید پر مجبور کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## الکلام الفرید فی التزام التقليد

یہ دراصل حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز کا ایک فتویٰ ہے جو امداد الفتاویٰ جلد سوم ص ۵۳ پر موجود ہے احقر اب اس پر ذیلی عنوانات قائم کر رہا ہے۔ اس سے انشاء اللہ اس کی اہمیت دوبالا واضح ہو گی۔ اسے عارف باللہ اوستاز العلماء سیدی و مرشدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ نے اپنی مشہور تصنیف ”خیر التقید فی سیر التقليد“ کے آخر میں درج فرمایا اور بطور تقدیم یہ کلمات درج فرمائے ”اثبات تقلید کے متعلق یہ وہ فیصلہ کن درہ نادر ہے جس کو حجتہ العارفین، سرانج المفسرین مجدد الملت، حکیم الامت سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک استفتاء کے جواب میں بزمانہ قیام مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۳۱۴ھ میں تحریر فرمایا تھا اور احقر کے درخواست کرنے پر مندرجہ بالا اس کا نام بھی آج کل تجویز فرمادیا خیر محمد عفا اللہ عنہ۔

حضرت سیدی قدس سرہ نے حاشیہ میں مشکل عبارات کی تسہیل فرمادی تھی احقر نے اس حاشیہ کو عبارت کے ساتھ ہی ثنا القوسین درج کر دیا تاکہ قارئین کو مزید سہولت ہو۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلیل بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ ہارون آباد۔

## احکام شریعہ کی دو قسمیں

احکام شریعہ دو قسم پر ہیں (۱) منصوص (۲) غیر منصوص

## منصوص کی دو قسمیں

منصوص دو نوع ہیں (۱) متعارض (۲) غیر متعارض



## متعارض کی دو قسمیں

(۱) معلوم التقدیم والتاخیر (۲) غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلومتہ التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز اور نہ کسی کے قول کا اتباع جائز لقولہ تعالیٰ وان ہم الا یظنون (البقرہ آیت ۷۱)

(یعنی اور نہیں ہیں وہ مگر (بے بنیاد خیالات پکاتے) ولقولہ تعالیٰ اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ (سورۃ النجم آیت ۲۸) (یعنی نہیں پیروی کرتے مگر بے اصل خیالات کی) اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو۔  
قیاس ہر شخص کا معتبر نہیں

اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومتہ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ کرے گا۔ اگر کچھ نہ کیا تو مخالف نص اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (القیامہ آیت) (یعنی انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا) اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا (المؤمنون آیت ۱۱۵) (یعنی کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت پیدا کر دیا ہے) کے لازم آئے۔ اگر کچھ کیا تو بدوں علم یا یقین کے کسی جانب عمل ممکن نہیں پس علم یا تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا لعدم النص فی الاموال (۱) (۲) من غیر علم بالتقدیم والتاخیر فی الثانی (یعنی پہلی) (۳) نہیں اور دوسری صورت میں بغیر علم تقدیم و تاخیر کے تعارض ہے) اس لئے ضرور علم بالتعین قیاس سے ہو گا پس قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہے بعض کا نہیں۔

کل کا تو معتبر نہیں ہو سکتا۔ بقولہ تعالیٰ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ (النساء آیت ۸۳) اور اگر پیغمبر خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف پھراتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین خوب معلوم کر لیتے) پس بعض کا (قیاس) معتبر ہو گا اور بعض کا نہ ہو گا جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں اور جس کا معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں۔

**مقلد کیلئے کسی ایک مجتہد کی تقلید ضروری ہے**

پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی ایک مجتہد کی تقلید کرے۔ لقولہ تعالیٰ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان آیت ۱۵) (یعنی اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی) انحصار مذاہب صرف ائمہ اربعہ میں کیوں ثابت ہے

اب جانتا چاہیے کہ ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم من اناب الی کے داخل ہیں۔ پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سارے گزرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ جز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل تحصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں پس کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے۔ پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا۔

**ائمہ اربعہ میں سے تقلید صرف کسی ایک ہی کی کیوں ضروری ہے**

رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ہو۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں (۱) متفق علیہا (۲) مختلف فیہا۔

مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہو گا۔ مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا۔ بعض کا ہو گا، بعض کا نہ ہو گا پس ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالیٰ نے اتباع کو امانت الی اللہ (توجہ الی اللہ) پر متعلق فرمایا ہے جس امام کی امانت الی اللہ زائد معلوم ہو گی اس کا اتباع کیا جائے گا۔ اب تحقیق زیادہ امانت کی یا تفصیل کی جائے گی یا اجمالاً تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے گا کہ حق کس کی جانب ہے اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہے اور کس کی امانت زائد ہے صورت اولیٰ میں علاوہ جرح اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کی سبیل کا وهو خلاف المعروض (اور وہ معروض کے خلاف ہے) پس صورت ثانیہ متعین ہوئی۔

کسی کو امام ابو حنیفہؒ پر ان کے مجموعی حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد رائج ہوا کہ یہ منیب و مصیب ہیں۔ کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام احمد بن حنبلؒ پر۔ اس لئے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا وجہ علم بالا امانت اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ اس کی مخالفت میں شق اول خود کرے گی وقد ثبت بطلانہ (اور اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے) پس محمد اللہ تفریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً تقلید ائمہ اربعہ و انحصار فی للذہاب الاربعہ وجوب تقلید شخصی و بطلان تلقین کا الشمس فی کبد السماء واضح ہو گیا و دونہ خراط القناد والکلام فیہ طویل و فیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ (یعنی محمد اللہ تفریر بالا سے دوپہر کے سورج کی طرح خوب واضح ہو گیا کہ تقلید مطلق عموماً اور ائمہ اربعہ کی خصوصاً واجب ہے اور اس وقت ائمہ اربعہ

کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تعلق باطل ہے اور جز تقلید کے چارہ نہیں اور کلام اس بیان میں طویل ہے اور طاب رشاد کے لئے مضمون مذکور کافی ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ) ولنعلم ما قیل ۔

سر بخط فرمان ولی نہد  
کے میسر شورش روے براتہ آوردن  
ہر کہ خواہد کہ سر منزل مقصود رسد  
بایدش پیردی راہ نمایاں کردرن

ہمارا دین محمدی اور مذہب حنفی ہے

اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا، یہ عجیب خبیثوں کا کلام ہے۔ اس کو یہ تو خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں بھی فرق معلوم نہیں۔

دین اور مذہب کا مفہوم

کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فرد کے لئے اصول ضروری ہیں جب مذہب محمدی ہوا تو دین کو نسا ہو گا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں اور دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔

دین اور مذہب سے نسبت کی عجیب مثال

اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شرود اور چھوٹے قبیلوں کے۔ اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں البتہ

جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتاتے ہیں۔

اپنے آپ کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنے سے شرک لازم نہیں آتا

اسی طرح اطلاقات روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتائے اور جب دین سے سوال ہو اس وقت محمدی کہے۔ فرمائیے کون سا شرک و کفر لازم آگیا اس پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتاؤ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہو گا۔ ایہا الاخوان لاتسعوا فی الارض بالفساد والطفیان فان الفتنة اشد من القتل بالسيف والسنان واللہ المستعان علی البلیات والا لاحزان رب توفنا علی الحق والایمان اشعبان روز چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ (یعنی اے بھائیو زمین میں فساد و طغیان کی سعی مت کرو، اس لئے کہ نیزہ و شمشیر کے قتل سے (دینی گناہ میں) زیادہ سخت ہے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور غموں میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار حق و ایمان پر بہارا خاتمہ کر) آمین یا رب العالمین۔



# الاقتصاد فی التقليد والاجتهاد

مصنف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذى شرع لنا اتباع الكتاب والسنة ديناً  
وسبيلاً ووضع لشرحهما تفقة العلماء واجماع الامة معيناً  
ودليلاً والصلوة والسلام على رسوله النبى الامى الذى جعل  
السؤال شفاً لمن كان بداء العى عليلاً وانذر من كتم علماً سئل  
عنه اخذاً وبيلاً اللهم صل وسلم عليه وعلى جميع اخوانه من  
الانبياء وعلى اله وصحبه الاصفياء وورثته من العلماء والاولياء  
صلوة وسلاماً ابداً طويلاً اما بعد!

سبب تالیف رسالہ

اس زمانہ کے فتن عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و  
اجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں ایک اجتہاد  
و قیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقلدین کے لئے حرام بلکہ کفر و شرک  
بتلا رہا ہے۔ دوسرا تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کے لئے جائز بنا رہا ہے۔  
تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید کی  
اجازت دے کر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابو حنیفہ کی تقلید سے ان کو  
مخالفت حدیث سمجھ کر نفرت دا رہا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں  
رنگ ا رہا ہے۔ پانچواں قاس و مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب سے  
آیت و حدیث کے ساتھ رد اور کستاخی سے پیش آ رہا ہے۔ غرض جس کو دیکھو  
ایک نیا افسانہ بنا رہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا  
ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے۔ علمائے اہل حق ہمیشہ  
ان فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں ارشاد فرماتے رہے اور

لوگوں کو صراطِ مستقیم بین الافراط والتفریط پر لے رہے اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادتِ مستمرہ مسلمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضاء ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسدہ کی تحقیق عقلی طور پر آثار و سنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اس لئے چند وراق لکھنے کو جی چاہا۔ کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اقتضائے کو چھوڑ کر طریقِ وسط پر آجائے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنے کے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے محنتا جائے باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک نہیں۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا

رسالہ ہذا مسمیٰ بہ "اقتصاد فی التقليد والاجتهاد" مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر۔

مقدمہ

اس میں چند امور پر تنبیہ ہے۔

نمبر ۱ مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسی کار و ابطال کیونکہ سوال و جواب کا کہیں انتہا نہیں اور احکامات محض کسی کا ممکن نہیں صرف مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خاں اندہن ہیں ان کو اطمینان و شفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی یا ان کے پیروں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ ان کے حق پر ہونے کے احوال سے پنی زبان کو روک لیں۔

نمبر ۲ اسی لئے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سہل اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہو

نہیں۔ لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہو یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہو تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جائے۔

نمبر ۳ : اس میں ہر دعویٰ کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سند گنی تھی تو اس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں آگئے ہیں۔

نمبر ۴ : اگر انشائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھ کر محفوظ رکھا جاوے بول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہو گا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے۔

نمبر ۵ : چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا لوپر معروض ہو چکا لہذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائے گا۔ اگر طرز سوال سے مطعون ہوا کہ دفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جائے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جاوے گا۔

### مقصد اول

حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجود مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

### مقصد دوم

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معطل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک

نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

### مقصد سوم

جس شخص کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں۔ پس صرف جمع احادیث سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

### مقصد چہارم

تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی۔

### مقصد پنجم

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

### مقصد ششم

بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

### مقصد ہفتم

جس طرح تقلید کا ان کا مقابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعین طریق حق کی۔

### خاتمہ

بعض مسائل فرعیۃ حنفیہ کے دلائل ہیں۔

## مقصد اول<sup>۳۳</sup>

مقصد اول در جواز اجتہاد و تقلید و محل آن

علم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

### حدیث اول

عن طارق ابن رجلا اجنب فلم یصل فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فقال اصبت فاجنب اخرفتي مم وصى فاتاه فقال نحو ما قال للاخر يعنى اصبت اخرجه النساءى.

(تہسیر کلکتہ ص ۲۹۲ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ : ”طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا، پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وہ آپؐ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی تو نے ٹھیک کیا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ ان کو اگر نص کی اطاعت ہوتی تو پھر بعد عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کر کے اطاعت دی اور آپؐ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارح علیہ

اسلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اس کی مشرود عیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر۔ بس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔ پس جواز قیاس میں کچھ شبہ نہ رہا۔

تنبیہ : دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہونے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

### حدیث دوم

عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتيممت ثم صليت باصحابی الصبح فذكروا ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صليت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئاً اخرجہ ابو داؤد

تیسیر دلحہ ص ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع

ترجمہ : حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات کو احتلام ہو گیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کر کے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے جو امر کہ مانع تھا اس کی

اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ اور کچھ نہیں فرمایا، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف۔ یہ حدیث بھی صراحتاً جواز اجتہاد و قیاس پر دالالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔

حدیث سوم

عن ابی سعید ان رجلین تیعما وصلیائہما وجداما فی الوقت فتوضأ احدهما وعاد الصلوۃ ما کان فی الوقت ولم يعد الاخر فسالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم يعد اصببت السنة واجزاتک وقال للاخر انت فلك مثل سهم جمع نسائی مجتہائی ص ۷۵

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پھر وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا۔ سو ایک نے تو وضو کر کے نماز لوٹائی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی۔ پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے سنت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا، روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی۔ البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح، سو یہ عین مذہب محققین کا



ہے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح نکلتا ہے کبھی خطا۔ مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا۔ پس جواز قیاس کا واضح ہو گیا۔ یہ سب احادیث بالاشترک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحیحہ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔

### حدیث چہارم

عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ باليمن معلما و امیرا فسالناه عن رجل توفی وترك ابنتا واختا فقضى للابنة بالنصف وللأخت النصف ورسول الله صلى الله عليه وسلم حی اخرجہ البخاری وھذا الفظہ وابو داؤد

التیسیر کلحہ ص ۲۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی

ترجمہ اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بن کر آئے ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زندہ تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور داؤد نے، اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

ف : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتاؤ۔ گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ ۲ قصہ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاس نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل نہیں دریافت کی

اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھٹے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضورؐ سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے جواز تقلید کا اور حضورؐ کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہو گیا۔

حدیث پنجم

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغير علم کان اثمہ علی من افتاہ الحدیث رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ انصار ص ۲۷

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتویٰ دیدے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہو گا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بدوں معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گنہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؟ جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے، بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھہرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہو گا آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے۔

حدیث ششم

عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل یكون له الدین علی رجل الی اجل فیضع عنہ صاحب الحق لیعجل الدین فکره

ذلك ونهى عنه اخرجه مالك

(تیسیر کلکتہ ص ۲۲ کتاب البیع باب رابع فروع فی الحیوان)

ترجمہ : حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادى واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دیدے آپؐ نے اس کو ناپسند کیا۔

ف : چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوعہ صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس ابن عمرؓ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث ہفتم

عن مالك انه بلغه ان عمر رضى الله عنه سئل في رجل اسلف طعاما على ان يعطيه اياه في بلد اخر فكره ذلك عمرو قال فاین كراء الحمل

(تیسیر کلکتہ ص ۲۴ کتاب البیع باب سابع)

ترجمہ : امام مالکؒ سے مروی ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غنہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں لودا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ کرایہ باریہ داری کا کہاں کیا۔

ف : چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوعہ صریح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپؐ نے بیان فرمایا نہ سائل

نے پوچھا بہ وہ دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا پس دونوں کا جواز حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہو گیا۔

حدیث ہشتم

عن سليمان بن يسار ان ابا ايوب الانصاري خرج حاجا حتى اذا كان بالبادية من طريق مكة اضل راحله وانه قدم على عمر بن الخطاب يوم النحر فذكر ذلك له فقال اصنع ما يصنع المعتمر ثم قد حلت فاذا ابركك الحج قابلا فاحج واهد ما استيسر من الهدى اخرجہ مالک

(انسیر کلکتہ ص ۱۲۱ کتاب الحج باب حاوی عشر فصل ثالث)

ترجمہ : سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو لوٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا احرام کھل جاوے گا۔ پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔ اب تابعین کی روایت تقلید سنئے۔

## حدیث نہم

عن جابر بن زید و عكرمة انهما كانا يكرهان البسر وحده وياخذان ذلك عن ابن عباس اخرجہ ابو داؤد

انسیر کلکتہ ص ۲۰۰ کتاب الشراب باب ثانی فصل رابع

ترجمہ جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحب (خیساندہ کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے اور اس فتویٰ کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے۔

ف صرف ابن عباسؓ کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے۔

## حدیث دہم

عن عبید بن ابی صالح قال بعث برامن اهل دارنخلة الى اجل فاردت الخروج الى الكوفة فعرضوا على ان اضع لهم و ينقدوفى فسالت زيد بن ثابت فقال لا امرک ان تفعله ولا ان تاكل هذا وتوكله اخرجہ مالک

انسیر کلکتہ ص ۲۲ کتاب البیع باب رابع فروع فی الحيوان

ترجمہ عبید بن ابی صالحؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دارنخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کے لئے ایک میعہ دیدی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اس کے کھلانے کی۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالحؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء و افتاء بلا نقل و دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر ان کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

## مقصد دوم

### مقصد دوم ورجواز تعلیل یا تقلید نص و اجتہاد

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کی تعیین ہے مثل احکام تکفیفیہ کے یا اخذ الوجود پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

### حدیث اول

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرك بعضهم العصر فی الطريق فقال بعضهم لا نصلی حتی ناتیها وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلك فذكر ذلك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یلعن فلعن واحدا منهما

بخاری جلد ثانی مصطفائی ص ۵۹۱

ترجمہ : بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بخفی قریظہ میں پہنچنے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جب تک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں (بلکہ مقصود تاکید ہے جلدی پہنچنے کی، کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ) پھر یہ قصہ آپ کے حضور میں ذکر کیا، آپ نے کسی پر بھی ملامت و سزائیں نہیں فرمائی۔

ف: اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہاد یہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ احد الوجہین التملین ہے نماز پڑھ لی مگر آپ نے ان پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر معنوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔

### حدیث دوم

عن انس ان رجلا کان یتمہ بام و لافقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اذهب فاضرب عنقه فاتاہ فاذا هو محجوب لیس له ذکر فکف عنه واخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحسن فعلہ وزاد فی رواۃ وقال الشاہدیری ما لایری الغائب اخرجہ مسلم

تبسیر طحطہ ص ۱۳۶ کتاب الحدود باب ناسی

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ودد سے متہم تھا، آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس جب تشریف لائے تو اس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا باہر نکل۔ اس نے اپنا ہاتھ دیدیا۔ آپ نے اسے

نکالا تو وہ مقلوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ نے ان کے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علیؓ نے اس کو معطل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہیں دی اور حضورؐ نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو مگر عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

### حدیث سوم

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و معاذ ردیفہ،  
 علی الرحل قال یا معاذ قال لیک یا رسول اللہ وسعدیک وقال  
 فی الثالثة مامن احدی شهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله  
 صدقاً من قلبه الاحرمه الله علی النار وقال یا رسول الله افلا  
 اخبربه الناس فیستبشروا قال اذا يتكلوا فاخبر بها معاذ  
 عند موته فاثما متفق علیه

۱. امشخوة 'اصاری باخنصار ص ۱۶

ترجمہ : حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے۔ آپ نے تین بار پکارنے اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقرر ہو گا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرما دیں گے۔



انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں سے کہہ دوں کہ خوش ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ بھر دہ کر بیٹھیں گے۔ سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوفِ گناہ سے (کہ دین کا چھپانا حرام ہے) خبر دی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف دیکھئے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نئی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے مگر حضرت معاذؓ نے قوتِ اجتہاد یہ سے اول بامر مشورہ و مقید بزمان احتمال احوال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نصوص کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھ کر علت و قید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے دلائل متعارضہ علم سے مخصوص جان لیتے۔

### حدیث چہارم

عن ابی عبدالرحمن السلمی قال خطب علی فقال وفیہ فان امة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زنت فامرنی ان اجلدها فانیتها فاذا هی حدیثۃ عہد بنفاس وخشیت ان اجلدتها فتلتها فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت اترکها حتی تتماثل اخرجه مسلم و ابو داؤد والترمذی

تفسیر کلکنہ ص ۱۲۶ کتاب الحدود باب ثانی

ترجمہ ابو الرحمن سلمیٰ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے درے لگاؤں میں جو اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ قریب ہی چہ پیدا ہوا ہے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اس

کے درے ماروں گا تو مر ہی جائے گی۔ پھر میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم و ابو داؤد ترمذی نے۔

ف : باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؑ نے دوسری دلیل کلیہ پر نظر کر کے قوت اجتہاد یہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا اور اسی پر عمل کیا اور حضورؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قراۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لا صلوة الا بغاتحة الکتاب کو حالت انفراد مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری حدیث کے جس کی قصہ مخ سفیان سے حوالہ ابو داؤد خاتمہ میں آوے گی۔ پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث کا کہنا صحیح نہ ہو گا۔

### حدیث پنجم

عن سعد بن عبادۃ انه قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ارايت رجلا وجد مع امراته رجلا ايقطله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قال سعد بلى والذي اكرمك بالحق ان كنت لا عاجله بالسيف قبل ذلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسمعوا الى ما يقول سيدكم رواد مسلم و ابو داؤد

تیسیر خلخفہ ص ۱۳۵ باب الحدود باب ثانی

ترجمہ : حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ فرمائیے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ سی مروا کو دیکھے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ سعدؓ نے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو دین حق لانے

کے ساتھ مشرف فرمایا ہے میں تو پہلے تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کر دوں۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا  
 کہتے ہیں؟ روایت کیا اس کو مسلم و ابو داؤد نے۔

ف۔ ظاہر بیوں کو تو بالکل یہ یقین ہو سکتا ہے کہ ان سچی بی نے نعوذ باللہ  
 حدیث کو رد کر دیا مگر حاشا دکا در نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر  
 فرماتے نہ یہ کہ اور الٹی ان کی تعریف فرما دیں اور تعظیمی لفظ سید سے ان کو  
 مشرف فرما دیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سید کہنے سے ممانعت آئی  
 ہے۔

(مکتبہ انصاری جلد ثانی ص ۱۴۰)

اور دعویٰ اسلام کے ساتھ حدیث کو رد کرنے والے کے منافق  
 ہونے میں کیا شبہ ہے تو آپ ان کو سید کیوں فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ  
 حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے  
 بچنا چاہے تو قتل نہ کرے بلکہ گواہی دے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں۔ پس ان کی  
 غرض کا مطلب یہ تھا کہ گو میں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عند الخاتم میرے  
 دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی کچھ پروا نہیں۔ میں اس کو ہگز نہ  
 چھوڑوں گا کیونکہ ان حالت میں قتل تو فی نفسہ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا  
 رد و انکار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہاد سے کسی  
 حدیث کے مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اس پر عمل  
 جائز ہے اور اس کو ترک حدیث نہ کیسے۔

حدیث ششم

عن ابن عباس انه قال ليس التحصيب بشئى انما هو  
 مدركه رسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجه الشيخين

المیسر خلکۃ ص ۱۲۱ کتاب الحج باب نامی

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصور میں اترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔

ف ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہراً دلیل ہے سنت ہونے کی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اس کو سنت کہتے ہیں اس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہاد یہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں آپؐ ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوٰۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصود نہیں اتفاقاً بطور ثناء و دعا کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذ میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔

حدیث ہفتم

عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمر بن حزم ان اسماء بنت عمیس امراة ابی بکر غسلت ابابکر حین تو فی ثم خرجت فسالته من حضرها من المهاجرین الت انی صائمہ وان هذا یوم تسدید البرد فهل علی من غسل فقالوا لا اخرجہ ہالک

المیسر خلکۃ ص ۲۹۸ باب الطہارۃ باب نامی مصلیٰ رابع

ترجمہ عبد اللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکرؓ نے ابو بکر کو بعد وفات کے غسل دیا۔ پس باہر آکر اس وقت جو مہاجرین موجود تھے ان سے پوچھا

کہ روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سہی کا ہے کیا میرے ذمے غسل واجب ہے؟  
 ہے انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔  
 ف دیکھئے حدیث میں مردہ کو غسل دے کر غسل کرنے کا حکم صیغہ امر  
 فیغسل آیا ہے (تیسرے ص ۲۲۸) جو ظاہر وجوب کے لئے ہے مگر ما جریں  
 صحیحہ نے قوت اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت  
 میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا  
 بھی امر نہیں کیا اور اس عمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے۔  
 حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مردہ بنیادی المصلیٰ میں وجوب کے لئے  
 نہیں بلکہ زجر و سیاست پر محمول ہے اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں  
 اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔

### مقصد سوم

مقصد سوم در منع فاقد قوت اجتہاد یہ از اجتہاد اگرچہ محدث باشد  
 جس شخص کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی  
 اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے  
 صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوت اجتہاد یہ کے  
 معنی۔

### حدیث اول

عن ابن عباس قال اصاب رجلا جرح علی عهد رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل  
 فمات فبلغ ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قتلوه قتلہم  
 اللہ تعالیٰ الم یکن شفاء العی السؤال انما کان یکفیه ان نیمم

وَانْ يُعْصَبْ عَلَى جَرْحِهِ خَرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ  
جَسَدِهِ أَبُو دَاوُدَ

(تیسیر کلکتہ ص ۲۹۲ کتاب الطہارۃ باب مسح)

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم ہو گیا۔ پھر اس کو احتلام ہو گیا۔ ساتھیوں نے اس کو غسل کے لئے حکم کیا۔ اس نے غسل کیا اور مر گیا۔ یہ خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں، نادانیت کا علاج دریافت کرنا نہ تھا؟ اس کو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیت قرآنیہ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضًا فَاَطِئُوا کو معذور غیر معذور کے حق میں عام اور آیت وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضًا النخ کو حدیث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فتویٰ پر رد و انکار فرمانا اس وجہ سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد و قیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت اور معتبر ہونا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ رکھتے تھے اس لئے ان کے لئے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

حدیث دوم

عن عدی بن حاتم اخذ عقالا ابیض و عقالا اسود حتی کان بعد اللیل نظر فلم یتبین له فلما أصبح قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعلت تحت و سادتی خیط الابيض و

حَيْطُ الْاَسْوَدِ قَالَ اِنْ وَسَادَتْكَ لَعْرِیضُ اِنْ كَانَ الْحَيْطُ الْاَبْيَضُ  
وَالْحَيْطُ الْاَسْوَدُ تَحْتَ وَ سَادَتْكَ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةَ

(تیسیر کلکتہ باختصار ص ۴۲ کتاب التفسیر سورة النقرة)

ترجمہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَكُلُّواْ وَاشْرَبُواْ حَتّٰی يَنْتَبِیْنَ لَكُمْ الْحَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْحَيْطِ الْاَسْوَدِ تو انہوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اس کو دیکھا تو وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے۔ کہ سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے مراد دن اور رات ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے۔

ف : باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر یہ قوت اجتہاد یہ نہ ہونے کے فہم مراد قرآنی میں کی کیونکہ ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار نہ فرمایا۔ گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو گزر چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہاد یہ نہ تھی اس لئے آپؐ نے ان کی رائے و فہم کو معتبر نہیں فرمایا۔

حدیث سوم

عن عطاء بن یسار قال سال رجل ابن عمرو بن العاص  
عن رجل طلق امراته ثلث قبل ان یمسها فقال عطاء فقلت انما  
طلاق البکر واحدة فقال لی عبدالله انما انت قاصر الواحدة  
تبینها والثالث یحرمه حتی تنکح زوجا غیره اخرجہ مالک

ترجمہ : عطامن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل از صحبت تین طلاق دیں۔ عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ حضرت عبداللہ بولے کہ تم تو برے واعظ آدمی ہو (یعنی فتویٰ دینا کیا جانو) ایک طلاق سے تودہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی ہے روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف : حضرت عطاء کے فتویٰ کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہ نے محض ان کی قوت اجتہاد یہ کی کمی سے معتبر و مستند نہیں سمجھا اور انمائت قاص سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اس کی دلیل سنئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے۔

### حدیث چہارم

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نضر الله عبدا سمع مقالتي فحفظها وعاها وأداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه الحديث رواد الشافعي والبيهقي في المدخل ورواه احمد والترمذي و ابو داؤد و ابن ماجه والدارمي عن زيد بن ثابت رضي الله عنه

امشخوذاً بصاری ص ۲۷

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تروتازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث



سنے اور اس کو یاد کر۔ اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچا دے کیونکہ بعضے پہنچانے والے علم کے خود فہیم نہ ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور شہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابتؓ سے۔

ف : اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔  
تحقیق حقیقت قوت اجتہادیہ

اب وہ حدیثیں سنئے جن سے قوت اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔

حدیث اول

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزل القرآن على سبعة احرف لكل آية منها ظهرو بطن ولكل حد مطلع رواه في شرح السنة

(مشکوٰۃ انصاری ص ۱۲۷)

ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور ہر حد کے لئے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لئے قوت فہمیہ) روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

## حدیث دوم

عن عروة بن الزبير قال سألت عائشة عن قوله تعالى  
 إِنَّ الصَّافَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا  
 جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا قلت فوالله ما على احد جناح ان  
 لا يطوف بالصفاء والمروة فقالت بئس ما قلت يا بن اختي ان هذه  
 لو كانت على ما اولتها كانت لا جناح عليه ان لا يطوف بهما وفي  
 هذا الحديث قال الزهري فاخبرت ابا بكر بن عبدالرحمن فقال  
 ان هذا العلم ما كنت سمعته اخرجه الستة.

(تفسير كلكتہ ص ۴۱ کتاب التفسیر سورة البقرة)

ترجمہ : عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت  
 کے متعلق دریافت کیا ان الصفاء والمروة الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت  
 سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو  
 گناہ نہ ہو گا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو  
 طواف کرے مبادی الی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر نہ  
 کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا اے بھائی تم نے بڑی غلط بات  
 کہی۔ اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی  
 لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں۔  
 زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن عبدالرحمن کو اس کی خبر دی، انہوں نے  
 کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا روایت کیا اس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور  
 ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے۔

## حدیث سوم

عن ابن مسعود فی فضل الصحابة كانوا افضل هذه  
الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفاً الحديث

(رواہ رزین مشکوٰۃ انصاری ص ۲۴)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمام امت سے افضل تھے سب سے زیادہ ان کے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عمیق تھا سب سے کم ان کا تکلف تھا۔ روایت کیا اس کو زرین نے۔

## حدیث چہارم

عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین هل  
عندکم من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عزوجل قال  
لاوالذی فلق الحبة وبرأ النسمة ما علمت الا فہما یعطہ اللہ رجلا  
فی القرآن اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی

(تیسیر کلذہ ص ۴۰۳ کتاب القصاص فصل اول المسلم بالکافر)

ترجمہ : حضرت ابن جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شکاف دیا اور جان کو پیدا کیا۔ ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرمادیں۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے۔

## حدیث پنجم

عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اہل یمامۃ

فاذا عمر جالس عنده فقال ابوبكر ان عمر جاءني فقال ان القتل قد استحر يوم اليمامة بقراء القرآن واني اخشى ان يستحر القتل بالقراء في كل المواطن فيذهب من القرآن كثير واني اري ان عليه وسلم فقال عمر هو والله خير فلم يزل يراجعني في ذلك حتى شرح الله صدرى للذي شرح له صدر عمرو رايت في ذلك الذي راى الحديث اخرجه البخارى والترمذى

(تيسر کلکتہ ص ۸۸ کتاب تالیف القرآن)

ترجمہ : حضرت زید بن عثمت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابو بکرؓ نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کے کام آئے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا امر فرمادیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے۔ پس بار بار اسی کو کہتے رہے حتیٰ کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجھ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے۔

ف مجموعہ احادیث مذکورہ متجگانہ ہے چند امور معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ انصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و دقیق کہ وہ اسرار و علل و حکم ہیں۔ چنانچہ قرآن کے باب میں حدیث اول اس پر صراحتہ دال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور

حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معافی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استلا سے افضل وافقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں۔

دوسرا : امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں کوئی ظہر نص تک رہ جاتے ہیں۔ کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے مگر حضرت عروہؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہؓ اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی زہری سے ابو بکر بن عبدالرحمن نے سن کر اس پر مسرت ظاہر کی اور اس کو علم کہا۔

تیسرا : امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل و شرف نہیں ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق و عمیق ہونے سے موجب فضل و شرف اور اس درجہ میں اس کو علم معتد بہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحتہ دال ہے۔

چوتھا : امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مستحب نہیں ہے محض ایک امر وہی ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابو بکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر مدلول خفی اور سر حکم اجتناب عن البدعہ وارد ہوئے تو اس کا کلیہ حفظ دین مامور یہ میں داخل ہونا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعہ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں۔ چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصار کے لئے زیادت

خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھہرا دیا گیا۔ سو مراد قوت اجتہاد یہ ہے اس فہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے۔

پس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ و قوت فہمیہ علمیہ خاصہ وہیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوت کی نصوص کے مدلولات خفیہ و معانی دقیقہ اور احکام کے اسرار و علل یعنی احکام تکلیفیہ و احکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی۔ گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسری شق میں ہو جاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے و اجتہاد و استنباط و شرح صدر وغیرہ یا عنوانات سے آیات و احادیث میں جا بجا تعبیر کیا گیا ہے۔

### مقصد چہارم

مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آن  
تقلید شخصی ثبات ہے اور اس کے معنی۔

### حدیث اول

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی و اشار  
الی ابی بکر و عمر الحدیث أخرجه الترمذی  
ترجمہ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ)  
رہو گے۔ سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتداء کیا کرنا جو میرے بعد ہوں  
گے اور اشارہ سے ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو بتلایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپ کے روبرو بھی موجود تھے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کجگو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا۔ پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا اور نہ یہ عادت مسترہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجع کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے۔ صرف اس کا جواز اور مشروعیت اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے۔ سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے گو ایک معین زمانہ کے لئے سہی۔

### حدیث دوم

عن الاسود بن یزید الی آخر الحدیث

ف یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم مع ترجمہ کے گزر چکی ہے ملاحظہ فرمایا جاوے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے۔ اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

## حدیث سوم

عن ہذیل بن شرحبیل فی حدیث طویل مختصرہ قال  
سئل ابو موسیٰ ثم سئل ابن مسعودؓ واخیر اخیر بقول ابی  
موسیٰ مخالفہ ثم اخیر ابو موسیٰ بقولہ فقال لاتساء لو نی  
مادام هذا الخبر فيكم اخرجہ البخاری و ابو داؤد الترمذی۔

(تیسیر کلکتہ ص ۲۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ : خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہذیل بن شرحبیل سے روایت  
ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ پھر وہی مسئلہ  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا۔ پھر  
ان کے فتویٰ کی خبر حضرت موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ  
عالم تبصر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو  
بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے۔

ف : حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے  
ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان  
سے پوچھنے کے لئے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخص ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح  
کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کرے۔



## مقصد پنجم

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی

اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

اول : اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ دعویٰ کا تعین ہو جاوے۔ سو جاننا چاہئے کہ کسی شے کا ضروری اور واجب ہو نا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ ہا ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔

دوسرے : یہ کہ اس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے ان امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عا دہ ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن و حدیث کا جمع کر کے لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کلمات ہی کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرمادی ہے۔

## حدیث چہارم

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

انا امة لا كتب ولا نحسب الحديث متفق عليه

(مشکوٰۃ انصاری ص ۱۶۶)

ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تو ایک امی جماعت ہیں نہ حساب جائیں نہ کلمات۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف والٹ حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کلمات واجب نہیں تو کلمات خاصا کیسے واجب ہوگی۔ لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوں مقید بالکلمات کرنے کے محفوظ رہنا عادتاً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن و حدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام امت کا والائے اتفاق چلا آرہا ہے۔ ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں۔ جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی تو جاننا چاہیے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات۔ اس لئے ایسی آیت و حدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لے کر تاکید حکم آیا ہو جیسے کلمات قرآن و حدیث کے جواب کے لئے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکور میں اس کے جواب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اس سے حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی۔ اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے لئے نص پیش کرنے کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں۔ ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون سے امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں۔

اول علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

ثانی خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

ثالث ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

رابع : اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

خامس : دائر احکام شرعیہ سے نہ ٹکنا۔ رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے سو یہ تجربہ و مشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد و غرض پرستی غالب ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دی گئی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ پس اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی۔

### تفصیل مفاسد ترک تقلید شخصی

ایک یہ کہ بعض اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کر دیں گے اور احادیث جو از اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔ ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہو گا تو احکام میں جس قدر تصریف و تحریف پیش آوے تعجب نہیں۔ مثلاً ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہاد یہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہے جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معلل ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اکثر اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک و صاف ہو جاویں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن

خود پاک صاف رہتا ہے اس لئے ہم پر وضو واجب نہیں، بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معطل ہے علت کے ساتھ اور کون حکم تعبیدی یعنی غیر معطل ہے۔ یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے۔ اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معطل ہے اس علت کے ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال ہی میں سہولت ہو۔

پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالا جماع کے غیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام و مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے امر رابع کا امور خمسہ مذکورہ سے۔

### حقیقت اجماع

کیونکہ حقیقت اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر اتفاق کر لیں اور اگر کوئی عمدۂ ایا خطاء اس اتفاق سے خارج رہے تو اس کے پاس کوئی دلیل محتمل صحت نہ ہو اور خطاء میں وہ معذور بھی ہو گا اور ظاہر ہے کہ امثلہ مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف رہا مگر وجہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح ہونے کے وہ قاذح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقیق اجماع نہیں، ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ اور متواتر ہونے کا دعویٰ مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیات منسوخہ التلاوت کو داخل قرآن اور حضرت ابو الدرداء سورۃ الدلیل کی آیت وما خلق الذکر والانثیٰ میں کلمہ

وما خلق کو اور ابن مسعودؓ معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے۔ گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں تو لازم آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی تر ہے حالانکہ ایک سماعت کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ سب اس کو تمام ازمہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی۔ اس لئے کسی نے سلفاً و خلفاً اس کو مضروء محل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی شبہ کی وجہ سے مغذور سمجھا وہ حدیثیں یہ ہیں۔

### حدیث اول

عن ابن عباسؓ قال قال عمر اقراءنا ابی واقضانا علی وانا لندع من قوی ابی وذلك ان ابیا یقول لا ادع شئیا سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد قال الله تعالی مانسخ من آیه او ننسها

(بخاری نظامی جلد ثانی ص ۶۴۴)

### حدیث دوم

عن علقمة قال دخلت نفر من اصحاب عبدالله الشاہ فسمع بنا ابو الدرداء فاتا نافقال افیکم من یقراء قلنا نعم قال فایکم اقراء فاشاء روالی فقال اقراء فقرات والیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی والذکر والا نثی قال انت سمعتها من فی صاحبک قلت نعم قال فان سمعتها من فی النبی صلی الله علیه وسلم وهولاء یا بون علینا

(بخاری جلد ثانی ص ۷۳۷)

## حدیث سوم

عن ابی ذی قال سالت ابی بن کعب قلت ابا المنذر ان  
اخاك ابن مسعود يقول كذا وكذا فقال ابی سالت رسول الله  
صلی الله علیه وسلم فقال لی قل فقلت فخن نقول كما قال  
رسول الله صلی الله علیه وسلم

(بخاری جلد ثانی ص ۷۴۴)

ف چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر گزر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں  
لکھا گیا۔ بالجملہ یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے اجتہاد کی  
کوئی تقلید بھی کرنے لگے۔ دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود  
اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے صرف ظاہر حدیث پر  
عمل کریں گے۔ سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ  
میں مسکوت عنہ ہیں ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لئے عمل نہیں  
کر سکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں۔  
پس جز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کر کے تقطل و بطالت کو  
اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خاف کا امور مذکورہ میں سے  
اور ایسے احکام کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ و احصر مشکل ہے۔ چنانچہ جزئیات  
فتاویٰ کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض  
احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے۔

حدیث

وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعاً  
والمغرب والعشاء جمیعاً من غیر خوف ولا سفر

(تیسیر کلکتہ ص ۲۴۰ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن فصل ثانی)

ترجمہ : اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدون سفر کے فقط۔

حالانکہ بلا عذر حقیقہ جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہر حدیث سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے اس میں قوت اجتہاد یہ سے تاویل کی جاتی ہے۔ پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی جس میں ترک ہے امر رابع کا۔ تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں، کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتویٰ کو لے لیا۔ سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آوے گی۔ مثلاً ایک شخص نے وضو کر لیا پھر خون نکلویا جس سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی۔ چونکہ اس شخص کا وضو بالا اجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی۔ پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کی لازم نہ آئے گی لیکن وجہ غلبہ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لے گا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو۔ پس اس قول کو دین سمجھ کر نہ لے گا بلکہ خاص غرض یہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ

شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا۔ خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا۔ اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو۔ اگر ایک لام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہو گا دوسرے کا تلاش کرے گا۔ غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اس کی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہوگی اور اس میں ترک ہے امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائے گا بعد چندے اس آزادی کا فردغ سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہے عجیب و بعید نہیں بلکہ غالب و قریب ہے۔

پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے۔ پس تقریر ہذا سے حمد اللہ تعالیٰ یہ امر ٹھنی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلاشبہ خلل پذیر ہو جاتے ہیں۔

ترک تقلید شخصی سے بلاشبہ امور خمسہ خلل پذیر ہوتے ہیں  
نمبر ۱۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

نمبر ۲۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا۔

نمبر ۳۔ ایسے امر سے چھٹا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

نمبر ۴۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

نمبر ۵۔ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتدبہ اسناد اور علاج ہے۔

پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا



واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحتاً ثابت ہے۔

## حدیث اول

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات وانما لا مری مانوی فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة يتزوجها فهجرته الى ما هجر اليه

امتنع عليه مشکوة انصاری ص ۱۳

ترجمہ : حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسولؐ کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسولؐ کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کے لئے ہجرت کی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف : اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص ہونے اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے۔ دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے حکم دوسری حدیث کے سب گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی۔ اس پر ملامت و شاعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

## حدیث دوم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علما مما یتبغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامہ یعنی ریحہا

(رواہ احمد ابو داؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سہل یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو جز اس کے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ متاع دنیا حاصل کر لوں گا تو قیامت کے روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

ف : مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے۔ پس یہ حدیث بھی امر لول کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث سوم

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احد کم حتیٰ یكون ہواہ تبعالما جئت بہ رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ هذا حدیث صحیح رونیاء فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح مشکوٰۃ صفحہ

۲۲

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔

روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں نووی نے اس کو اپنے اربعین میں صحیح کہا ہے۔  
 ف : اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے۔

### حدیث چہارم

عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم من وقع فی شبہات وقع فی حرام  
 کالرأعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لكل ملک  
 حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الحدیث متفق علیہ

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳۲)

ترجمہ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں  
 مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں  
 پڑنے لگتا ہے وہ ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی  
 چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چرائے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو  
 احتمال قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے۔ یاد رکھو! ہر بادشاہ کے  
 یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ  
 چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم  
 نے۔

ف : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں  
 پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضروری ہے اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء  
 کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

### حدیث پنجم

عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع مالا باس به  
حذراً لمابه باس

(رواه الترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۲۴)

ترجمہ عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ جن چیزوں کو خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ف : چونکہ تقویٰ بھس قرآنی اتقا واجب ہے لہذا اس حدیث کی رو سے موقوف ہے۔ ایسی چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المصیبت کا ہو اس لئے یہ بھی واجب ہوا۔ پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر دال ہے۔  
حدیث ششم

عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جارکم اللہ تعالیٰ من ثلث خلال ان لا تدعو علیکم نبیکم فتهلکوا جمیعاً وان لا یظهر اللہ اہل الباطل علی اہل الحق وان لا تجتمعوا علی ضلالة اخرجہ ابو داؤد۔

(تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۶۲ کتاب الفضائل باب رابع)

ترجمہ ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بدعائدہ نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہل حق پر غالب نہ کریں گے۔ تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہ ہو گے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

## حدیث ہفتم

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان نذب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاة والقاصية والناحية واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامه رواه احمد

۱۰ مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳

ترجمہ : حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک شیطان بھیڑیا ہے انسان کا جیس کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے (کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور اس سے دور جا پڑی ہو اور ایک کنارہ پر رہ گئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو (اہل دین کے) عام جماعت میں رکھو۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

## حدیث ہشتم

وعن ابی ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه رواه احمد وابو داود

۱۰ مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳

ترجمہ : ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت بڑ بھی جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ روایت کیا اس کو احمد و ابو داؤد نے۔

ف ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ جس امر پر اتفاق و اجتماع کر لیں وہ ضلالت نہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اس کی ضد اور خلاف

ضلالت ہو گا کما قال تعالیٰ 'فماذ ابعد الحق الا الضلال اور اجتماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی۔ پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالة ہو گی۔ پس اجماع کے مقصد پر عمل واجب ہو گا۔ اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہو گیا۔

### حدیث نہم

عن ابن عباس قال قال علیؑ لعمرؓ یا امیر المؤمنین! لقد علمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رفع القلم عن ثلاثة عن الصبی حتى یبلغ وعن النائم حتی یتقیظ وعن المعتوه حتی یرئی الحدیث اخرجه ابو داؤد

التیسرے کلکتہ ص ۱۲۶ کتاب الحدود باب ثانی

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں ایک نابالغ جب تک کہ بالغ نہ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جب تک کہ بیدار نہ ہو۔ تیسرا مجنوں جب تک کہ اچھا نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس میں استدلال ہی کی حاجت نہیں۔ پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز ان لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرۃ احکام سے کسی کو ٹکنا جائز نہیں قرآن میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ افحسبتم انما خلقکم عبثا لآینہ وقال اللہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یتزل

سدی

پس امر خمس کا وجوب بھی ثابت ہو گیا اور وجوب ان امور خمسہ کا

مقدمہ ثانیہ تھا۔ پس محمد اللہ ولیل کے دونوں مقدمے ثابت ہو گئے۔ پس مدعا کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہو گیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے۔

### مقدمۃ الواجب واجب

اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل مل و اہل عقل کے مسلمات سے ہے محتاج اثبات نہیں۔ مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کے لئے لائی جاتی ہے۔

حدیث : عن عقبہ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصی رواہ مسلم

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲۸)

ترجمہ : عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گناہ گار ہوا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ وقت حاجت ایک : جب یعنی اعلاء کلمتہ اللہ کا مقدمہ ہے اس لئے اس کے ترک پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت الحاجت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ اب دلیل مذکور پر دو شبہ وارد ہو سکتے ہیں۔

### جواب شبہ بر عموم وجوب تقلید شخصی

ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت

ہے کہ بدوں تقلید شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی ان ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہیے عام فتویٰ وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے چمانے کے لئے ہوں اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کر کے حکم عام دیا جاتا ہے اور یہی معنی ہیں فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ابہام ہو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث : عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضها فقال امتهو کون انتم کما تہوکت الیہود وانصاری الحدیث رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہمیں باتیں لکھ لایا کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ف چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام ممانعت فرمادی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور مصلح فی الدین شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنہ عامہ ہو اس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دی جاتی



شرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو۔ پس وہ شبہ رفع ہو گیا اور اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا ہے۔

حدیث دیگر : عن شقیق قال کان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ يذكر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذلك انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يتخولنا بها مخافة السامة علینا متفق علیہ

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۵)

ترجمہ : شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ہم کو دوعظ سناتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز دوعظ فرمایا کریں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ اس لئے وقتاً فوقتاً دوعظ سے خبر گیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کر کے) دوعظ سے خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ روایت کیا ان کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اکتانے والے تھے ہی نہیں، چنانچہ خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کر کے آپ نے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہو گیا اور روایت کثیرہ میں احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر

مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکورہ رفع ہو گیا۔

جواب شبہ عدم ثبوت یک مقدمہ وجوب تقلید شخصی از حدیث

دوسرا شبہ جو محض لاشئ ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور خمسہ مذکورہ کا واجب ہونا بلا شک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعویٰ کیسے حدیث سے ثابت ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعویٰ کی کیا خصوصیت ہے؟ یہ قصہ تو تمام شرعی دعوؤں میں ہے۔ مثلاً ایک شخص کی عمر پچیس برس کی ہے اس پر تمام علماء و عقلا نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جاوے تو یہی کہا جاوے گا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یا نہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کے لئے ہے نہ بیان واقعات جزئیہ کے لئے۔

واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن والحدیث ہونے سے اس دعویٰ کو ثابت باقرآن والحدیث کہا جاتا ہے۔ یہی تقریر شبہ مذکور کے جواب میں جاری کر لو اور یہ لو پر طے ہو چکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر ہے بالذات نہیں۔ پس محمد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہو گیا۔

## وجہ تخصیص مذاہب اربعہ و در بعض بلا تخصیص مذہب حنفی

رہا یہ امر کہ مذہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے گزرے ہیں جن کے اسماء اقوال جا جاکتاوں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں کر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا مضمّن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جاوے جس کا مذہب اصولاً و فروغاً ایسا مدون و منضبط ہو کر قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملے گا اس کے لئے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت پڑے گی جس کا فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بناء پر مدت سے اکثر جمہور علماء امت کا یہی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت و الجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ رہا یہ امر کہ اور مذاہب اس طرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے اس کے اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں۔ مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ ہم سے پہلے بلا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں، ہمارے لئے انحصار ثابت ہو گیا رہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں

جہاں سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں۔ اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاوالت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے۔

رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں، وہاں جا کر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے وجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں۔ اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہو چکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقامات پر پہنچنے کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کر لی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہیے جس شخص کو قوت اجتہاد یہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ ترجیح کے وجوہ تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل ترجیح بلا مرجح ہو گا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب میں دوسرے عوام الناس کے لئے جو قبیح ہیں خواہش نفسانی کے ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا کہ جو امر عوام کے لئے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جاسکتا ہے اور یہی جہاں ہے علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنون ہے۔

رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے تو اس کے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ

ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی شائع ہے تب تو اس کے لئے یہی امر مرتجح ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کے لئے دعویٰ ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند رہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہ ہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کی بعد مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاوے گا لیکن ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہو گی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے اب بفضلہ تعالیٰ اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا

## مقصد ششم

جواب شبہ منع قرآن از قیاس

بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب

شبہ اول

قرآن مجید کی اس آیت میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي عَنْ الْحَقِّ شَيْئًا یعنی ظن افادہ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں۔

جواب ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولا یہ آیت ان احادیث کے

معرض ہو گی جن سے اس کا جواز ثابت اور مقصد لول میں لکھی گئیں۔ ثانیاً  
اکثر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو  
متواتر ہیں ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان سے ایک کی تعیین و ترجیح  
ذو ظنی ہو گی تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور  
دونوں امر باطل ہیں۔ پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت  
میں ظن سے زعم بلادلیل ہے چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا الْأَحْيَاتُ النَّاسِئَاتُ نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا  
إِلَّا الظُّلُمُ وَمَالَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ  
ترجمہ اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی  
مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے حالانکہ ان  
کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف ان کا ظن ہی ظن ہے۔ اور یقینی بات  
ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ  
تھی بلکہ محض ان کا دعویٰ بلادلیل تھا اس کو ظن فرمایا۔ اسی طرح لوہر کی آیت  
میں مراد ہے۔

## شبہ دوم

جواب شبہ منع قرآن از تقلید و معنی آیت وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا  
النَّحْ

قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ  
اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ  
أَنَّا لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ  
ترجمہ جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ

نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں کیا ہر حالت میں اپنے آباء و اجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کے آباء و اجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں۔ ط

پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا برا ہے اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام و مجتہد کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیے وہ آیت یہ ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

ترجمہ : اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید محکوم عند کو کوئی مناسبت نہیں تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں۔

اول : یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں۔

دوسرے : یہ کہ ان کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیات و احادیث ہی ہے مگر میں بے علم یا کم علم یا ملکہ اجتہاد و قوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات و احادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کئے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور رائج ہے۔ لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر ان کے بتلانے کے موافق اسی لئے علماء نے اتھ کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ

مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے نہ وہ علم ہدایت سے معرا تھے جیسے تواتر سے ان کا عاقل اور متدی ہونا ثابت ہے۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آئے گا۔ ان احادیث کے ساتھ جو مقصد لول میں جواز تقلید کے باب میں گزر چکی ہیں۔

### معنی آیت فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ الْخ

اور تقریر بالا سے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبت احکام، یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے اور اس میں ان کی مخالفت نہیں۔

### شنبہ سوم

#### جواب شبہ مع حدیث از قیاس

احادیث میں دین کے اندر رائے لگانے کی مذمت آئی ہے اور رائے عین قیاس ہے پس قیاس ناجائز ہوا۔  
جواب: رائے سے مراد مطلق رائے نہیں ورنہ ان احادیث سے معارضہ لازم آوے گا جو مقصد لول میں اثبات جواز قیاس میں گزر چکی ہیں بلکہ وہ رائے مراد ہیں جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو محض تخمین عقلی جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث عن علی انه قال لو كان الدين بالرأي لكان أسفل الخف أولى بالمسح من أعلاه ولكن رایت رسول الله صلى الله عليه



وسلم یمسح اعلاه اخرجہ ابو داؤد

(تیسیر کلکتہ ص ۲۹۱ کتاب الطہارۃ باب سادس)

ترجمہ : حضرت علیؑ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا تو موزہ کے نیچے کی جانب بہ نسبت اوپر کی جانب کے مسح کی زیادہ مستحق تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

آہ خلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہؓ سے اس رائے کا استعمال قولاً و فعلاً ثابت ہے۔ چنانچہ مقصد سوم کی حدیث پنجم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول رايت فی ذلك الذی رائی مع ترجمہ گزر چکا ہے جس سے استعمال قولی و فعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضی پر کہ جمع قرآن ہے عمل بھی فرمایا۔

## شبہ چہارم

### جواب شبہ ذم سلف قیاس

قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے اول من قاس ابلیس یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے۔

جواب قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزہ قیاس کے ساتھ مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آوے گا بلکہ ویسا ہی قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدالۃ کو قیاس سے رد کر دیا۔ سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بلکہ کفر ہے۔ خلاف

قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لئے ہوتا ہے۔

## شبہ پنجم

جواب شبہ مع مجتہدین از تقلید

ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب : مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو ورنہ ان کا یہ قول لولا احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گزر چکی ہیں۔ ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا فعل سے تو اس لئے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح ان کے فتاویٰ جو خود ان کے مدون کئے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو ان کا یہ فعل خود خود تقلید ہے اور قول سے اس لئے کہ ہدایہ اولین وغیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوا دے اور وہ اس حدیث کو سن کر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گنہگار یہ سمجھا جائے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھاپی لے تو اس پر کفارہ لازم آوے گا اور دلیل میں ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے۔ لاں علی العامی الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقہ اے معرفۃ الاحادیث ہدایہ ص ۲۰۶) یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء

کرے کیونکہ اس کو حدیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کو قوت اجتہاد یہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوت اجتہاد یہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود دال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے اور غیر صاحب قدرت اجتہاد یہ کو گوئی دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں۔ پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جو عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہاد ہی کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

## شبه ششم

### جواب شبه بدعت بودن تقلید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کے زمانہ میں تقلید نہ تھی اس لئے بدعت ہوئی۔  
جواب : مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ تدوین حدیث و کتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور ظاہر نظر میں اولاً یہی شبه ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیق کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے دفع ہو گیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گزر چکا۔ یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

جواب شبہ بدعت بدون تقلید شخصی

تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا اس لئے یہ بدعت ہوئی۔

جواب : مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گزر چکے ہیں۔

### شبہ ہشتم

جواب شبہ تقلید شخصی نبودن در سلف

اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے؟

جواب : چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے۔ بعض واجبات مقصودہ کا اس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہو گا چونکہ سلف سلامت صدور طہارت قلب و تورع و تدین و تقویٰ کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف نہ تھے لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی۔

اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا دربارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہو گئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کی حالت کے تغیر و تبدل سے متغیر ہو سکتی ہے خلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں تبدل کا اعتقاد الحاد ہے جیسا بہت لوگ آج کل اس میں مبتلا ہیں۔ اس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے زمانہ مبارک میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ غنقریب ایسا زمانہ آوے گا جس میں عزالت ضروری ہو جائے گی۔ چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو بلکہ جائز بھی نہ ہو اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے۔ پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخر میں واجب ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے۔

## شبہ نہم

### جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے۔  
جواب : قوت اجتہاد یہ کاپایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں کینما اتفق مختلف ادواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن و حدیث سے مستبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارات یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں پھر فقہاء کے جوابات اور ان کے اولیاء سے موازنہ کر کے انصاف کریں اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاء اللہ تعالیٰ اس کا واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوت مفقود ہو گئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ

نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا پھر جیسا قوت حافظہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہاد یہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول مدون کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قابل تقلید ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں یہ قوت مذکورہ مان بھی لی جاوے جب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلاتا ہے کہ وہ دین میں جو چاہیں گے کہہ دیا کریں گے اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

## شبہ دہم

### جواب شبہ خلاف بودن تقلید شخصی

قرآن و حدیث بہت آسان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ لِّشَخْصٍ سَمِعَهُ يُسَمِّئُهُ اور اب تو اردو ترجمے ہو گئے ہیں کسی کو بھی دشوار نہیں رہا پھر کیوں تقلید کی جائے خود دیکھ کر عمل کر لینا کافی ہے۔

جواب مقصد سوم میں بحث قوت اجتہاد یہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں، ان کی اول حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں۔ پس آیت بالا میں قرآن کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے

آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لئے معافی و قیہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے۔ مقصد سوم کو تمامہ دیکھ لینے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان معافی کے سمجھنے کے لئے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے۔

## شبہ یازدہم

### تقلید شخصی کا خلاف دین ہونا

حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے۔ پس تقلید شخصی خلاف دین ہے۔  
جواب : دین کے آسان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی کوئی ناگواری و گرائی نہیں ہوتی ورنہ آیت إِنَّهَا لَكَيْبَرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ اور حدیث حفت الجنة بالمکارہ کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی؟ کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرت عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لئے خلاف دین نہیں اور جب وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونے کا کب احتمال ہے۔

## شبہ دوازدهم

### ائمہ اربعہ کی تقلید

اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہؓ زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پیچھے؟

جواب: مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کے لئے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضروری ہے اور حضرات صحابہؓ میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے۔ البتہ ان ائمہ کے واسطے سے ان کا اتباع بھی ہو رہا ہے۔

## شبہ سیزدہم

### جواب شبہ تقلید در منصوص

جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں ان میں تقلید کرنا کیا ضروری ہے؟

جواب: ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ و معانی متعددہ کو محتمل ہوں۔ گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں۔ پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی۔ قسم ثانی ظنی الدلالة کہلاتی ہے اس میں تعین احد الاحتمالات کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی۔ قسم ثالث قطعی الدلالة کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو۔



## شبہ چہار دہم

جواب شبہ مخالف بودن بعض مسائل حدیث

بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں، ان میں کیوں تقلید کرتے ہو؟  
جواب۔ کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے  
تین امر پر۔

امر اول: اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو۔

دوسری: اس کی دلیل پر اطلاع ہو۔

تیسری: وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امور میں سے ایک بھی  
خفی رہے گا مخالف کا حکم غلط ہو گا۔ مثلاً امام صاحبؒ کا قول مشہور ہے کہ نماز  
استسقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے  
کیونکہ احادیث میں نماز استسقاء پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے  
لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استسقاء سنت مؤکدہ نہیں چنانچہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے نماز پڑھ کر دعا بداران کی کبھی بلا نماز دعا فرمادی  
جیسا بخاری میں حدیث ہے۔

عن انس قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم يخطب  
يوم الجمعة اذ قام رجل فقال يا رسول الله هلك الكراع وهلك  
الشاء فادع الله ان يسقينا فمديديه ودعا

اجلد اول صفحہ ۱۲۷

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض  
کیا یا رسول اللہ گھوڑے اور بھریاں سب ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا

فرمائیے کہ بارش فرمادیں آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی۔

چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا

ہے قلنا فعلہ مرة وترکہ اخری فلم یکن سنتہ (اولین ص ۶۵)  
پس وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالف کا نہ ہو گا اسی طرح اگر دلیل خفی رہے مثلاً  
ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھ کر مخالفت کا  
حکم کر دیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث  
میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا  
ایک ہی حدیث مختلف وجوہ مختلفہ کو ہو مجتہد نے بعض وجوہ کو قوت اجتہاد یہ سے  
راجح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں  
ہے۔ جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے اس سے  
قتل و قتال کرو۔ اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے  
دلائل کلیہ کی وجہ سے زبردستی پر محمول ہے۔ اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی  
پر محمول کر لیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی کیونکہ اس کا عمل حدیث کی ہی  
ایک وجہ پر ہوا۔ اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا  
غلط ہو گا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اور  
دلیل میں وجملہ وفضالہ مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی  
مخدوش ہے مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالا کف کے ساتھ نقل  
کی ہے جس سے وہ سب خدشات دفع ہو جاتے ہیں۔

پس معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حمل کے اس چھ کو ہاتھوں

میں یعنی گود میں لئے لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا یہ تیس ماہ ہوتا ہے، اب  
بلا تکلف دعویٰ ثابت ہو گیا۔ حاصل یہ کہ یہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا  
کام ہے جو روایات میں متبحر ہو درایت میں حاذق و مبصر ہو اور جس شخص میں

بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کا کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حافظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جملہ بے چارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہہ دینا کتنی بڑی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرمادیں۔ چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فوراً ترک کر دیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچی۔ چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے کیونکہ انہوں نے قصد اخلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گئی جس میں بروے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔

حدیث : عن عمر وبن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم ثم اخطا فله اجر

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)

ترجمہ : عمر وبن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اور اگر کوئی کہے کہ دعویٰ و دلائل و وجہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں ان کو دیکھ کر توافق و مخالف کا سمجھ لینا آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ تو صاحب مذہب سے منقول ہیں۔ مگر تدوین احکام کے وقت ان حضرات کی عادت نقل دلائل کی نہ تھی اس لئے دلائل ان سے منقول نہیں۔ متاخرین نے اقتاع کے لئے اپنی نظر و فہم کے موافق کچھ لکھ دیئے ہیں۔

پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال ضعیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا۔ چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جبکہ دلیل منقوص خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا اوپر آیت وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ سے استدلال کرنے میں گزرا۔ پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے محتمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں۔

## شبہ پانزدہم

جواب شبہ بر تخصیص اربعہ

مجتہدین اور بھی بہت سے گزرے ہیں ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے؟  
جواب : مقصد پنجم میں گزر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے۔

## شبہ شانزدہم

جواب شبہ بر دعویٰ اجماع الانحصار

بعض نے اس انحصار فی الذہاب الاربعہ پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ

میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے ہیں۔

جواب یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہو گا مگر دعویٰ ظنی کے اثبات کے لئے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو معتد بہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گزر چکا ہے کہ ہر اختلاف قاذح اجماع نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دراصل سے ثابت ہو چکا ہے اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے۔

### شبہ ہفدہم

جواب شبہ ضعیف احادیث مستند و حنفیہ

اگر تقلید شخصی ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہؒ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک اس واجب کے ہوں گے کیونکہ اتباع بدوں معرفت متحقق نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بناء پر بعض علماء کا قول ہے العامی لا مذهب لہ لیکن اجمالی معرفت ان کو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہے جو یہاں شائع ہے۔ چنانچہ اگر وہ مقتداء اس مذہب کی تقلید چھوڑ دے فوراً وہ عالمی اس سے جدا ہو جاتا ہے پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کے لئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانے میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزار ہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہذا اس پر اکتفا کیا گیا۔ اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے

مقصود اصلی یہ ہے کہ آثار فقہ و اتباع ہوانہ ہو اور وہ بدوں معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے لہذا معرفت اجمالی کافی ہے۔

## شبہ ہشتم

جواب شبہ حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیفہ میں

حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعضی احادیث غیر ثابتہ اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پھر راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہیں؟

جواب : اول تو یہ کہنا کہ ان کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر قواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ میں یا صحیح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں۔ چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عندالحدیث ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوت اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا امر راوی کا ثقہ و ضابط ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں۔ اسی طرح کسی راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے چنانچہ بہت سی روایت میں بھی محدثین مختلف ہیں۔

جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب پر حجت ہوں اور فقہاء ترجیح بین الاحادیث کے لئے دوسرے قواعد و دلیل سے تجویز کریں جیسا کہ کتب اصول میں مذکور ہیں تو ان پر انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اور قواعد فقہاء کے

موافق قابل استدلال ہو۔ علاوہ اس کے کبھی قرآن کے انضمام سے اس کا ضعف منجر ہو جاتا ہے جیسا فتح القدیر مطبوعہ کشوری کے ص ۲۹۲، ص ۲۹۳ حدیث اور تکبیر جنازہ میں لکھا ہے دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اس کی صفت اصلیہ تو ہے نہیں رلوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ مجتہد کو سند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی رلوی ضعیف اس میں آگیا۔ پس ضعف متاخر مستدل مقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ ہو تو اول تو یہ ہے کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اس کا استدلال قوں مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ المجتہد اذا استدلل بحديث كان تصحيحه منہ پس گو سند اس کی معلوم نہ ہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہو گئی۔ پس اس کے استدلال میں مضر نہ ہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اس کا قول و عمل ہونا دلیل ضمنی ہے اس کے ساتھ تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ نسائی ص ۳۷۱ میں ابن ہمام کا قول ایک حدیث کے متعلق نقل کیا ہے ترمذی کا کہ العمل علیہ عند اهل العلم من قوت اصل حدیث کو مقتضی ہے کو خاص طریق ضعیف ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضاء جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا تمسک نہ ہوا۔

پس ظن تمسک ثابت ہو گیا اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں رہا خیر ثابت ہونا سوا اول تو ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں جنس جہد نہ شواہد دوسری حدیث میں موجود ہیں۔ چنانچہ کتب تحریج سے معلوم ہو سکتا

ہے تیسرے۔ یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول الزم نہیں آتا جیسا شبہ چہارم کے جواب میں گزر چکا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس۔ پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اس کے دعویٰ میں مضرو قاذح نہیں ہو سکتا اور اثر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجماعاً تو جواب شبہ چہارم میں گزر چکا ہے اور تفصیل انشاء اللہ مقصد نہم میں آتا ہے۔

## شبہ نواز دہم

جواب شبہ خدا نخواستہ حضرت امام اعظم مجتہد نہ تھے

اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی کی جاوے۔ امام ابو حنیفہ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کے لئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مؤرخین ان کو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے۔ پس نہ ان کے مسائل پر وثوق ہے نہ ان کی روایت پر اعتماد ہے۔

جواب : جس مؤرخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مؤرخ نے امام صاحب کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے "ویدل علی انہ من خیار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذهبہ فیما بینہم والتعویل علیہ اعنار ردوا و قبولا

ترجمہ : یعنی امام ابو حنیفہ کی حدیث میں یہ مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان ان کا مذہب معتد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر۔"



اور جب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کے لئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مورخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے۔ پس الاحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم يلزم وجود اللازم پھر جو اس مورخ نے ایسا قول لکھ دیا ہے جو خود اس کی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سو یا تو خود اس کی یا کسی کاتب و ناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور يقال سے اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے۔ اس لئے اس کی اگر تاویل نہ کی جاوے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مؤرخ حسب تصریح شمس الدین سخاوی علوم شرعیہ میں باہر نہیں ہے اس لئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں۔ نقل کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمد کے مؤطا و کتاب الحج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق اور دارقطنی و شہبہ و طحاوی کی تصانیف کو مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحب کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گئے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائے گا اور عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی، ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دارقطنی و ابن الجوزی و نووی و ذہبی اور ولی الدین عراقی و ابن حجر مکی و سیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیعوں، علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور خود مؤرخ نے قصہ سخاوی کہ جو امر تاریخی صریح

عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں۔ پس امام صاحب کے مجتہد نہ ہونے کا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لا باس به لم یکن متھما (امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور ان پر شبہ غلطی کا نہیں اھ) اور ابن معین جیسے رئیس الفقہاء کا کہہ دینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقتہ کہنے کے ہے اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

عن علی ابن المدینی ابو حنیفہ روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وھشام ووکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون وھوثقہ لا باس به وکان شعبۃ حسن رای فیہ وقال یحییٰ بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفہ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا

ترجمہ : علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارہ میں اچھی تھی اور یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں بہت افراط و تفریط کرتے ہیں۔ کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں؟

ایسے اکابر کی تصریح کے بعد شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی  
هذا كله ملقطة من مقدمة عمدة الرعاية للشيخ مولانا عبدالحی  
الکهنوی

## جواب مرجیہ یوں حنفیہ

غینہ میں اصحاب ابو حنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا۔

جواب : غینہ اس وقت مجھ کو نہیں ملی اس کی عبارت کو دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا۔ لیکن سر دست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعدا و فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لئے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ غسانی کوئی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وغسان کان یحکیمہ عن ابی حنیفہ ویعدہ من المرجیہ  
وهو افتراء علیه قصد به ترویج مذہبہ لموافقة رجل كبير قال  
الامدی ومع هذا اصحاب المقالات قد عدوا ابا حنیفہ واصحابہ  
من مرجیة اهل السنة ماحل ذلك لان المعتزلة فی الصدر كانوا  
يلقبون من خالفهم فی القدر مرجیا اولان قال الايمان  
والتصديق لا ينقص ظن ارجاء بنا خیر العمل عن الايمان وليس  
كذلك اذ عرف منه البالغة فی العمل والا جتها دفيه

ترجمہ : اور غسان اپنے قول مذکور کو امام ابو حنیفہ سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر افتراء محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے علامہ آمدی کہتے ہیں اور باوجود اسکے ناقلین اقوال نے امام ابو حنیفہ کو اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت سے شمار کیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا

لقب دیتے تھے۔

اور یاد رہے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اس لئے ان پر ار جاء کا شبہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور حالانکہ اس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و مشہور ہے۔ آو اس عبارت سے کئی جواب معلوم ہوئے۔

- ۱۔ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ پر افتراء کیا۔
- ۲۔ معز لہ نے عناد اہل سنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے۔

۳۔ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا پس غنیۃ کی عبارت یا تاویل ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے۔

### شبہ - نسبت و حکم

جواب شبہ - اپنی نسبت حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف کیوں کرتے ہیں

اپنے کو جانے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسب کر کے محمدی کہا جاوے امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے۔

جواب ۔ اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو سو جاننا چاہیے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے۔ آیا

یہ کسی عاقلہ سے جائز ہے یا نہیں؟ سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين  
الحديث رواه احمد و ابو داؤد والترمذی وابن ماجه

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲)

یعنی ”اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے  
طریقہ کو“

دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو  
خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق  
دینی کا نسبت کر دینا غیر نبی کی طرف کسی ملاہست سے جائز ہے۔ پس اگر کسی  
نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ  
وہ اس کو سمجھ کر بتلانے والے ہیں منسوب کر دیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک  
رازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک  
مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا۔ مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی  
طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

قال الله تعالى وَيَكُونُ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ۔ یعنی دین سب اللہ ہی  
کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر  
اللہ کی طرف کرے رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے اُنچے سو غلط محض ہے کیونکہ  
جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا  
جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو  
اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا محض تحصیل حاصل  
ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

## شبہ - بسنت و دوم

### جواب شبہ - عمل باقوال صاحبین

تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے امر کے بعض اقوال پر فتوے دیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی۔؟

جواب : صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ ان ہی کے اصول سے مستخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس لئے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے امر کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفسد کا بند کرنا ہے۔ پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے۔

## شبہ - بسنت و سوم

### جواب شبہ - عدم اتصال مذہب بہ امام صاحب

مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر ان کی تقلید کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب : سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا۔ پس ان اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے ان سے یہ

اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی ان کو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعین ان کے اسماء و صفات کی نہ کی جائے۔ پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں مظنون اور عمل کے لئے دونوں کافی ہیں۔

### شبہ - بست و چہارم

جواب شبہ - مختلف یا مسکوت عنہ یوں بعض مسائل فقہ

بعض مسائل میں روایات فقہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقہ ساکت ہیں پس صورت اولیٰ میں وہ مفاسد لازم آویں گے جو عدم تعین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑے گا جس کا منقطع ہونا نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہو چکا ہے پس محذور مشترک رہا۔

جواب : اول تو مہمات مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں۔ پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہاء نے رائج و مرجوح کی تعین کر دی ہے۔ پس وہاں تو شبہ بھی نہیں اور جہاں جانہن میں تساوی ہو تو چونکہ بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اس کی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے مقید و وابستہ ہیں اس لئے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آوے گا۔ اسی طرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہو گا اور جواب شبہ نہم میں گزر چکا ہے کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں اس لئے اس میں بھی ایسا اطلاق نہ ہو گا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شبہ بست دوم میں بیان ہوا ہے۔

## شبہ - بست و پنجم

جواب شبہ - غلو بعضے در تقلید

بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔

جواب : یہ قاعدہ ان امور میں ہے جو شرعاً ضروری نہ ہوں جیسا مقصد پنجم کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں حضرت عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے اور جو امر شرعاً واجب ہو اگر اس میں مفاسد لازم آئیں تو ان مفاسد کو روکا جائے گا اور اہل مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی۔ خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کے لئے موجب زیادت ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا۔ پس جب تقلید شخصی کا وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفسدہ دیکھا جائے گا اس کی اصلاح کی جاوے گی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے۔ چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ طبعاً و ضمناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استغفاراً و قصداً مقصد پنجم میں آتا ہے۔ ہر چند کہ اس مقام میں کل پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہے۔ لیکن امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی تقریریں قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کی شفاء کے لئے بھی کافی ہوں گی ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء بتلانے کے لئے جاہا موجود ہیں ان سے مراجعت کر لیں۔



## مقصد ہفتم

مقصد ہفتم در منع افراط و تفریط فی التقلید و جواب اقتصاد

جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق لو پر ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کو شارح و بانی احکام سمجھ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مبین احکام اور موضح شرائع و منظر مراد اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اعتقاد کر کے کی جاتی ہے۔ پس جب تک کوئی امر منافی درافع اس اعتقاد کا نہ پایا جاوے گا اس وقت تک تقلید کی جاوے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بھر طیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں رائج دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں۔

اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے جانے کے لئے لوٹی ہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے۔ دلیل اس کی یہ حدشیں ہیں۔

حدیث اول

عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الم تران قومک حین بنوا الکعبۃ اقتصر واعن قواعد ابراہیم فقلت یا رسول اللہ الا تردھا علی قواعد ابراہیم فقال لو لاحد ثان قومک بالکفر لفعلت الحدیث اخرجہ الستۃ الا ابا داؤد

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا ہے تو بیاد ابرہہؓ سے کی کر دی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ پھر آپ اسی بیاد پر تعمیر کر لو بیچئے۔ فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے ترمذی اور نسائی اور مالک نے۔

ف : یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جا دے گی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا اس لئے اس میں دست اندازی نہیں کرتا۔ دیکھئے باوجودیکہ جانب رانج یہی تھی کہ قواعد ابرہہؓ پر تعمیر کر دیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی نا تمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی۔ آپؐ نے خوف فتنہ و تشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اس کو درست کر دیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا۔ غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے۔

### حدیث دوم

عن ابن مسعود انه صلى اربعاً فقیل له عبت علی عثمان

ثم صلیت اربعاً فقال الخلاف شر اخرجہ ابو داؤد

تیسیر کلکتہ ص ۲۲۹ کتاب الصلوۃ باب ثامن

ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قص کرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپؐ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک جانب راتؔ سفر میں قصر کرنا ہے مگر صرف شر و خلاف سے بچنے کے لئے اتمام فرمایا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ بہر حال ان حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہو گئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر نا جائز لازم آتا ہے اور جز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راتؔ میں حدیث صحیح صریح موجود ہے۔ اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہو گا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہو گی۔ کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن و حدیث پر سولت و سلامتی سے عمل ہو۔ جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن و حدیث پر عمل ہو گا۔ ایسی حالت میں بھی اسی پر جما رہنا یہی وہ تقلید ہے جس کی مذمت قرآن و حدیث و اقوال علماء میں آئی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے۔

عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
وسمعتہ یقرأ اتخذوا احبارہم ورهبانہم اربا بامس دون اللہ  
قال انہم لم یكونوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا احلوا شیئا  
استحلوه واذا حرموا علیہم شیئا حرموا اخرجه الترمذی

تفسیر طحکنہ ص ۵۹ کتاب التفسیر سورہ برآۃ

ترجمہ حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا۔ خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہ کرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہہ

دیتے وہ اس کو حلال سمجھنے لگتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام سمجھنے لگتے۔“

مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اس کو آیت و حدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر و محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے فوراً ترک کر دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن نميلة الانصاري قال سئل ابن عمر عن اكل انفنذ فتلا قل لا اجد فيما اوحى الى محرما على طاعم يطعمه الاية فقال شيخ عنده سمعت ابا هريرة يقول ذكر انفنذ عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خبيث من الخبائث فقال ابن عمران كان قال هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو كما قال اخرجه ابو داود

تبسیر طحاوی ص ۴۰۴ کتاب الطعام باب ثانی فصل اول المقنذ

ترجمہ نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کچھوے کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قل لا اجد الخ پڑھ دی جس سے اشارہ کرنا حکم غلت کا تھا۔ ایک معمر آدمی ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھوے کا ذکر آیا تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ تمہارے خباثت کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یو نہی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ملاء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شبہ چہار

دہم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جن سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب و تقلید جامد کی اس تہمت کا غلط ہونا متیقن ہو جاوے گا جس کا منشاء اکثر روایات پر بذا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا غیر معتمد علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی و بد زبانی کرنا یا دل سے بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا ہرند ضعیف پہنچی ہو یا اس کو کسی قرینہ شرعیہ سے ماوّل سمجھا ہو اس لئے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے ان کے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بد زبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہؓ کہ جن کا کمال علمی مسلم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر ان کے کمال علمی میں اس کو موجب نقص نہیں کہا گیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن عبید بن عمیر فی قصة استیذان ابی موسیٰ علی  
عمر قال عمر خفی علیٰ هذا من امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
الہانی المصتفق بالاسواق الحدیث باختصار

بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲

ترجمہ عبید بن عمیرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کے حضرت عمرؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجھ کو بازاروں میں جاکر سودا سنبھالنے سے مشغول کر دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف دیجھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے ان پر کم علمی کا طعن نہیں کیا۔

یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اس پر طعن کرنا مذموم ہے۔ اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اس شخص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے اور وہ اس امان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد کر رہا ہے برائمن جائز نہیں۔ اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بغیر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا کہ اپنا مذہب ظنا صواب مجتہل خطاء اور دوسرا مذہب ظنا خطاء مجتہل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے کہ سب جب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جائے۔ پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور حسد و بغض و عناد نزاع و غیبت و سب و شتم و طعن و لعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہوگا۔

### معنی اہل سنت و جماعت

البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور ان کے عقائد کے خلاف ہیں لہذا ایسا شخص اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت و بدعتی میں داخل ہے۔ اسی طرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن و حدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتیٰ الامکان اجتناب، احتیاط لازم سمجھیں اور مجاہدہ

متعارف سے بھی اعراض کریں۔ وهذا هو الحق الوسط واما ما عد ادلك  
فغلط وسقط اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا  
وارزقنا اجتنابه

## خاتمہ

### خاتمہ دردلائل بعض مسائل

اس میں چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ  
ظاہر ہو جاوے کہ مقلدین حنیفہ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے  
تخصیص کی دوجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ ان میں شور و شغب زیادہ ہے دوسرے یہ  
دوسرے آسکتا ہے یا ڈالا جاسکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل  
العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو۔ اس مذہب میں  
حق ہونے کا کب احتمال ہو سکتا ہے سو اس سے یہ دوسرے دفع ہو جائے گا اور  
ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں بلکہ اس کام  
پر یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ یہ دعویٰ  
ہے کہ ان استدالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کے  
سے دلائل ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات منفرظیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود  
صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم بھی بے راہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد  
سے اور معتد ضمین بد زبانی و بد گمانی سے نجات پاویں۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب  
دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس حدیث کے کیوں مخالف ہوئے۔ سو  
اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ  
جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تاویل کرنی جاتی ہے  
تو اس کی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل معد دلائل یہ ہیں۔

## ۱۱۵ مسئلہ اولیٰ

مسئلہ مثلین

ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے؟

حدیث

عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال له صار دثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد (حتی ابرد) الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدة الحر من فیح جہنم

بحاری مصطفائی ج ۱ ص ۸۷

ترجمہ : ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپؐ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے پھر فرمایا ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف۔ وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جس وقت اس کے برابر ہو گا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہو گا۔ جب اس وقت اذان ہو گی تو ظاہر ہے کہ ماؤ فراخ سلوۃ کے گلبں ایک مثل مصطلح سے سایہ تجاوز کر جاوے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیہ اط سے مشہور ہے۔



”وضو کر کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں اُٹتا“

حدیث

عن طلق بن علی قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مس الرجل ذكره بعد ما يتوضأ قال وهل هو الا بصيغة منه رواد ابو داؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجه

نحوہ مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۲۲

ترجمہ : طلق بن علی سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگا دے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہو گیا) روایت کیا اس کو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب۔

ف : حالات حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے۔

مسئلہ سوم

ناقص نبودن مس زن

عورت کو چھونے سے وضو نہیں اُٹتا۔

حدیث

عن عائشہ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بعض ارجاجہ ثم یصلی ولا یتوضأ، رواد ابو داؤد والترمذی

مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۲۲.

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا سر لے لیتے تھے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

حدیث دیگر

عن عائشۃ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلائی فی قلبتہ فاذا اسجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام استطیلہما فقالت البیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح متفق علیہ

مشکوٰۃ انصاری ص ۱۶۶

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپؐ کی نماز کے رخ ہوتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپؐ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی۔ اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے پس کا غیر ناقص وضو ہونا ظاہر ہے۔

## مسئلہ چہارم

### مسئلہ فرضیت مسح رجب راس

وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے۔

حدیث

عن المغيرة بن شعبه قال ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ، فمسح بنا صيته الحديث رواه مسلم

(مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۲۸)

ترجمہ : مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

ف : اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لئے رکھا جائے تو بقدر رجب سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

## مسئلہ پنجم

### مسئلہ عدم اشتراط تسمیہ در وضو

اگر وضو میں بسم اللہ ترک کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

## حدیث

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوئہ طہر جسده کلہ واذا لم یذکر اسم اللہ لم یطہر منه الاموضع الوضوء اخرجہ زہب

تیسیر خلکتہ ص ۲۸۷

ترجمہ . ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا توکل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اس کے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو زہب نے۔

ف . سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضاء بدن کا جب بدوں بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضاء واجب الطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

## مسئلہ ششم

مسئلہ عدم جہرہ تسمیہ در نماز

نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔

## حدیث

عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکانو یستفتحون بالحمد لله رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قرأت ولا

احرہا صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲

ترجمہ : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرات کے اول میں نہ آخر میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ قرات میں۔

## مسئلہ ہفتم

### مسئلہ قرات نبودن خلف الامام

امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے۔

حدیث : عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرا فانصتوا الحدیث مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ ومشکوۃ عن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ : ابو موسیٰ اشعریؓ و ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی وابن ماجہ نے۔

ف اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قراءۃ بھی مطلق ہے اس لئے سب کو شامل ہے۔ پس دراست مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب یہ اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس

شخص کے لئے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے۔

حدیث عن ابی نعیم وہب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراہ الامام

ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ۴۴

ترجمہ . ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ صحابی سے سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی نماز نہیں ہوئی بجز اس صورت کے کہ اس نے امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔

ف : وجہ تائید ظاہر ہے۔ دوسرا جواب حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحہ الكتاب کا یہ ہے کہ اس میں قراۃ عام ہے۔ حقیقہ اور حمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حدیث . عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأ الامام لہ قراۃ ابن ماجہ

اصح المطابع ص ۶۱

ترجمہ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات گویا اسی شخص کی قرات ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف : وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کے لئے

قرات کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو۔ حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کے لئے صلوٰۃ کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ فی اتیانہ الطور ولقائہ کما قال کعب ہی  
آخر ساعة من يوم الجمعة قبل ان تغيب الشمس فقلت اليس قد  
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يصا دفها  
مؤمن وهو في الصلوة وليست تلك الساعة صلوة قال اليس قد  
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من صلى  
وجلس ينتظر الصلوة فهم في صلوة حتى تاتيه الصلوة التي  
تليها قلت بلى قال فهو كذلك نسائي مجتباي ج ۱ ص ۲۱۱

ترجمہ : ابو ہریرہؓ سے ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے اور حضرت کعب سے ملنے کے قصے میں روایت ہے کہ کعبؓ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے، غروب آفتاب سے پہلے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے۔ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو ہے انہوں نے فرمایا بس یوں ہی سمجھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف نظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو حدیث میں لیا ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو، بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی

اور اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گودہ قرأت حمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گزرا۔ اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی ہے کہ ہم اس کی قرأت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو نماز اد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوٰۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعمین موقوف علیہ ہے۔

پس غایت مافی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثناء ہونا اس کے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو انصوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراءة کو ہے۔ پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجیح المحرم جواز کو منسوخ کما جادے گا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

## مسئلہ ہشتم

مسئلہ عدم رفع یدین بجز تحریمہ

رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے۔

حدیث : عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیدالافی اول مرة وفي الباب عن البراء بن عازب حدیث ابن مسعود حدیث حسن ترمذی ج ۱ ص ۳۶

ترجمہ : علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور



صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء سے بھی آئی ہے۔

حدیث عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود ابو داؤد

(مجتبائی ج ص ۱۱۶)

ترجمہ . حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : دلالت دونوں حدیثوں کی مقصود پر واضح ہے۔

## مسئلہ نہم

### مسئلہ اخفاء آمین

آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔

حدیث : عن علقمه بن وائل عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم قراء غير المفضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين وخفض بها صوته

(ترمذی ج ۱ ص ۲۵)

ترجمہ . علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد طحاوی اور ابو یعلیٰ

موصلی اپنے مساند میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دار قطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں واخفی بها صوتہ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب الترقیۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجہ یعنی اس کی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اس کو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا۔ چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبیٰ ج ۱ ص ۱۳۸ میں مذکور ہے۔

## مسئلہ دہم

### دست بستن زیر ناف

قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے۔

حدیث : عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ والیضعہما تحت السرة  
حدیث دیگر : عن ابی وائل قال قال ابو ہریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة ابو داؤد

السنة ابن الاعرابی ج ۱ ص ۱۱۷

ترجمہ : اہل حنفیہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابو داؤد نے۔

حدیث دیگر : عن ابی جحیفۃ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف فی الصلوۃ ولیضعہما تحت السرة اخرجه زرین

ف یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابو داؤد مخرج تھے یہاں زیریں ہیں اور  
دالات سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

## مسئلہ یازدہم

### مسئلہ ہیئت قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولیٰ میں بیٹھتے ہیں۔

حدیث : عن عائشة فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ وكان یفترش رجله  
اليسرى وينصب رجله اليمنى مسلم مجتبائی ج ۱ ص ۱۹۴  
ترجمہ : حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو  
رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بٹھاتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا  
کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپ کی مادت کا بیان ہے جو  
اطاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ مقسمہ فی کل رکعتین  
کا مؤید عموم ہونا مزید برآں ہے۔

حدیث دیگر : عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت  
لأنظرن الى صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما  
جلس يعنى للتشهد افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى  
يعنى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى قال ابو عيسى  
هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم

ترجمہ واکل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ پس جب آپ تشدد کے لئے بیٹھے تو بایں پاؤں پٹھایا اور اپنا بایں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

ف : ہر چند کہ فعل کے لئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے۔ یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لئے اہتمام کرنا جس کے لئے عاۓ لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کا بیان نہ کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی ایک تھی۔

حدیث دیگر : عن عبد اللہ ابن عمر عن ابیہ قال من سنتۃ الصلوۃ ان نصب القدم واستقبلہ باصابعہا القبلة والجلوس علی اليسری

افسانہ ج ۱ ص ۱۱۲

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اس کی داستان میں وہ شبہ بھی نہیں۔

## مسئلہ دوازدهم

مسئلہ در عدم جلسہ استراحت

پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جاوے بیٹھے نہیں۔

حدیث عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہض فی الصلوۃ علی صدور قدمینہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ہریرۃ علیہ العمل عند اہل العلم ترمذی ص ۲۹

ترجمہ : ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابو ہریرۃ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک۔  
ف : دلالت واضح ہے۔

## مسئلہ سیزدهم

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب

جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رو جاوے دو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔

حدیث عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رخصتی الفجر فلیصلہما بعدما تطلع الشمس ترمذی ج ۱ ص ۵۹

ترجمہ : ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو سنت نہ پڑھی دو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ روایت

کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : دلالت ظاہر ہے۔

## مسئلہ چہار دہم

مسئلہ سہ رکعت ہون و ترتیب سلام و در قعدہ و قنوت قبل  
الركوع و رفع یدین و تکبیر قنوت

و ترتیب رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر  
التحیات کے لئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے  
پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔

حدیث : عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ و فی الركعة الثانية  
بقل یا ایہا الکفرون و فی الثالثة بقل هو اللہ احد و لا یسلم الا فی  
آخرہن الحدیث

حدیث دیگر : عن سعید بن ہشام ان عائشہ حدثتہ ان رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر

انسائی ج ۱ ص ۱۲۱۸

خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی  
تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں  
پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے۔ روایت کیا تینوں احادیث  
کو نسائی نے۔

حدیث : عن عائشہ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم یقرأ فی کل رکعتین التحیۃ مسلم

امحتمائی ج ۱ ص ۱۹۹

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے۔

حدیث اخرج البيهقي وغيره عن ابن عمر وابن مسعود رفع اليدين مع التكبير في القنوت عمدة الرعاية لمولانا عبدالحی ص ۹۹ لطبع اصح المطابع

ترجمہ : بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ و ابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

ف : مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہیں اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتیں اپنے عموم سے وتر کی اولین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

## مسئلہ پانزدہم

مسئلہ نبودن قنوت در فجر

صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

حدیث : عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ و عمرؓ وعثمانؓ و علیؓ ہنا الکوفہ نحوامن خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث

پرواہ الترمذی والنسائی وابن ماحہ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۰۶

ترجمہ : ابو مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کہا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل پندرہ مسئلے ہیں بطور نمونہ کے لکھ دیئے ہیں۔ اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ وهذا اخر ما اردت ایراده الان وكان تلسویدہ فی العشرة الوسطی وتبیيضہ فی العشرة الاخرة فی رمضان ۱۲۳۱ھ من الهجرة النبویة علی صاحبها مالا یحصى من الصلوة والتحیة فی کورة تہانہ بہون صانہا اللہ تعالیٰ عن شر والمحن فقط

## اشعار در متابعت فحول واز اشاعر از بشارت قبول

### متابعت فحول بشارت قبول

ہر چند کہ استدلالیات میں اقتاعیات کا لانا ظاہر ابے محل ہے اس لئے مجھ کو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسوید پر منام میں قلب پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں صحابہ کی تہنیت در طبع کے لئے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے بھی جوش میں آکر شعر پڑھا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لئے اشعار ذکر کرنا موافقت سنت کے لئے ہے اھ۔ اس منام سے وہ تردد بھی رفع ہوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے



کے صواب و خطا ہونے کے متعلق حکم کا تھادفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی اور بدیں وجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں اقتناعیت بھی مضر نہیں چونکہ روایا بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لئے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوگی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اس کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اب اول حدیث خندق کی پھر روایا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں۔ پھر اشعار معمودہ مثنوی معنوی سے نقل کر کے آخر میں لکھتا ہوں۔

### حدیث خندق

عن انس قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار يحفرون فی غداة باردة ولم یکن لهم عبید یعلمون ذلک لهم فلما راثی مالہم من النصب والجوع قال اللہم ان العیش عیش الاخرة فاغفر الانصار والمهاجرة فقالوا مجیبین له نحن الذین بايعوا محمد اعلی الجہاد بقینا ابدًا اخرجہ الشیخان والترمذی

(تیسیر کلکۃ ص ۲۲۱ کتاب الغزوات غرۃ الخندق)

### حدیث رؤیا

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق بعدی من النبوة الا المبشرات قال الرؤیا یا الصالحة اخرجہ البخاری متصلا ومالك عن عطاء مرسلًا و زادیراها الرجل او ترى له

(تیسیر کلکۃ ص ۸۹ کتاب المعیر فصل اول)

## اشعار مثنوی

باہو او آرزو کم باش دوست  
 چوں یضلک عن سبیل اللہ دوست  
 ایں ہوار افشک اندر جہاں  
 پیچ چیزے بچو سایہ ہمرہاں  
 آں رہے کہ بارہا تو رفتہ  
 بے قلاؤ زاندر اں آشفہ  
 پس رہے راکہ زرقی تو پیچ  
 ہیں مرد تنہا زرہبر سر پیچ!  
 اندر آور سایہ آں علقے  
 کش نماند برداز رہ علقے  
 پس تقرب جو بدو سوئے الہ  
 سر پیچ از طاعت لو پیچ گاہ  
 زانکہ ادھر خار را گلشن کند  
 دیدہ ہر کور را روشن کند  
 دشگیر د بندہ خاص آلہ  
 طالبان را می بردتا پیش گاہ  
 یار باید راہ را تنہا مرد  
 از سر خود اندریں صحرا مرد  
 ہر کہ تنہا نادر ایں راہ را برید  
 ہم ہوں ہمت مرداں رسید

کتبہ اشرف علی التھانوی القادری الحنفی الجشتی الامدادی غفرہ  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلالة بر عقل وابتداء امام اعظم بتلویحات کتاب و سنت و  
تصریحات اکابر امت

برائے تقویت مقدمہ مذکور جواب شبہ دوم مقصد ششم بقولہ نہ وہ علم  
و ہدایت سے معرا تھے اہل آیتہ و آخرین منہم لما یلحقوا بہم سورہ جمعہ  
تفسیر آیتہ حدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابو ہریرہؓ کے تین بار پوچھنے  
پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر  
ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کوئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان  
(اہل فارس) میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب التفسیر، شرح حدیث بقول  
محدثین۔ حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ  
کرنے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرت تلیند سیوطی  
نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا  
مراد ہونا امر ظاہر ہے بلاشبہ ہے۔ کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو  
کوئی نہیں پہنچا۔

حدیث : علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق ۵۰ھ میں اٹھ جاوے گی۔ شرح شمس الدین  
کردری نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام صاحب پر ہی محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی  
سنہ میں انتقال ہوا ہے۔

حدیث سوم مع الشرح۔ محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان  
سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم نہ ہو

گی یہاں تک کہ علم خوب شائع ہو جاوے گا فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہ کا علم برکات صحابہ امام صاحب کے والد ماجد ثامت اپنے صغر سن میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے اور ان کی لولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ ان حجر نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبیؒ یہ امر صحت کو پہنچے گا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغر سنی میں دیکھا ہے اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب فرمایا کرتے تھے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچا مگر حضرت انسؓ کی روایت سے مشرف ہوئے ہیں۔

پس اگر روایت صحابی پر اکتفا کیا جاوے تو امام صاحب تابعی ہیں۔ پس فضیلت آیت وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ بھی آپ کو شامل ہو گی اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں۔ تاہم خیر القردن الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے اور بعض علماء نے روایت میں ثامت کیا ہے جیسا تفيض الصحیفہ میں ابو مشعر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعی سے منقول ہے۔ برکات اہل بیت نبوت مفتاح السعادت میں ہے کہ آپ کے والد ثامت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفرؑ کی گود میں پرورش پائی۔ بشارات تابعی بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خطیب نے تاریخ میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھول کر آپ کے استخوان مبارک پہلے سینہ سے لگانا اور حضرت محمد بن سیرین کا آپ کے نشر علم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی تعبیر دینا بیان کیا ہے۔

## اسماء بعض شیوخ امام صاحبؒ

حماد بن سلیمان۔ سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبداللہ بن دینار۔  
عطاء بن ابی رباح۔ عطاء بن السائب۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ نافع مولیٰ ابن  
عمر۔ علقمہ بن مرجم۔ محمد بن السائب، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، ہشام بن  
عروہ، قتادہ، عمرو بن دینار، عبدالرحمن بن ہرمز وغیرہم مہاذکر والحافظ المزنی  
نے تہذیب الکمال مفتاح السعادت میں چار ہزار بتلائے ہیں۔

بعض رولہ و تلامذہ۔ عبداللہ بن مبارک عبداللہ بن یزید مقرئ  
عبدالرزاق بن ہمام، عبدالعزیز بن ابی رواد، عبداللہ بن یزید القرشی ابو یوسف  
محمد زفر، حسن داؤد طائی، وکیع، حفص بن غیاث، حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم  
مہاذکر ہم المزنی والکھوی۔

اور علامہ سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ و تلامذہ کو بسط سے  
لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرء علی دین خلیلہ اصحاب متبعین و تابعین  
کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہذا شیوخ و تلامذہ کا ایذا مناسب سمجھا  
گیا۔

اسماء بعض اکابر ماد حین امام صاحب از متقدمین و متاخرین کہ

مدح شان حدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی  
شعبہ، عبداللہ ابن مبارک، ابو داؤد بن جریج، یزید بن ہارون، سفیان، شداد بن  
حلیم، مکی بن ابراہیم، یحییٰ بن سعید قطان، اسد بن عمرو، عبدالعزیز بن رواد،  
سیوطی، ابن حجر مکی، ذہبی ابن خلکان یافعی، ابن حجر عسقلانی، نووی، غزالی ابن  
عبد مالکی، یوسف بن عبد اللہ، حنبلی، خطیب عبداللہ بن داؤد جوینی، صاحب

قاموس شمس الاممہ کروری دمیری، عبدالوہاب شعرانی طحاوی، سبط ابن  
الجوزی، وغیرہم۔

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

اہل، فقیہ، امام، اورع، عامل، محبہ، کبیر الشان، معرض عن الدنیا  
محتاج الیہ فی اللہ، ثقہ قائم بالحجۃ، اعلم افتہ، حافظ سنن و آثار، حسن الرائے مجاہد فی  
العبادۃ، کثیر البکاء فی اللیل، اعتقل، ذکی سخی، موثر نفی کثیر الخشوع، کثیر الصمت،  
دائم التضرع، صاحب الکلمات، عابد، زاہد عارف باللہ مرید وجہ اللہ بالعلم کرمیہ  
وکیفۃ ثقہ۔

سیوطی نے بواسطہ خطیب کے اہل حمزہ بٹکری کا سماع خود امام صاحب  
سے نقل کیا ہے کہ حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے  
اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت و مقابلہ  
کرتا ہوں اور آپ نے بھول خطیب خوارزمی اسی ہزار مسائل سے زیادہ وضع  
فرمائے۔

وفات : بعد برداشت فرمانے ظلم و ایذاء شدید کے جب آثار موت کے ظاہر  
ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اسی میں وفات فرمائی۔ هذا كله من مقدمة  
الهداية والسعاية والمنافع الكبير و التعليق المجد. لمولانا  
عبدالحی المرحوم اللکھنوی  
مخلص مرام

جب ایسے دلائل قویہ نے امام صاحب کے ایسے فضائل سنہ ثابت  
ہوں، پس آپ کے علم و اجہداء میں کیا کلام ہے اور یہی مدار ہے مقتزانی الدین  
لائق تقلید ہونے کا جو کہ مقصود مقام ہے۔ فقط ختم شد

رسالہ اعداد الحنفیہ للفقہ عن الشہتہ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

### فرق در تقلید و بیعت شخصی

سوال : (۵۸۶) حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایضاً الحق الصریح کی ایک عبارت نظر سے گذری، اس سے ایک شبہ واقع ہوا لہذا اصل عبارت نقل کرنے کے بعد شبہ عرض کرتا ہوں ازالہ فرما کر تشفی فرمادی جاوے۔

عبارت : استحسانات اکثر متأخرین از فقہاء و صوفیہ کہ بناء بر ظن حصول بعض منافع دینیہ و مصالح شرعیہ بدوں تمسک بدلیل از دلائل شرعیہ و اصلی از اصول عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ محدث خاصہ احداث می کنند یا ترویج امرے کہ شامل در قرون سابقہ بود بر روی کار می آرند یا احتمال امرے کہ در اں از منہ مروج بود بعمل می آرند مثل نماز معکوس و وجوب تقلید شخصی معین از ائمہ مجتہدین و مثل تحدید، ذکر کلمہ تسلیم بلا وضاء مخصوصہ از اعداد و ضربات و جلسات و تحدید ماء کثیر بعشر فی العشر و ترویج مسائل قیاسیہ و کشفیہ و استغراق جمیع ہمت خود در اں و اخیال ظاہر کتاب و سنت مگر بطریق تبرک و تمہن ہمہ از قبیل بدعت حقیقہ است و آنچه در مقام عذر آں میگویند ہر چند کہ ایں امر محدث است اما مشتمل بر مصلحتی از مصالح دینیہ است یا اصل آں در شرع ثابت است اگرچہ خصوصیت مذکورہ محدث باشد پس مجرد ایں عذر امور مذکورہ را از حد بدعات خارج نمی گردانند الخ۔

دوسری عبارت : اما تخریجات متأخرین فقہاء مثل تحدید ماء کثیر بعشر فی العشر بناء بر قیاس بر ز میں متعلقہ چاہ و مثل حکم وجوب تقلید مجتہدے معین از مجتہدین سابقین و حکم بالتزام بیعت شخصی معین از شیوخ طریقت بناء بر قیاس بر اطاعت

امام وقت و التزام بیعت او و امثال آل از تخریجات غیر محصورہ کہ منقول از متاخرین فقہاء و صوفیہ است و کتب فقہ و سلوک بآں مملو و مشحون است و اکثر اتباع ایشان ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت و اسرار طریقت می انگارند ہمہ از قبیل بدعات است و دلائل ایشان ہمہ از قبیل لطف شعرو نکات خمیلہ است کہ ہرگز احکام مذکور را از بدعت خارج نمی گردانند و در دائرہ شریعت ایمانیہ و طریقہ احسانیہ داخل نمی کنند ان۔

تقریر شبہ وجوب تقلید شخصی التزام بیعت شخص معین تحدید اعداد ورود و طائف باضائع مخصوصہ وغیرہ ایسے امور جن کی نافعیت فی الدین عنداخصین مجرب ہے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ امور فی ذاتہ مقاصد میں سے نہیں بلکہ دیگر مقاصد دینیہ ضروریہ کے لئے مقدمات ہیں اور خود فی ذاتہ ایسے دنیاوی محضہ بھی نہیں کہ جن پر ترتب اجر کی توقع نہ ہو اور یہ امور بہیافتہ الکذائیہ زمانہ خیر القرون میں بھی پائے نہ جاتے تھے، گو ان کا اطلاق عمومات نصوص کے ماتحت داخل ہے مگر شخصیات کذائیہ ضرور محدث ہیں تو پھر ان میں اور دیگر بدعات میں جن کا اطلاق نصوص سے ثابت اور ہینت کذائی محدث میں کیا فرق ہو گا اگر محض دنیاوی ہیں تو دلائل شرعیہ سے ان کا ثابت کرنا کیونکر درست ہو گا اور منکرین پر نکیر کرنا شرعاً کس طرح جائز ہو گا۔

الغرض اصل مسئلہ کی حقیقت اور حضرت شہید کی عبارات کا صحیح مطلب یا تحقیقی جواب تحریر فرما کر تشفی فرمادی جاوے اپنی اصلاح کے لئے خصوص دعاء کا طالب ہوں۔ والسلام۔

الجواب فی رد المحتار سنن الوضوء ان کاں مما واطب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الخلفاء الراشدون من بعده سنة والا فمندوب و نفل الخ ص ۱۰۶ ۱۳۰ فی الدر



المختار بحث النية والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار  
وقيل سنة يعنى احبه لسلف اوسنة علمائنا ولم ينقل عن  
المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعت فى  
درالمختار قوله قيل سنة عزاه فى التحفة والاختيار الى محمد  
وصرح فى البدائع بانه لم يذكره محمد فى الصلاة بل فى الحج  
فحملوا الصلوة على الحج قوله الخ اشار به للاعتراض على  
المصنف بان معنى القولين واحد سمي مستحبا باعتبار انه  
احبه علماء ناو سنة باعتبار طريقة حسنة لهم ام لا طريقة النبى  
صلى الله عليه وسلم كما حرره فى البحر قوله بل قيل بدعت  
نقله فى الفتح وقال فى الحيلة دلل الاشبه انه بدعة حسنة عند  
قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطر وقد  
استفاض ظهور العمل به فى كثير من الاعصار فى عامة  
الامصار فلا جرم انه ذهب فى المبسوط والهداية والكافى الى  
انه ان فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ما قيل انه يكره الخ  
فى درالمختار احكام الامامة ومبتدع اى صاحب بدعة وهى  
اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لالمعاندة بل بنوع شبهة  
فى روالمختار قوله اى صاحب بدعة اى محرمة والا فقد تكون  
واجبة كنصب الادلة على اهل الفرق الضالة و تعلم النحو  
المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كا حداث نحو رباط ومدرسة و  
كل احسان لم يكن فى الصدر الاول و مكروهة كزخرفة  
المساجد ومباحة كالتوسع بلنيز الماكل والمشارب والثياب كما  
فى شرح الجامع الصغير المناوى عن تهذيب النووى ومثله فى

### الطريقة المحمدية للبرکوی

ان عبارت سے امور ذیل مستفاد ہوئے (اول) سنت کے کئی معنی  
 ہیں منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء  
 الراشدين كما ذكر في عبارة واضب عليه الرسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم او الخلفاء الراشدون منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم او الصحابة او التابعين كما في عبارة ازلم ينقل عن  
 المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين منقول عن العلماء كما في  
 عبارة اوسنة علماء نافي تفسير السنة وفي عبارة انه طريقة  
 حسنة لہو ای العلماء اور چونکہ بدعت مقابل سنت کے ہے کما ہو ظاہر۔  
 اس لئے اسی طرح پر بدعت کے بھی کئی معنی ہوں گے۔ یعنی سنت کے ہر معنی  
 کے مقابل (۱) غیر منقول عن الرسول (۲) غیر منقول عن الرسول والخلفاء،  
 (۳) غیر منقول عن الرسول او الصحابة او التابعين، (۴) غیر منقول عن العلماء  
 اور یہ تعدد محض ظاہری ہے۔ ورنہ حقیقت میں سنت کے معنی ہیں۔ ہی  
 الطريقة المسلوكة في الدين كما هو مذكور بعد العبارة الاولى  
 باسطر اور سب معانی سنت کو شامل ہیں اور بدعت کے معنی ہیں اعتقاد خلاف  
 المعروف عن الرسول لا لمعاندة بل بنوع شبهة یا بعنوان دیگر ما  
 احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلی اللہ علیہ  
 وسلم من علم او عمل او حال الخ كذا في الدر المختار ورد  
 المختار في بحث الامامة قلت وهذا التلقى عام كان بلا واسطة  
 او بواسطة الادلة الشرعية كما هو معلوم من القواعد و هذا  
 المعنى الحقيقي للبدعة مراد في قوله صلی اللہ علیہ وسلم من  
 احدث في امرنا هذا ما ليس منه افهورد الحديث ای ادخل في

الدین ماہو خارج من الدین والثابت بالادلة داخل فی الدین  
لا خارج مقہ،

پس سنت حقیقہ و بدعت حقیقہ جمع نہیں ہو سکتیں، لیکن بدعت  
صور یہ سنت حقیقہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے چنانچہ تلفظ بہ نیت الصلوٰۃ کو سنت  
کہا گیا ہے، بعض معانی کے اعتبار سے کہ وہ معنی ایک قسم ہے سنت حقیقہ کی اور  
بدعت بھی کہا گیا ہے بعض معانی کو سنت کے مقابلہ کے اعتبار سے اسی لئے  
حلیہ کی عبارت مذکورہ میں اس کو بدعت مان کر حسن کہا گیا ہے، جو صریح ہے  
جواز اجتماع بعض اقسام بدعت مع السنۃ الحقیقہ میں اور یہ اجتماع حضرت عمرؓ کے  
قول نعمت الہدۃ سے بھی مؤید ہوتا ہے جیسا جزئی حقیقی کلی کے ساتھ جمع نہیں  
ہوتی اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدعت حسنہ کی جو بعض اکابر نے نفی  
کی ہے اور مشہور اثبات ہے یہ نزاع لفظی ہے نانی نے اپنی اصطلاح میں بدعت  
کو حقیقی کے ساتھ خاص کیا ہے، اور مثبت نے بدعت کو عام لے لیا ہے، اور  
یہی راز ہے کہ صحابہ کو تو کسی امر کے منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ  
ہونے سے اس کے سنت ہونے میں تردد ہوتا تھا، اور بعد کے حضرات کو صحابہ  
یا تابعین سے منقول نہ ہونے سے تردد ہوتا تھا و بکذا حتی کہ ہمارے لئے وہ چیز  
بھی سنت ہوگی جو علماء راسخین نے اصول شرع سے سمجھا ہے۔ اس سے بھی  
تعداد معانی سنت کی تقویت ہو گئی جب یہ مقدمہ مہمد ہو چکا اب مولانا کے  
کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ان دونوں عبارتوں میں جن چیزوں کو بدعت  
قرار دیا ہے ان کا بالمعنی العم بدعت ہونا تو منافی سنت نہیں لیکن بدعت بدعت  
حقیقہ ہونا اس صورت میں صحیح ہے جب ان کو احکام مقصودہ فی الشرع سمجھا  
جائے، اس وقت ان پر بدعت حقیقہ کا حکم کرنا صحیح ہو گا، چنانچہ دوسری  
عبارت میں یہ قول اس کا قرینہ ہے ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت و

اسرار طریقت می انکار نہ۔ اور عبارت اول کو اسی پر محمول کیا جاوے گا کیونکہ محکوم علیہ دونوں عبارات میں ایک ہی چیزیں ہیں بغاوت سیر لایعتر و لایوثر فی الحکم، پس مولانا کے کلام کی تو توجیہ سے فراغت ہوئی، لیکن اگر کوئی شخص ان کو احکام مقصودہ فی الشرع نہ سمجھے اور ان کے بدعت و غیر بدعت ہونے کی تحقیق کا طالب ہو تو اس کے لئے ایک ایک جزئی کی تفصیل کرتا ہوں، اسی سے قواعد کلیہ بھی سمجھ میں آجائیں گے جن سے دوسرے امور غیر مذکورہ فی المقام کا بھی حکم ہو جاوے گا پس معروض ہے۔

نماز معکوس کا دین سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے اور مثل معالجات طبیہ کے نفس کی تادیب کے لئے ایک معالجہ ہے، اس درجہ میں اس کو سمجھنا بدعت نہیں، البتہ اگر اس سے کوئی بدنی ضرر کا اندیشہ ہو تو معصیت ہے ورنہ مباح مثل دیگر ریاضات بدنیہ کے اور اگر اس کو کوئی قرمت سمجھے تو بدعت ہے۔

تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بیشک بدعت ہے، لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔

تحدید کلمہ تہلیل الخ ذکر کو مقصود سمجھنا اور مطلق زیادت عدد کو زیادت اجر کا سبب سمجھنا اذ صناع و ضربات و جلسات کو از قبیل مصالح طبیہ سمجھنا بدعت نہیں اور خود ان کو قربات سمجھنا بدعت ہے۔

تحدید ماء کثیر اس کو مقصود سمجھنا بدعت ہے اور عوام کے انتظام کے لئے بلاشبہ مطلوب بالغیر ہے۔

ترویج مسائل قیاسیہ و کشفیہ و استغراق جمیع ہمت خود درآں الخ اس میں ظہور مراد کا قرینہ خود اس کے بعد موجود ہے یعنی احتمال ظاہر کتاب سنت مگر بطریق

تبرک و تہن اس طریق پر بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے لیکن اگر ہر چیز اپنے درجہ میں رہے تو وہ بدعت نہیں اور جو درجہ اعمال میں بدعت ہے اس میں یہ عذر بعد میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ نافع و مقبول نہیں جیسا مولانا نے فرمایا۔

حکم بالتزام بیعت اس پر مبنی کیا گیا ہے اس اعتبار سے بیشک بدعت و زیادت فی الدین ہے اور اگر دوسری بناء صحیح ہو اور وہ بناء وہ ہے جس کے اعتبار سے طبیب کے اتباع شخصی کا التزام کیا جاتا ہے اور اسی کے لوازم میں سے اس کا قائل ہونا بھی ہے کہ اس کے التزام کو ترک کر دینا یا دوسرے کے اتباع سے بدل دینا جائز ہے تو اس صورت میں کوئی وجہ نہیں بدعت ہونے کی اس کے بعد تحریجات کی نسبت جو فرمایا ہے محمل اس کا وہی صورت ہے جب حدود سے آگے بڑھا دیا جاوے اعتقاد ایا عملاً آگے ان کے دلائل کے متعلق فرمایا ہے مراد ان سے وہ دلائل ہیں جو اکثر جملاء کا لعلماء نے ان مقاصد پر اختراع کئے ہیں نہ کہ دلائل صحیحہ جو بفضلہ تعالیٰ احقر کی تالیفات میں مذکور ہیں اس کے بعد تقریر شبہ میں سوال کیا گیا ہے کہ ان میں اور دیگر بدعات میں کیا فرق ہے اگر اہل بدعت ان کو حدود سے نہ بڑھاتے تو یہ سوال سب امور میں تو نہیں بعض امور میں صحیح تھا لیکن مشاہدہ ہے کہ وہ ان بدعات کو داخل دین بلکہ عبادات منصوصہ سے بدرجہا زیادہ اور موکد خواہ اعتقاد ایا عملاً سمجھتے ہیں اور محتاطین سے اس قدر بغض رکھتے ہیں جتنا کفار سے بھی نہیں اور امور مذکورہ بالا کے اختیار کرنے والے ایسے غلو سے منزہ ہیں پس ان دونوں قسم کے اعمال میں فرق ظاہر ہے۔

### الکلام علی سبیل التنزیل فی المقام

جو توجیہ حضرت مولانا شہیدؒ کے کلام کی ذکر کی گئی ہے اگر اس کو کوئی قبول نہ کرے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مولانا مجتہد تھے نہ اپنے سے سابق

علماء سے فائق تھے اگر ہم مولانا کا ادب تو ملحوظ رکھیں اور ان کے ارشاد کو حجت نہ سمجھیں تو ہمارے کسی التزام کے خلاف نہیں غایت مافی الباب ان کے اس ارشاد سے یہ مسائل بھی مختلف فیہ ہو جاویں گے جس میں نہ قائل پر ملامت نہ قائل کا اتباع واجب، واللہ اعلم، ولقبہ ہذہ الجملۃ باعداد الخندہ للوقوف عن الشبهة فی اعداد البدع والسنن

(کتب السبع رمضان ۱۳۵۲ھ النور محرم ۱۳۵۳ھ ص ۱۰)

### تقلید و اتباع میں فرق ہے یا نہیں

سوال: (۶۰۸) علمائے اہل حدیث ..... لفظ اتباع و تقلید کے مفہوم میں فرق کرتے ہیں۔ مجھ کو اس میں عرصہ سے ذوقِ اتباعِ اہلِ کلام ہے (اس کے بعد اس فرق اور اتحاد کو ایک طویل تقریر میں نقل کیا ہے)

الجواب: اتباع و تقلید میں جو فرق بدرجہ تباہن یا اتحاد بدرجہ تساوی دونوں قولوں میں نقل کیا گیا ہے، وہ سمجھ میں نہیں آیا، جو میرے ذہن میں آتا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

اول ایک مقدمہ مبہمہ کرتا ہوں، پھر اپنا خیال لکھوں گا،

مقدمہ یہ ہے کہ لفظ تقلید فنونِ شرعیہ میں بوجہ اصطلاح کے لغوی معنی میں مستعمل نہیں، اور اتباع میں کوئی اصطلاح منقول نہیں، اس لئے وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور اس کے لغوی معنی ظاہر ہے کہ تقلید سے عام ہیں، اب سوال کا جواب ظاہر ہے کہ ان دونوں کے معنی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی اتباع عام ہے ہر موافقت کو خواہ وہ تقلید ہو یا غیر تقلید حتیٰ کہ اگر قبیح کے پاس مستقلاً بھی دلیل ہو یعنی وحی جیسے ارشاد ہے۔ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا يَا جِيسَا ارشاد ہے فَبِهَذَا هُمْ أَقْتَدُوا بِدَلِيلٍ مُسْتَقْلِلٍ بِالْمَعْنَى لِلذَّكَورِ كَالِاتِّبَاعِ هُوَ جِيسَا ارشاد ہے اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ

إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مَا أَنْزَلَ خُودَ دَلِيلِ شَرْعِي هِيَ يَا صَاحِبِ دَلِيلِ مُسْتَقِلِّ بِالْمَعْنَى  
 الْمَذْكُورِ كَالِاتِّبَاعِ هُوَ جَيْسَ ارْشَادِ هِيَ لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ - يَاتَّبِعُ دَلِيلِ كَالِ  
 اتِّبَاعِ هُوَ جَيْسَ ارْشَادِ هِيَ وَاتَّبِعُ سَبِيلَ مَنْ أَنْتَابَ إِلَيْهِ، مَنْ أَنْتَابَ إِلَيْهِ خُودَ  
 دَلِيلِ وَاضِحِ هِيَ، اس کے اتباع کو اتباع کہا گیا، اور ان سب اتباغوں پر تقلید  
 مصطلح صادق نہیں آتی حتیٰ کہ مجتہد کے لئے تقلید مجتہد کی اجازت نہیں دی  
 جاتی، اور اتباع سے منع کی کوئی وجہ نہیں، اور تقلید کی اصطلاحی تفسیر میں گو  
 کچھ اختلاف بھی ہو مگر ہر تفسیر پر وہ خاص ہے، اتباع مجتہد کے ساتھ محض  
 دلیل اجمالی کی بناء پر بلا انتظار دلائل تفصیلیہ کے گو دلائل معلوم بھی ہو جاویں  
 مگر ان کا انتظار نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر دلیل معلوم نہ ہوتی یا معلوم ہونے کے  
 بعد اس میں کوئی شبہ غیر قطعیہ عارض ہو جاوے، تب بھی اتباع کا التزام باقی  
 ہے اور کسی جگہ دونوں کا جمع ہو جانا خواہ حق میں یا باطل میں یہ بتائیں کے تو  
 منافی ہے مگر تساوی کو مستلزم نہیں، اصل مفہوم دونوں کا تتبع موارد استعمال  
 سے یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن تجوزات بالقرائن کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور  
 حاصل اختلاف قائلین بالاتحاد اور بالتباین کا نزاع لفظی ہے جو تابع ہے تفسیر  
 الفاظ کا جس سے احکام واقعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا حق حق ہے خواہ اس کا کچھ نام  
 رکھ لیا جائے (۳ شعبان ۱۳۵۴ھ (النور ص ۷ رمضان ۱۳۵۵ھ) اور باطل  
 باطل ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(المداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۰۶)

حکم اقتداء خلف غیر مقلد و مبتدع و مخالف مذہب مقتدی  
 سوال (۲۹۳) غیر مقلد کے پیچھے خفی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور کیسے ہوتی  
 ہے۔

الجواب غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز

پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اس لئے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

(امداد صفحہ ۹ ج ۱)

سوال (۲۹۴) بعض موحّد مومن نیت پیچھے بدعتی کے نہیں کرتے یہ کیسا ہے اور بعض کا قول ہے کہ پڑھ لیوے مگر دوبارہ اپنی نماز اعادہ کر لیوے۔  
الجواب: ہر چند کہ مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے کما فی الدر المختار و مبتدع مگر تنہا پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے وفی النہر صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة در مختار وفی رد المحتار افادان الصلوۃ خلفہما اولی من الانفراد اہ اور اعادہ ہر چند کہ وقت ترک سنت کے مستحب ہے لیکن بضرطیکہ اعادہ (اس وقت یہی ذہن میں آیا اور اصل دلیل یہ ہے کہ جو سنت نماز میں داخل ہے اس کے ترک سے اعادہ ہے یہاں ایسا نہیں ۱۲ منہ) میں ترک سنت لازم نہ آوے۔ اور یہاں اعادہ میں ترک جماعت کہ سنت ہے لازم آتا ہے پس اعادہ کچھ ضرور نہیں

(امداد صفحہ ۱۰۲ ج ۱)

سوال (۲۹۵) اگر بعد اذان مغرب کے باوجود موجود ہونے امام کے چھ سات منٹ توقف کیا جاوے بغیر یا بغیر عذر کے آیا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب: تخلف جماعت سے خواہ مغرب میں ہو یا دوسرے وقت میں بے عذر بہت برا ہے کما ورد لا یتخلف عنہا الا لمنافق البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو یا امام موافق للذہب کا انتظار تو جائز ہے۔ مثلاً شافعی امام پہلے پڑھتا ہے اگر حنفی کے انتظار میں بیٹھا ہے کچھ حرج نہیں۔



(عبارت واضح نہیں اس وقت مطلب یہ سمجھا گیا تھا کہ امام نماز شروع کرادے پھر بھی کوئی شخص علیحدہ بیٹھا رہے یہ کیسا ہے جواب اسی پر منطبق ہے۔ اور اگر سوال کا یہ مطلب ہو کہ امام اور جماعت سب کے سب کسی وجہ سے ٹھیرے رہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک وقت مستحب باقی رہے تاخیر جائز ہے۔ مغرب میں بھی اذان سے نماز کا اتصال واجب نہیں ۱۲ منہ مگر اس جواب پر بھی بعض علماء نے کلام کیا ہے جو کہ ملخصات تتمہ اولیٰ میں درج ہے اور ہم نے اصطلاحات میں اس کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں حکم جواز سے مطلقاً کراہت کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ کراہت تحریمی کی نفی مقصود ہے

(۱۲) تصحیح الانحطا ص ۱۷

ولو كان لكل مذهب امام كفا في زماننا فالأفضل الاقتداء  
بالموافق سواء تقدم أو تأخر على ما استحسنته عامة المسلمين  
و عمل به جمهور المؤمنين من أهل الحرمين والدمشق و  
مصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم شامی ج ۱ ص ۲۷۹ واللہ  
اعلم

اقتداء بغیر مقلد

سوال (۲۹۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کی بابت  
کہ آمین بالجہر و رفع الیدین اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والے و نیز امام کے  
پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے پیچھے ہم اہلسنت جماعت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا  
نہیں۔ جواب قرآن شریف و حدیث سے ہو۔

الجواب ان لوگوں کا اختلاف حنفیہ کے ساتھ صرف ان ہی مسائل فرعیہ میں  
ہے یا عقائد میں بھی اور یہ لوگ امام ہونے کی حالت میں کیا مسائل طہارت میں

مراعات خلاف کی کرتے ہیں یا نہیں۔ ۲۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

(تمہ خاسرہ صفحہ ۹۰)

سوال (۲۹۷) تمہید مسئلہ اقتداء بالخالف کے باب میں ایک قول کی نسبت علم الفقہ میں یہ عبارت ہے۔ در حقیقت یہ قول بالکل بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے۔ اگر اس قول پر عمل کیا جاوے تو آپس میں سخت افتراق پڑ جائے گا اور بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اس پر خلاۃ فی الہدعات نے غیر مہذب عنوان سے رد لکھا۔ اور مؤلف کے حق میں یہ الفاظ لکھے نہ سنی ہے نہ حنفی نہ اسے امام بنانا حلال نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس کا وعظ سننا روا (وہ) خود رائے ہے اور کج فہم دہے ادب ائمہ کے ساتھ گستاخ اور مسائل شرعیہ کی توہین کرنے والا اور خود اپنے اقرار سے فاسق معین وہابی غیر مقلد ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور نہ اس کا وعظ سننا چاہئے۔ وہ عوام الناس کو گمراہ کرتا ہے اس کے نزدیک ہر گز نہ جانا چاہئے ایسے گندم نما جو فروش سے اجتناب چاہئے۔ اس کو فاسق سمجھیں اس کی مدح نہ کریں کہ فاسق کی مدح سے غضب ذوالجلال اترتا ہے غیر مقلدین کے بعض عقائد کو اچھا سمجھنے کے سبب مستحق کفر ہے آہ مولف کی جماعت نے خانقاہ کی تحریر چاہی اولاً عذر کر دیا گیا ثانیاً مکرر استدعاء پر جواب ذیل دیا گیا۔

مکرمی سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ لفافہ حاملہ تین قطعات مطبوعہ اور کارڈ موصول ہوئے مجھ کو جواب تحریر کرنے کا مکرر مشورہ دیا گیا ہے امثالاً للامر کچھ لکھتا ہوں (اور اگر رائے ہو میری طرف سے اس کی اشاعت کی بھی اجازت ہے) جس کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ میں جواب کس عذر کے سبب نہ لکھتا تھا حاصل اس عذر کا یہ ہے کہ میرا جواب اصل مسئلہ کو من کل الوجوہ مفید نہیں اور میری کیا تخصیص ہے شاید کسی حنفی سے ایسا جواب

ملنے کی توقع نہ ہو گی جو من کل الوجوه مفید اور موافق ہو گو من وجہ جو ایک اعتبار سے اصل مقصود ہے ضرور مفید ہے۔

امراول اس لئے کہ اس مسئلہ فرعیہ میں منجملہ اقوال مختلفہ کے میرے نزدیک احوط وہ تفصیل ہے جو در مختار میں بحر سے نقل کی ہے بقولہ ان یتقن المراعات لم یکرہ او عدمہا لہ یصح وان شک کرہ اور جس کی ترجیح رد المحتار میں حلی سے نقل کی ہے بقولہ هذا هو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذهب شاهدة علیہ الخ البتہ اس تفصیل کے جزو ثالث کو میں ماؤل و مقید سمجھتا ہوں تاویل یہ کہ مراد کراہت سے خلاف اولیٰ ہے تقييد یہ کہ اپنے مذہب کا امام بدوں ارتکاب کسی محذور اعراض عن الجماعة وغیرہ کے میسر ہو ومبنى التاویل مانقلہ فی رد المحتار عن حاشیة الرملى على الاشباه الذى يعيل الیه خاطرى القول بعدم الكراهة اذالم يتحقق منه مفسد اه ووجه التقييد ظاهر۔ نیز مراعات کا محل صرف فرائض ہیں۔ کما فی رد المحتار ای المراعات فی الفرائض من شروط ارکان فی تلك الصلوة وان لم يراع فی الواجبات والسنن كما هو ظاهر سياق كلام البحرو ظاهر كلام شرح المنية ايضاً حيث قال واما الاقتداء بالمخالف فى الفروع كما لشافعى فيجوز مالم يعلم منه ما يفسد الصلوة على اعتقاد المقتدى عليه الاجماع انما اختلف فى الكراهة اه قلت وفى التمثيل بالشافعى الذى الاصل فيه عدم التعصب خرج من الحكم القائلون بحرمة التقليد المدعون للاجتهاد لانفسهم الذين الغالب فيهم التعصب وقد صرحوا بكراهة الاقتداء بالمتعصب۔ اور چونکہ میں اس کو احوط سمجھتا ہوں اور احتیاط شرعاً محمود

مطلوب ہے چنانچہ زموہ کا قصہ صحاح میں مذکور ہے کہ آپ نے ولد کو فراش کا حق فرمایا اور باوجود اس کے حضرت سودہؓ کو اس مولود سے احتجاب کا حکم دیا جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اس قول کا غیر رائج ہونا بھی ثابت ہو جاوے وانی لاخذ ذلك تب بھی احتیاط کے لئے اس کو اخذ کرنا احفظ للدين ہو گا اس لئے اس قول احوط کو بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل اور موجب افتراق شدید و اشکال عظیم قرار دینے کو میں پسند نہیں کرتا۔ بلکہ کسی مسئلہ مجتہد فیہا پر بھی ہم جیسوں کا ایسا حکم کرنا غیر مرضی ہے خصوص جب کہ سلف سے ایسا جزئیہ منقول بھی ہو چنانچہ مدونہ مالکؒ میں ہے قال وسئل مالک عن صلی خلف رجل یقرء بقرءة ابن مسعود قال یرج ویدعه ولا ینہ بہ قال و قال مالک من صلی خلف رجل یقرء بقرءة ابن مسعود فلیخرج ولیترکہ قلت فہل علیہ ان یعید اذا صلی خلفہ فی قول مالک قال ابن القاسم ان قال لنا یرج فاری انہ یعید فی الوقت وبعده ص ۸۴ قلت و ظاہران من کان یقرء بقرءة ابن مسعود فہو یعتقد ہاقرانا ومع ذلك لم یجوز مالک الصلوۃ خلفہ والمسئلہ مجتہد فیہا کما یظہر من مراجعۃ نیل الاوطار باب الحجۃ فی الصلوۃ بقرءة ابن مسعود الخ۔ اور اس قول کا علم الفقہ کے قول مختار کے ساتھ مغائر ہونا ظاہر ہے اس سے امر اول ثابت ہو گیا کہ میرا جواب اصل مسئلہ کو من کل الوجوہ مفید نہیں۔

امر ثانی کا بیان یہ ہے کہ میں باوجود علم الفقہ کے قول کے قائل نہ ہونے کے اور قول مقابل کی نسبت رائے مذکور پسند نہ کرنے کے پھر بھی صاحب قول مذکور و رائے مذکور کی شان میں ایسے فتوؤں کو اور ایسے الفاظ کو جو کہ اشتہار واجب الاظہار میں نقل کئے گئے ہیں معصیت اور حرام اور غلو اور

محب سمجھتا ہوں جس کا نہ اعتقاد جائز نہ نقل جائز الا لرد خصوص ان کے محاسن و فضائل و خدمات دینیہ پر نظر کرتے ہوئے ان کے کلام کا محمل صحیح پر حمل واجب ہے بعض محامل اشتہار واجب الاظہار کے جواب میں معہ نظائر پیش بھی کئے گئے ہیں ۱۲ اگر جواب کی ضرورت ہی تھی تو اتنا کافی تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور ہمارے نزدیک دوسرا قول راجح ہے اور مجتہد فیہ کی نسبت ایسے الفاظ زیبا نہیں اس لئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ گو فتوے سے رجوع نہ کریں۔ گو اولیٰ دافق بالمصالح العامہ یہ بھی ہے لیکن ایسے الفاظ سے ضرور رجوع فرمائیں کہ اقرب الی ادب الاحکام والبعث عن تشویش العوام ہے اونحوذ لک اس سے امر ثانی ثابت ہو گیا کہ میرا جواب اصل مقصد کے اعتبار سے (کہ وجوب کف لسان ہے مؤلف علم الفقہ کے سب و شتم سے) مفید ہے وفی هذا کفایۃ انشاء اللہ تعالیٰ لمن انصف ولم يتعسف واللہ اعلم والسلام مع الاکرام خیر ختام۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

(تحریر خاصہ صفحہ ۳۳۵)

کیا حنفی غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے

سوال (۲۹۸) مقلد غیر مقلد امام کے پیچھے از روئے مسئلہ حنفی کسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اگر پڑھ سکتا ہے تو کس حالت میں اگر نہیں پڑھ سکتا ہے اور باوقفت میں پڑھ لیا تو نماز مقلد مقتدی کی ہوگی یا نہیں اگر نماز نہیں ہوئی تو اعادہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں فقط؟

الجواب۔ نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہو گئی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

(تحریر اول صفحہ ۲۴)

سوال (۲۹۹) ماقولکم رحمہم اللہ تعالیٰ فی هذه المسئلة

اقتدا الحنفی خلف غیر المقلد جائزاً لا یبینوا بالدلیل؟  
 الجواب: مبسلاً و حامداً و مصلياً اقول التفصیل عندی ان غیر  
 المقلدین هم اصناف شتی فمنهم من یختلف مع المقلدین فی  
 الفروع الاجتهادیه فقط فحكمهم فی جواز الاقتداء بهم للحنفیه  
 كالشافعیه حیث یجوز شرط المراعات فی الخلافیات الصلواتیه  
 وفاقاً وعند عدم المراعاة خلافاً و بالاول افتی الجمهور فان امر  
 الصلوۃ مما ینبغی ان یحاط فیہ ومنهم من یختلف معهم فی  
 الاجماعیات عند اهل السنۃ كتجویز النکاح مافوق الاربع و  
 تجویز المتعہ و تجویز سب السلف و امثال ذلك و حكمهم كاهل  
 البدعة حیث یكره الاقتداء بهم تحریفاً عند الاختیار و تنزیهاً عند  
 الاضطرار و حیث یشعبہ الحال الاولی ان یقتدی بهم دفعاً  
 للفتنة ثم یعید اخذاً بالا حوط و لو كانت الفتنة فی الاقتداء  
 فلا یقتدی صوناً للمسلمین عن التخلیط فی الدین و التبخر علی  
 الشرع المتین واللہ تعالیٰ اعلم و عنده علم البقین والحق المبین  
 ثانى يوم النفر من ذی الحجه ۱۳۲۹. من الهجرة المقدسة.

(انہ اولیٰ صفحہ ۲۹) (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳)

اقتداء غیر مقلد ضرورت تقلید سنی شدن

غیر مقلد اقتدار شافعی

سوال (۲۶۸) غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، مسلمان  
 ہونے کے لئے ایک مذہب حنفی یا شافعی وغیرہ ہونا ضرور ہے یا نہیں، اگر ہے تو  
 کس وجہ سے اور پیغمبر صاحب اور صحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا

شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں، جو فحش بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرتا ہے، اور ہر مسئلہ میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہو اور سب اماموں کے برابر حق جان کر جس کا جو مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت و جماعت ہے یا نہیں، اقتداء اس کی جائز ہے یا نہیں حنفی مقتدی شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان فیض اقران میں طرز عمل لوگوں کا یہ تھا کہ آپ کے قول و فعل کا سنتے دیکھتے اتباع کرتے جو ضرورت ہوتی دریافت کر لیتے، اصول و اسباب و علل و احکام کے نہ کسی نے دریافت کئے نہ پورے طور سے بیان کئے گئے، نہ باہم اختلاف تھا نہ تدوین فقہ کی حاجت تھی، نہ جمع احادیث کی ضرورت تھی، بعد وفات شریف آپ کے وقائع قدیمہ میں چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ پہنچی یا پہنچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنی میں غلطی ہوئی یا کسی قرینہ سے تاویل کی یا طریق روایت کو مقدوح سمجھا اور دوسرے صحابی کا حال اس کے خلاف ہوا اور وقائع حادثے میں قیاس دونوں کے مختلف ہوئے اور صاحب وحی سے پوچھنا ممکن نہ تھا، ان وجوہ سے ان میں بعض فروع میں اختلاف پیدا ہوا، پھر وہ صحابہ اقضاء و امصار مختلفہ میں منتشر ہو کر مقتدو پیشوا ہوئے اور تابعین نے ہر نواح میں خاص خاص صحابہ کا اتباع کیا اور ان کے اقوال و افعال کو محفوظ رکھ کر مستند ٹھہرایا اور طرز عمل ہر شہر کا ایک جداگانہ طریق پر ہو گیا جب صحابہ کا زمانہ مقرر نہ ہو گیا، تابعین مقتدا ہوئے اور اپنے ہمعصروں کو جو امور صحابہ سے یاد تھے ان کے موافق فتوے دیتے ورنہ تخریج کرتے، ان سے تبع تابعین نے، اسی طرح اخذ کیا، اس زمانہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کوفہ میں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اپنے ہم عصر کے تابعین سے آثار و

تخریجات محفوظ کر کے اپنے زمانہ میں کچھ آثار و تخریجات کے موافق کچھ خود استنباط فرما کر فتوے دیئے اور بہت لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور تلمذ حاصل کر کے ان کے اقوال و فتویٰ کو جمع کر کے بعض بعض نواح میں شائع کیا، یہاں تک کہ ان اطراف میں وہ دستور العمل ٹھہر گیا، اس کا نام مذہب امام ابو حنیفہؒ و مذہب امام مالکؒ ہوا۔ اس زمانہ کے اخیر میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے، انہوں نے بعض وجوہ تخریج کو متخلل سمجھ کر بعض اصول و فروع میں ترمیم کی، اور از سر نو بناء فقہ کی ڈالی بہت لوگوں نے اس کو نقل کر کے مشتہر کیا اور اس کا نام مذہب امام شافعیؒ ہوا یہ لوگ ارباب تخریج کہلاتے ہیں اور وجوہ تورع و اہتمام نفس اپنے کے جمع احادیث پر جرأت نہیں کرتے ہیں نہ اس کا چنداں اہتمام تھا، بلکہ جو احادیث و آثار جن اطراف میں پہنچے ان کو کافی سمجھتے تھے، اور چونکہ خدائے تعالیٰ نے تیزی و ذہانت و فطانت عنایت کی تھی، اس لئے فتویٰ پر جری تھے، ان احادیث سے استخراج کرتے اور فقہ کو مبادین جانتے اور وجوہ میلان کے اپنے ائمہ و اصحاب و اہل بلد کی طرف اور اعتقاد عظمت شان ان کی کے اور اطمینان کے ان پر استخراج میں ان کی مخالفت نہ کرتے اور در صورت حدیث نہ ہونے کے ان کی تصریحات کو یا اصول کو جو ان کے کلام سے ماخوذ ہیں مدار اپنے فتوے کا ٹھہراتے لیکن اگر کوئی قول اپنایا امام کا مخالف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہؐ دیکھتے اس کو ترک کرتے اور یہی وصیت ائمہ اور ان کے اصحاب کی ہے پس لوگوں کا یہی طور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور جو مثل ان کے تھے انہوں نے اس طرز عمل کو ناکافی اور نوزں بالرائے کو مذموم اور ساقین کی رائے کو خیال نہ پہنچنے بعض احادیث کے بعض اطراف میں نا معتمد سمجھا اور فتویٰ دیکھ سے احتیاط کی اور احادیث کی جمع و تدوین پر متوجہ ہوئے اور مختلف اقطار سے احادیث کو خواہ ان پر کسی نے عمل



کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ وہ مدینہ کی ہوں یا مکہ کی جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک ذخیرہ دانی مجتمع ہوا پس ان لوگوں کا طرز عمل یہ ہوا کہ اول کتاب اللہ دیکھتے اگر اس میں حکم نہ ملتا یا ذات وجوہ ہوتا تو حدیث دیکھتے اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوتا تو فتویٰ صحابہ و تابعین کا دیکھتے اگر کہیں سے حکم نہ ملتا تو مٹا چاری قیاس کرتے اور قیاس کسی اصل پر جتنی نہ تھا بلکہ اطمینان نفس اور شرح صدر پر یہ ابتداء ہے اہل حدیث کی چونکہ یہ صورت فقہ کی بہت مشکل ہے اس لئے جب امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں وہ فقہ ہے ہو سکتا ہے یا نہیں فرمایا نہیں پھر پوچھا کہ اگر پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہوں فرمایا اس وقت امید کرتا ہوں چونکہ امام احمدؒ تخریج بھی کرتے تھے ان کی تخریجات مشہور ہو کر مذہب احمد بن حنبل نام ٹھہرا ہر چند کہ اس وقت دو فریق ہو گئے تھے اہل تخریج و اہل حدیث لیکن ان میں کوئی معاندت یا خاصیت نہ تھی بلکہ اکثر اہل حدیث سے اہل تخریج کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پہنچتی اپنا مذہب ترک کرتے ایسے ہی اہل حدیث کو اگر اپنی رائے کا مخالف ہونا صحابہ یا تابعین کے ساتھ معلوم ہوتا وہ اس کو ترک کرتے، اور ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرتا اور اپنے اپنے کام کو خدمت دین سمجھ کر انجام دیتے اور بزبان حال یہ کہتے۔

ومن ید فی حب الدیا رلا ہلبا  
وللناس فملہ یعشون مذاہب  
ہر کے را بہر کارے ساختند  
میل لو اندر دلش انداختند  
ہر آنجا کہ آزارے نباشد  
کے رہا کے کارے نباشد

جب ان کا زمانہ گذر گیا دونوں فریق کے پچھلے لوگوں نے تہذیب و ترتیب دونوں علموں یعنی فقہ و حدیث کی بوجہ احسن کی اہل تخریج نے مسائل میں توضیح و تنقیح و تصحیح و ترجیح و تالیف و تصنیف کی اور جتنے آثار ملتے گئے اور کلام ائمہ سے اصول ماخوذ ہوتے گئے ان پر استنباط و استخراج کرتے رہے اور اقوال ضعیفہ یا مخالفہ نصوص کی تضعیف و تردید کرتے رہے۔ یہ لوگ مجتہد فی المذاہب کہلاتے ہیں اور اہل حدیث نے احادیث صحیحہ و ضعیفہ و مرسلہ و مقطوعہ کو جدا جدا شخص کیا اور فن اسماء الرجال توثیق و تعدیل و جرح روایت کو تدوین کیا، اس زمانہ میں صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئیں پس روز بروز رونق و گرم بازاری ان دونوں پاک علموں کی ہوتی رہی اور علماء میں یہ دونوں فریق رہے اور عوام جس سے چاہتے بلا تہیید و تعین کسی امام یا مفتی کے فتویٰ پوچھ کر عمل کرتے اور جس فتوے میں تعارض ہوتا اس میں اعدل و لوثق و احوط اقوال کو اختیار کرتے مائے رابعہ تک یہی حال رہا بعد مائے رابعہ کے قضائے الہی سے بہت سے امور پر آشوب پیدا ہوئے، نقاصر ہم یعنی ہمتیں ہر علم میں پست ہونا شروع ہوئیں جدال بین العلماء کہ ہر شخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا تراجم بین الفقہاء کہ ہر فقہیہ دوسرے کے قول و فتوے کو رد کرنے لگا اعجاب کل ذی راۓ بر آۓ یعنی ہر شخص حتیٰ کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پر اعتماد کرنے لگا، تعمق فی النہد و الحدیث یعنی دونوں علموں میں افراط ہونے لگا یعنی بعض فقہاء اپنے اصول ممبرہ سے حدیث صحیح کو رد کرنے لگے اور بعض اہل حدیث ادنیٰ علت ارسال و انقطاع یا ادنیٰ ضعف راوی سے مجتہد کی دلیل کو باطل ٹھہرانے لگے جو ر قضاۃ یعنی قاضی اپنی رائے سے جس پر چاہتے تعدی کرتے تعصب یعنی اپنی جماعت کو امور محملہ میں یقیناً حق پر سمجھنا دوسرے کو قطعاً باطل جاننا جب یہ آفتیں پیدا ہوئیں جو لوگ اس زمانہ میں معتد بہ تھے انہوں نے اتفاق کیا کہ ہر شخص کو قیاس کرنے

کا اختیار نہ ہونا چاہئے اور کسی مفتی کا فتویٰ اور قاضی کی قضا معتبر نہ ہونا چاہئے جب تک کہ متقدمین مجتہدین میں سے کسی کی تصریح نہ ہو چونکہ ائمہ اربعہ سابقین سے مذہب مشہور تھا لہذا ان کی تقلید پر اجتماع کیا گیا اور ترک التزام مذہب واحد میں ظن غالب تلاعب فی الدین وابتغاء رخص واتباع ہوئی کا تھا لہذا التزام مذہب معین کا لابد کیا گیا اور بدوں کسی غرض محمود شرعی کے اس سے انتقال وارتحال کو منع کیا گیا اس وقت سے لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھی کچھ توجہ نہ کی قیاس منقطع ہو گیا بہت لوگ اہل حدیث میں سے اس مشورت پر مصلحت کے مخالف رہے مگر کسی پر لعن طعن نہیں کرتے تھے نہ اہل تخریج ان سے کچھ تعرض کرتے تھے یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا مصیب و جوباء مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سی علل و خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کریں گے، اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اِتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرَهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا بِالْآیَةِ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے اور بعض اہل حدیث نے قیاس و تقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہ و تابعین کو غیر مستند ٹھیرایا اور ائمہ مجتہدین یقیناً حاطی و غادی اور کل مقلدین کو مشرکین و مبتدعین کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجلیل و تفضیل و تحمیق و تفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا مجمع علم امت کا اور داخل عموم آیہ واتبع سبیل من اناب الی و آیہ فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون و آیہ وجعلناهم ائمة یتھدون بامرنا و آیہ اولئک الذین ھدی اللہ

فَبِهْدَانِهِمْ اَقْتَدِہٖ کے ہے اور ہر زمانہ میں استفتاء و فتویٰ چلا آتا ہے اگر ہر مسئلہ میں نص شارع ضرور ہو تو استفتاء و فتویٰ سب گناہ ٹھیرے ان دونوں متشددین کے درمیان ایک فرقہ متوسط محقق پیدا ہوا کہ نہ مجتہدین کو یقیناً مصیب سمجھانہ قطعاً خاطی جانا بلکہ حسب عقیدہ شریعہ المجتہد مخطی و یصیب دونوں امروں کا محل خیال کیا اور نہ ان کے محرم کو حرام جانا بلکہ حرام و حلال اسی کو اعتقاد کیا جس کو خدا و رسول نے حرام و حلال کیا ہے لیکن چونکہ اپنے کو اس قدر علم نہیں کہ نصوص بقدر حاجت یاد ہوں اور جو یاد ہیں ان میں متعارضات میں تقدیم و تاخیر معلوم نہیں اور نہ قوت اجتہاد یہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں، اور احکام غیر منصوصہ میں استنباط و استخراج کر سکیں ایسے کسی عالم راشد، تابع حق مجتہد مصیب فی غالب الظن کا اتباع اختیار کیا نہ اس اعتقاد سے کہ وہ شارع ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ناقل عن الشارع ہے اور باوجود اتباع کے اس بات کا قصد مصمم رکھا کہ اگر نص مخالف قول امام وضعف مسلک اس کے علم کا ہو گیا تو حدیث کے مقابلہ میں قول امام کا ترک کروں گا اور اس میں بھی مخالفت امام کی نہیں بلکہ عین ان کے امر کی موافقت ہے چنانچہ ہر زمانہ میں تصنیف و اختیار و ترجیح و ترک و فتویٰ چلا آیا ہے یہ متوسط تقلید ہزاروں علماء و مشائخ و اولیاء نے اختیار کی ہے اس کے ابطال کے درپے ہونا تضييع اوقات ہے۔

کہ شیران جہاں بسہ اس سلسلہ اند

رو بہ از حیلہ چہ ساں جگملہ اس سلسلہ را

پس نفس اتباع مجتہد کا تو عموم نص سے ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان

چاروں ہی کا اتباع ہو اور چاروں میں سے ایک ہی کا اور ایک کا کر کے دوسرے کا نہ ہو یہ بات اگرچہ بہ تکلف تحت مفهوم نص کے داخل ہو سکتی ہے چنانچہ

میں نے اس بارہ میں ایک تحریر لکھی ہے، مگر صراحتاً منصوص نہیں، لیکن ادنیٰ تاہل سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے لیکن اتباع مجتہد کے لئے اس کے اجتہاد کا علم ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے تفصیل جزئیات کے ساتھ کسی کا اجتہاد محفوظ نہیں پھر مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہو جاوے گا پس مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ممکن نہیں ضرور ایک کا ہو گا پھر اس کے لئے وجہ ترجیح بجز ظن اصامت حق کے کیا ہو سکتا ہے، پھر یہ ظن یا تفصیل ہو گا یا اجمالاً تفصیلاً یہ کہ ہر جزئی میں سب کے اقوال و دلائل کو دیکھ کر جو راجح ہو اس پر عمل کرے اس میں علاوہ جرح کے اتباع مجتہد کا نہ ہو گا بلکہ اپنی تحقیق کا ہو گا وہ خلاف المفروض پس ضرور ہے کہ اجمالاً ہو گا یعنی ہر امام کے مجموعہ حالات پر نظر کر کے دیکھا کہ کس میں آثار اصامت کے ہیں۔

پس کسی کو امام اعظم صاحب کی مجمل کیفیت سے ان پر ظن اصامت و رشد کا ہوا کیونکہ بقول محققین بسبب تباہی ہونے کے تحت آیت وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ کے داخل اور متاویل اکثر شراح حدیث قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان الایمان عند الثریا لناله رجل من فارس الحدیث او کما قال کے مصداق اور بقول ابن حجر حدیث ترفع زبنة السنة ماته و خمسين کے مشاریہ اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے ثنی علیہ اور عبد اللہ ابن مبارک کے ان آیات کے ممدوح ہیں۔

لقد زان البلاد ومن علیها  
امام المسلمین ابو حنیفة  
باحکام واثار وفقہ  
کآیات الزبور علی الصحیفة  
فما فی المشرقین له نظیر

ولا فى المغربین ولا بكوفة  
 بیت مشمرأ سهر الیالی  
 وصام نهاره لله خیفه  
 فمن کابی حنیفة فى علاه  
 امام للخلیفة والخلیفة  
 رایت العائیین له سفاهما  
 خلاف الحق مع حجج ضعیفه  
 وصان لسانه من کل افک  
 وما زالت جوارحه عقیفه  
 یعف من المحارم والملاهی  
 و مرضاة الآله له وظیفه  
 وكيف یحل ان یوزی فقیه  
 له فى الارض اثار شریفه  
 وقد قال ابن ابریس مقالا  
 صحیح النقل فى حکم لطیفه  
 بان الناس فى فقه عیال  
 على فقه الامام ابی حنیفة  
 فلعنة ربنا اعداد امل  
 على من رد قول ابی حنفیه  
 ای من رد محقراً لما  
 قال من الاحکام الشرعیة

کسی کو امام شافعی پر یہ ظن ہوا کسی کو امام مالک پر کسی کو امام احمد پر،

پس ہر ایک نے ایک کا اتباع اختیار کیا، جب ایک کا اتباع اختیار کر لیا، اب بلا ضرورت شدید یا وجہ قوی یا وضوح حدیث مخالف مذہب دوسرے کی اتباع میں شق اول یعنی ظن تفصیلاً عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ پس ثابت ہوا کہ انہیں چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کرے علی ہذا اتفق اکثر علماء الاقطار والا مصار سیمائیر البقاع مکہ والمدینۃ حر سہما اللہ تعالیٰ وہو الاحق بالاتباع و فیما دونہ خطر و اریاع۔ اللهم عیننا علی سہ رسولک الامین ثم علی حب الائمة المجتہدین لایسما امام الائمة کاشف الغمۃ سراج لامۃ الی حلیفۃ العمان الساعی فی الدین و احفظنا عن الافراط و التفریط اجمعین، آمین یا رب العالمین۔

تقریر بالا سے جواب چاروں سوالوں کا واضح ہو گیا کہ غیر مقلد کے پیچھے بخر طیکہ عقائد میں موافق ہو۔ اگرچہ بعض فروع میں مخالف ہو اقتداء جائز ہے اگرچہ خلاف لوٹی ہے یہ جواب ہوا پہلے سوال کا اور حنفی شافعی ہونا جزو ایمان نہیں ورنہ صحابہ و تابعین کا غیر مؤمن ہونا لازم آتا ہے لیکن جن وجوہ سببہ مذکورہ بالا سے مقتدیین نے ضروری سمجھا ہے ان وجوہ و مصالح سے حنفی و شافعی ہونا ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں چونکہ یہ مذاہب ہی نہ تھے اس لئے حنفی شافعی کون کہلاتا البتہ ائمہ کے زمانہ میں یہ لقب مشہور ہو گیا تھا کما مر یہ جواب ہوا دوسرے سوال کا اور جو مقلد مذہب معین کا نہ ہو لیکن عقائد درست ہوں تو مسلمان بھی ہے سنی بھی ہے مگر وجہ مخالفت سواد اعظم کے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو ضروری سمجھا ہے چنانچہ ہم نے آخر تقریر میں اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے خاطی ہے اور غالب ہے کہ وقت وقوع حوادث نادرہ کے عمل میں متغیر ہو گا کیونکہ بدو اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمد پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہونی چاہیے نہ یہ کہ صحاح ستہ میں منحصر سمجھ کر۔

چوآں کرے کہ درنگے نہان است

زمین و آسمان دے نہان است

بے باکی سے مخالفت مجتہدین پر کمر باندھ لی مگر اقتداء اس کی جائز ہے  
اگرچہ اولیٰ نہیں یہ جواب ہوا تیسرے سوال کا،

اور جب مقلد کو غیر مقلد کی اقتداء جائز ہے تو ایک مقلد کو اگرچہ حنفی  
ہو دوسرے مقلد کی اگرچہ شافعی ہو اقتداء کیوں نہ جائز ہوگی۔ مگر اقتداء  
شافعی یا غیر مقلد میں ایک امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اگر ایسے امام سے کوئی عمل  
مناقض وضو یا نماز کا بناء پر مذہب مقتدی پایا جاوے تو مقتدی کی نماز ہوگی یا  
نہیں، سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کی طرف ہے، مگر اکثر علماء نے احتیاطاً  
حکم فساد صلوٰۃ کا کیا، علیہ الفتویٰ۔ پس ان کی اقتداء میں یہ دیکھ لے، کہ اس کا  
وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہو گیا، یہ جواب ہوا چوتھے سوال کا، هذا  
ما اخذته من كلام بعض الافاضل مع اضيفت اليه من بعض  
الدلائل والسائل فليكن هذا آخر ما اردناه في هذا الباب والله  
اعلم بالصواب اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه والباطل  
باطلاً وارزقنا اجتنابه بحرمة من سكن طابه وزار المشتاقون  
بابه فقط

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۹۳ تا ۳۰۰)

سوال (۲۸۹) ایک شہر میں بعض لوگ حنفی کہلاتے ہیں اور مولود خوانی  
فاتحہ خوانی، تیجہ، دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، اور بعض  
لوگ غیر مقلد کہلاتے ہیں اور ان امور مذکورہ سے مجتنب اور بہت نافر ہیں اور  
ائمہ اربعہؒ کو اصحاب فضائل و مناقب جانتے ہیں مگر وجوب تقلید شخصی کے  
منکر ہیں پس نماز میں ان دونوں فریق میں سے کس کی اقتداء کرنی چاہئے؟



ایک شخص غیر مقلد ہے اور بزرگان دین کو علی سبیل المراتب بزرگ جانتا اور شرک و بدعت سے از حد نافرور اپنے آپ کو کتاب و سنت کا قبیح بتلاتا اور احادیث صحیحہ کو اقوال ائمہ عظام پر ترجیح دیتا بلکہ واجب التقدیم جانتا اور وجوب تقلید شخصی کا منکر ہے اور ایک شخص حنفی مذہب کا پورا پابند ہے سر مواس کا خلاف نہیں کرتا، اب ان دونوں میں کس کی اقتداء درست ہے اگر دونوں کی درست ہے تو کس کی اقتداء اولیٰ و افضل ہے؟

جو شخص غیر مقلد مذکور الحال کو بدعتی جانتا اور ائمہ محدثین مثل امام بخاری وغیرہ کو پسناری (مفردات و مرکبات ادویہ فردش) وغیرہ اور ائمہ مجتہدین مثل امامنا الاعظم کو حکیم و طبیب کہتا ہے یعنی محدثین کو الفاظ خفیفہ سے یاد کرتا ہے، تو یہ شخص بدعتی ہو گا یا نہیں اور ائمہ محدثین کو ان لفظوں سے یاد کرنا درست ہے یا نہیں؟

منکر وجوب تقلید شخصی عند اللہ ملام و معاتب و معائب و خارج از اہل سنت و جماعت ہو گا یا نہیں بیوا تو جروا۔

الجواب: غیر مقلد مذکور فی السؤال اگر اور کسی اعتقادی یا عمل بدعت میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں بعض غیر مقلدین ہو گئے ہیں صرف انکار وجوب تقلید شخصی سے کہ ایک فرع مختلف فیہ ہے خارج از اہل سنت نہیں ہے، اور اسی طرح مقلد مذکور فی السؤال الثانی بھی داخل اہل سنت ہے البتہ حنفی مذکور فی السؤال الاول والثالث اور اسی طرح جو غیر مقلد کسی اعتقادی یا عملی بدعت میں مبتلا ہو یہ دونوں مبتدع ہیں اور مبتدعین کی اقتداء مکروہ ہے، اور غیر مبتدعین جب کہ اور صفات میں مساوی ہوں امامت میں برابر ہوں گے البتہ جس کی امامت موجب تقلیل ہو اس کی امامت اس عارض کے سبب خلاف

اولیٰ ہے ۳ رجب ۱۳۳۱ھ

(تمہ ۴۵ ص ۳۸)

## بدعتی اور غیر مقلد کو بیعت کرنا

سوال (۲۷۱) جو لوگ سوئم و فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں اور بعض ان میں سے تشدد اور بعض نرم و علیٰ ہذا غیر مقلد بھی اگر ان حضرات میں سے کوئی شخص احقر کے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہو تو بیعت کروں یا نہیں، حاجی صاحب کے سلسلہ میں مختلف قسم کے لوگ تھے جو ارشاد ہو خیال رکھا جاوے؟

الجواب: رسوم بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں، صاف کہہ دیجئے کہ ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، اور غیر مقلد اگر دو وعدے کرے تو مضائقہ نہیں، ایک یہ کہ مقلدوں کو برانہ سمجھوں گا اور مقلد سے بحث نہ کروں گا اور دوسرے یہ کہ مسئلہ غیر مقلد عالم سے نہ پوچھوں گا بلکہ مقلد سے پوچھوں گا،

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۲۲)

شف تلخیص بعض غیر مقلدین در نقل عبارت صاحب فتاویٰ  
بتائید خویش

سوال (۳۸۴) السلام علیکم، ایک چودرقہ انجمن اہل حدیث مراد آباد نے کلام انجمن نام رکھ کر شائع کیا ہے جو ہمراہ اس پرچہ کے ارسال خدمت کرتا ہوں جس میں الاقتصاد اور امداد الفتاویٰ مولفہ آنجناب اور مکاتیب رشیدہ مرتبہ مولوی عاشق الہی صاحب میرٹھی سے یہ دکھایا گیا ہے کہ آنجناب تقلید شخص کو اچھا نہیں سمجھتے کیا جناب کی تحریرات کا یہی مطلب ہے۔ و غیر مقلدین مراد آباد نے سمجھا ہے جو بات جناب کے نزدیک صحیح اور قابل عمل ہو تحریر فرمادیں فقط والسلام۔

الجواب: چودرقہ دیکھا دوسرے حضرات کی تحریرات کی مفصل تحقیق انہی

حضرات سے کرنا مناسب ہے کہ ان کی تحریر کی نقل میں کیا کیا کمی بیشی کی گئی ہے باقی اپنی تحریرات کو میں نے اصل سے منطبق کرنا چاہا تو ناقل کی چند خیانتیں معلوم ہوئیں اور حیرت ہوئی کہ یہ صاحب مدعی عمل بالحدیث کے ہیں اور پھر افتراء و کذب تلخیص کو کس طرح جائز اور گوارا فرماتے ہیں چنانچہ سرسری نظر سے خاص میری طرف منسوب کی ہوئی تحریر میں تین امر قابل تنبیہ تحقیق ہوئے۔

اول : تذکرۃ الرشید سے میرے خط کا جو مضمون نقل کیا ہے وہ میں نے بطور تحقیق اور رائے کے نہیں لکھا، بلکہ بطور اشکال کے پیش کیا ہے یعنی بعض اعمال حکم فیہا میں جن پر بدعت ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے اور تقلید میں فرق پوچھنا مقصود ہے چنانچہ جہاں تک ناقل نے میری عبارت نقل کر کے چھوڑ دی ہے اسی کے ایک سطر بعد یہ عبارت کہ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان و وجوب مشہور و معمول یہ ہے سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہو گا۔ دلیل صریح اس امر کی ہے کہ مقصود اس سے رفع شبہ ہے باوجود تسلیم کرنے وجوب تقلید شخصی کے ورنہ اگر اس کا وجوب تسلیم نہ ہوتا تو پھر اشکال ہی کیا تھا، اور سوال ہی کی ضرورت نہ تھی سو ایک خیانت تو یہ کی کہ میرے سوال کو میری تحقیق بنایا پھر میرے اس خط کے جواب میں مولانا نے یہ لکھا ہے جو صفحہ ۱۳۳ پر ہے جس میں وہ فرق بتلادیا ہے اور جس کو میں نے تسلیم کیا ہے، اس پر ناقل صاحب نے نظر نہیں فرمائی یا قصد اچھپایا کیا یہ تلخیص اور غش نہیں ہے۔

دوم : اقتصاد ہے جو عبارت نقل کی ہے وہ بھی ناتمام ہے یہ مضمون ایک جزو ہے مقصد ہفتم کا اس کے اول میں تصریح ہے کہ اگر عالم قبح کو خود یا اس کے سوال سے دوسرے کو مجتہد کے قول کا مرجوح ہونا بھی معلوم ہو جاوے تو

اگر اس میں دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہو اور رائج پر عمل کرنے سے احتمال فتنہ و تشویش کا ہو تو مرجوح پر عمل کر لے اور دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے اس کے بعد یہ لکھا ہے اور اگر گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب رائج میں حدیث صریح صحیح موجود ہے اس کے بعد وہ عبارت چل گئی ہے جو ناقل نے لکھی ہے پھر آگے چل کر تصریح کی ہے صفحہ ۶۹ میں کہ ایسے مقلد کو جو اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی قصد کر رہا ہے برا کہنا جائز نہیں یہ ہے پورا مضمون ملخصاً اب اس کو ملاحظہ فرمائیے اور ناقل صاحب نے جو اس سے ثابت کرنا چاہا ہے اس کو دیکھئے کہ اس کو اس عبارت سے کیا تعلق۔

سوم : امداد الفتاویٰ سے جو عبارت نقل کی ہے اس کا سیاق و سباق بھی اپنے لئے مضر سمجھ کر حذف کر دیا ہے اس سے لو پر فقہاء و محدثین کے مسلک کی مفصل تاریخ لکھ کر کہا ہے کہ یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا اس کے بعد اول بعض مقلدین کے تشدد کا بیان ہے اور ناقل صاحب نے صرف اس کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد یہ عبارت ہے اور بعض اہلحدیث نے قیاس و تقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہؓ تابعینؓ کو غیر مستند ٹھہرایا اور ائمہ مجتہدین کو یقیناً خاطی و غاوی اور کل مقلدین کو مشرکین و مبتدعین کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل و تضلیل و تمہیق و تفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا جواز مجمع علیہ امت کا اور داخل عموم آیت و اتباع سبیل من اناب الی اور آیت فاستلوا اہل الذکران کنتم لاتعلمون کے ہے اٹلح یہ ہے پورا مضمون ملخصاً اب ناقل صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس میں تقلید شخصی کی حرمت و

مذمت علی الاطلاق کہاں ہے اگر تقلید غیر مشروع پر کلام ہے تو غیر مقلدین کی بھی مذمت اور ان پر ملامت ہے تو دونوں جزوؤں پر عمل کرو اور اگر ہم کو مصنف سمجھتے ہو اور عمل ہی کا تہہ یہ بھی ہے کہ ایک اشتہار اور چھپو او جس کی یہ سرخی ہو کہ غیر مقلدین کی خدمت میں اشرف علی کی تقریر اور بعض غیر مقلدین مدعیان اتباع کی تلمیس و بے انصافی ہماری زندگی میں ہم پر یہ افتراء اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے۔

(امداد الفتویٰ ج ۳ ص ۳۸۲ تا ۳۸۳)

### معاملہ با غیر مقلداں

سوال (۵۸۲) ایک اشتہار غیر مقلدوں کا مقام چاند پور میں آیا وہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اس کا مضمون صحیح ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

حاصل مضمون اشتہار: معنون بہ نقل معاہدہ علمائے اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی چونکہ دہلی و دیگر اصصار میں اکثر نا فہم لوگوں نے مسائل فرعیہ میں تنازعات بے معنی برپا کر کے طرح طرح کے اشتہار و رسائل مشترکے اور نوبت بعد اوت پہنچائی، فساد و عناد بڑھتا گیا نوبت بنو جداری پہنچی، حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آتا ہے لیکن ان حضرات میں بغض و عناد نہ تھا اور آج کل لوگ انہیں فردعی مسائل کے سبب اتفاقی حرمتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ غیبت و عدالت بالاتفاق حرام ہے جن مسائل میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں نجاست آب، آمین بالکھمر، رفع یدین، و دیگر مسائل اختلافیہ بعض نے حرام سمجھا بعض نے مثل مؤکدہ غرض جاوہ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق دوسرے فریق کے افعال میں طعن و توہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے جائز ہے آپس میں محبت و اتحاد

رکھیں کوئی کسی کو بد مذہب نہ جانے منازعت اور تہرار نہ کرے اتنی مختصراً مولیر فلاں و فلاں و دستخط فلاں و فلاں از علمائے مقلدین و غیر مقلدین مقام دہلی۔

الجواب : نقل معاہدہ اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی سے گذرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑوں میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ قائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکہ دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط وجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی، لڑائی دنگہ رہا کرتا، حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا، بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ ترلوت کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں اور تقلید امر کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ آباءنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں اور ہمیشہ جو بایں فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل و تشریح اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرمائیں ان پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس جو مذکور ان سے احتیاط سب امور، یعنی دنیاوی میں

بہتر معلوم ہوتی ہے باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہیں کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ نہیں ہوتا اور مخالف محاصم جھگڑنے سے رلہ پر نہیں آتا تو پھر تکرار ہے فائدہ سے کیا حاصل۔ قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا هَدَيْتُمْ الْآيَةُ وَاللَّهُ دَلِي التَّوْفِيقِ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۶۱، ۵۶۲)

### احمدیہ کو وہابی کہنے کا حکم

سوال : جو لوگ احمدیہ و محمدی کہلاتے ہیں ان کو جو وہابی کہا جاتا ہے کیا یہ لقب خدا و رسول نے دیا ہے یا لوگوں نے؟ اگر خدا و رسول نے نہیں دیا تو پھر اس لقب کے ساتھ ملقب کرنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب : اس لقب کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص مسلک میں ابن عبد الوہاب کو اپنا مقتدا یا موافق ہو پس اگر یہ اتباع یا توافقی مطابق واقع کے ہو تو یہ لقب درست ہے ورنہ کذب و لَا تَنَابِزُ وَا بِأَلَا لِقَابُ کی مخالفت ہے جیسے وہ لوگ مقلدین کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۹۶)

سوال : غیر مقلدین از فقہ و از دعوت حنفی للذہب نفرت دارند یعنی دعوت قبول نے کنند ذبح نے خورند، دریں صورت اگر فقہ و دعوت اوشاں مایاں متغیر شویم چه حرج؟

الجواب : چوں ایں متغیر غیر مقلدین از مباح و حلال خلاف مشروع ہست و زجر بر غیر مشروع ہست لہذا اگر زجرانہ کہ اعتقاد از ایشان متغیر کردہ شود مضائقہ نیست۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۰۴)

## اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت

جراہوں پر مسح کرنا

سوال (۵۱۲) از قلم مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں  
ضلع سیالکوٹ ۲۱ دسمبر ۱۳۲۶ھ کے اہل حدیث میں ہر ایک جراب پر مسح کے  
جواز کا فتویٰ شائع ہوا ہے اور دلیل میں اس طرح حدیث ترمذی نقل کی ہے۔  
مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجوربین یعنی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جراہوں پر مسح کیا۔ حدیث کا مضمون تو اتنا ہی  
ہے اس پر بعض حضرات یہ بڑھاتے ہیں کہ موٹی جراہوں پر کرنا چاہئے ان کو  
چاہئے کہ اس قید کا ثبوت کسی نص سے پیش کریں اور جو ہر ایک جراب پر مسح  
کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(۳۱ دسمبر ص ۱۲)

فاضل مفتی کو لازم تھا کہ حدیث مذکور سے استدلال کرنے سے پہلے  
اس امر کی تحقیق کرتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جراہوں پر مسح  
فرمایا ہے کیا وہ جراہیں سوتی تھیں یا لونی۔ شخص تھیں یا رقیق و دونہ خراط  
القتاد شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ص ۶۲ میں لکھتے ہیں وانت خبیر ان  
الجورب يتخذ من الادیم وكذا من الصوف وكذا من القطن ويقال  
لكل من هذا انه جورب ومن المعلوم ان هذه الرخصة بهذا  
العموم التي ذهبت اليها تلك الجماعة لا تثبت الا بعد ان يثبت ان  
الجوربين الذين مسح عليهما النبي صلی اللہ علیہ وسلم كان  
من صوف سواء كانا منعلين او ثخينين فقط ولم يثبت هذا قط  
فمن اين علم مجواز المسح على الجوربين غير المجلدين بل



یقال ان المسح يتعين على الجوربين المجلدين لا غير هما لانهما في معنى الخف والخف لا يكون الا من الاديम نعم. لو كان الحديث قولياً بان قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسحوا علی جوربین مکان مسح علی الجوربین يمكن الاستدلال بعمومه علی کل انواع الجورب واذلیس فلیس۔ یعنی جورب جس طرح چڑے کی بنائی جاتی ہے اسی طرح لون اور سوت سے بنتی ہے۔ چڑے کی ہوا لون یا سوتی سب کو جورب کہتے ہیں وہ جب تک یہ ثابت نہ کریں کہ جن جرابوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسح کیا وہ لونی تھیں (یا سوتی) متعل تھیں یا ٹخن، تب تک ہر قسم کی جرابوں پر مسح کی اجازت نہیں ہو سکتی اور یہ بات (کہ حضور علیہ السلام کی جرابیں سوتی یا لونی غیر مجلد و متعل تھیں) ثابت نہیں ہو سکتی غیر مجلد جرابوں پر مسح کا جواز کہاں سے معلوم ہوا بلکہ کہا جائے گا کہ مسح مجلدین پر متعین ہے کیونکہ مجلدین خف (موزہ) کے معنوں میں ہیں اور خف (موزہ) چڑھ کا ہوتا ہے ہاں اگر حدیث قوی ہوتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا کہ جرابوں پر مسح کرو تو ہر قسم کے جرابوں پر مسح کے جواز پر حدیث کے عموم سے استدلال ممکن تھا۔ جب حدیث قوی نہیں تو یہ استدلال بھی ممکن نہیں۔ اسی عون المعبود کے ص ۶۱ میں لکھا ہے۔

”قاموس میں ہے کہ جورب پاؤں کے لفافہ کو کہتے ہیں“ اور لفافہ جامہ بیرونی کو کہتے ہیں۔ صراح میں ہے لفافہ جامہ بیرونی کہ برپاء مردہ و جزء آل پچند۔ اور جامہ بیرونی اس وقت صادق آئے گا جب کہ اس کے اندر بھی کوئی دوسرا جامہ وغیرہ ہو۔ اسی واسطے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لمعات میں لکھا ہے وہ یہ کہ جورب ایک موزہ ہے جو موزوں پر پہنا جاتا ہے ٹخنوں تک اس لئے کہ سردی سے چاڑھ ہو اور نیچے کا موزہ میل کچیل سے محفوظ

(عنون المعبود ص ۶۱)

علاوہ اس کے لفاظہ الرجل عام ہے کہ چڑے سے ہو یا اون سے یا روئی سے۔ طبعی کہتے ہیں۔ الجورب لفاظہ الجلد وهو خف معروف من تحوساق۔ یعنی جورب چمڑہ کے لفاظہ کو کہتے ہیں، وہ موزہ معروف ہے ساق تک معلوم ہوا کہ چمڑہ کے موزہ کو بھی جورب کہتے ہیں اسی طرح شوکاٹی شرح مفتی میں لکھتے ہیں۔ الخف من ادم یغطی الکعبین والجرموق اکبر منه یلبس فوقہ والجورب اکبر من الجرموق۔ موزہ چمڑہ کی نعل ہے جو ٹخنوں کو ڈھانپ لیتی ہے جرموق اس سے بڑا ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے اور جورب اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جورب ایک موزہ کی قسم ہے جو موزہ سے بڑا ہوتا ہے۔ شمس الاممہ حلوانی نے جورب کی پانچ قسم کہا ہے جن میں ایک قسم رقیق چمڑہ کا بھی لکھا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جورب چمڑے کا بھی ہوتا ہے۔ تو جن جوربین پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا ممکن ہے کہ وہ چمڑہ کی ہوں، جن کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں خفین کہا گیا ہے جن کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

علاوہ اس کے حدیث ترمذی جس کو مفتی اہل حدیث نے نقل کیا ہے اس میں والنعلین کا لفظ بھی ہے جس کو فاضل مفتی نے کسی مصلحت کے لئے نقل نہیں کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن المغیرة بن شعبه قال توضا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا جو ترمذی ص ۱۵ کے حاشیہ پر حوالہ خطابی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جرابوں پر مسح

نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ مسح نعلین بھی فرمایا۔ تو جو شخص صرف جرابوں پر (بلا نعلین) مسح جائز کہتا ہے اس پر دلیل لازم ہے شاید اسی مصلحت کے واسطے مفتی اہل حدیث نے والنعلین کو اڑا دیا۔ اگر کہا جاوے کہ آپ نے مسح علی الجوربن اور نعلین پر علیحدہ علیحدہ کیا ہو گا تو اس احتمال کو سیاق حدیث رد کرتا ہے اس لئے کہ ایک وضو میں مسح جوربن اور نعلین کا جدا جدا متصور نہیں۔ علامہ عینی شرح ہدایہ ص ۳۲۹ میں فرماتے ہیں کون الجورب منعلاً وهو محمل الحدیث الذی رواہ ابو موسیٰ الاشعری وغیرہ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ نے جو کہ جرابوں کا متعل ہونا فرمایا ہے یہی اس حدیث کا محمل ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ بہر حال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح کیا ہے یا تو ان کو چرمی جراب پر محمول کریں گے یا نخلین پر چونکہ حدیث میں مطلق جورب آیا ہے اور فعل کی حکایت میں عموم نہیں ہوتا اس لئے ہر قسم کے جورب پر مسح کا جواز حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تحقیق اس حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ہے جس کو مفتی نے حوالہ ترمذی لکھا ہے۔ ورنہ سلف سے اس حدیث پر جرح منقول ہے۔ ابو داؤد مع عون المعبود کے صفحہ ۲۶۰ میں ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے اس لئے مغیرہ سے جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ نسائی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں لانعلم احداً تابع اباقیس علی هذه الروایة والصحيح عن المغيرة انه عليه السلام مسح على الخفين اه۔

(نصب الراية ص ۹۶۔)

ہم نہیں جانتے کہ ابو قیس کا اس روایت میں کوئی متابع ہو صحیح مغیرہ سے یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ یہ بھی نے کہا

ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری و عبد الرحمن بن مہدی و احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی و مسلم بن حجاج نے ضعیف کہا اور مشہور مغیرہ سے حدیث مسح موزوں کی ہے۔

قال النووی کل واحد من هؤلاء لو انفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعذیل۔ نووی کہتے ہیں کہ ان ائمہ میں سے ایک ایک ترمذی پر مقدم ہے۔ علاوہ اس کے جرح مقدم ہے تعدیل پر حفاظ اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ ترمذی کا حسن صحیح کہنا معقول نہیں (زیلعی ص ۹۷) احیاء السنن ص ۱۳۰ جلد اول میں بروایت ابن ابی شیبہ لکھا ہے سعید بن مسیب و حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جرائیں جبکہ دیر ہوں ان پر مسح جائز ہے۔ اسی طرح ترمذی ص ۱۵ میں ہے یمسح علی الجودہین وان لم یکونا منعلین اذاکان ڤخینین کہ جرائیں اگرچہ منعل نہ ہوں جبکہ موٹی (کاڑھی) ہوں تو مسح جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر ٹخنیں جو حکم خف میں نہیں ان پر مسح جائز نہیں۔ واللہ علم۔ ضمیمہ ختم ہوا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۲۰ تا ۲۲۳)

### جواب شبہ ثانی در حدیث شش عید و قول امام

سوال (۴۸۵) چھ روزہ شوال میں حکم حدیث صحیح مسلم من صیام رمضان ثم اتبعه ستان من شوال کان کصیام الدھر انتہی مسنون و مستحب ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ بہر حال خواہ متابع خواہ متفرق عید الفطر کے بعد ہوں مکر وہ فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری فقہ معتبرہ حنفیہ میں مرقوم ہے ویکرہ صوم ستۃ من شوال عندابی حنیفۃ متفرقا کان اور متتابعاً۔ اسی لیے امام نووی رحمہ اللہ حدیث مذکور کی شرح فرماتے ہیں۔

هذا الحديث الصحيح الصریح واثبت السنة لا تترك

لترك بعض الناس واكثرهم و كلهم بها۔

(انتہی، نووی جلد اول ص ۳۶۹)

لہذا عرض ہے کہ ہم مقلدین کو مطابق ارشاد امامنا الاعظم رحمہ اللہ کے ان روزوں کو مکروہ سمجھ کر نہ رکھنا چاہئے یا حسب تصریح حدیث شریف عمل کرنا چاہئے مگر ایسی صورت میں کہ مطابق حدیث صحیح صریح ہے قول امام چھوڑنے میں ترک تقلید تو لازم نہ آوے گا کیونکہ تقلید تو مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے نہ منصوص میں اور نیز حسب وصیت مجتہدین اذا صحح الحديث فهو مذهبي اتركوا قولي بقول الرسول صلى الله عليه وسلم ترك تقليد بھی لازم نہیں آتی کیونکہ اگر مسائل منصوصہ ہیں تو محل تقلید بھی نہیں اتباع حدیث حسب تصریح ماہر فن محدثین واجب ہے اور اگر اس کو بھی تقلید ہی کہا جاوے تو حسب مقولہ ائمہ رحمہم اللہ میں ترک تقلید رکھی اور عمل بالسنۃ کو مکروہ و ناجائز جانا تو اندیشہ ہے کہ حسب تحذیر ائمہ و علماء مورد عتاب نہ ہو جاوے چنانچہ امام بن حجر رحمہ اللہ فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۸۴ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔

ويستفاد من ذلك ان امره صلعم اذا ثبت لم يكن لاحد ان يخالفه ولا يتحیل في مخالفته بل يجعله الاصل الذي يرد عليه ماخالفه لا بآ لعكس كما يفعله بعض المقلدين ويغفل عن قوله تعالى فليحذر الذين يخالفون عن امره الاية انتہی

اور داشتہ داشتہ شرک فی الرسالۃ میں مبتلا نہ ہو جاوے معاذ اللہ منہ۔  
یہ عرض فقیر حقیر محض نظر تحقیق و اخلاص پر مبنی سمجھ کر جواب باصواب سے ممتاز فرمادیں، فقط والسلام۔

الجواب : فی الدر المختار وندب تفریق صوم الست من شوال

ولایکرہ التتابع علی المختار خلافاً للثانی حاوی والاتباع  
المکروه ان یصوم الفطر وخمسۃ بعده فلو افطر الفطر لم یکرہ  
بل یمسح ویسن ابن الکمال فی ردالمحتار قوله علی المختار  
قال صاحب الہدایۃ فی کتاب التحنن ان صوم الستۃ بعد  
الفطر منهم من کرہه والمختار انه لا بأس به الی اخیر ما قال  
واطال وقال وتماثل ذلک فی رسالۃ تحریر الاقوال فی یوم الست  
من شوال للعلامۃ قاسم وقدرہ فیہا علی مافی منظومۃ التبانہ  
وشرحہا من غرۃ الکراہۃ مطلقاً الی ابی حنیفۃ وانه الاصح  
بانه علی غیر روایۃ الاصول وانه صحیح مالم یمسح احدالی  
تصحیحہ وانه صحیح الضعیف و عمدالی تعطیل مافیہ الثواب  
الجزیل بدعوی کاذبۃ ثم ساق کثیر من نصوص کتب المذہب  
فراجعہا فافہم ج ۲ ص ۲۰۱ مصریۃ وفی العالمگیریۃ بعد نقل  
قول الکراہۃ والاصح انه لا بأس به کذا فی محیط السرخسی  
ج ۱ ص ۱۲۹ فعلم بهذه النصوص المذہبیۃ ان القول بالکراہۃ  
لم یصح نسبتہا الی الامام وانه دعوی بلا دلیل فلا یلزم اشکال  
ترك الحديث ولا ترك قول الامام لانه یوافق الحديث

(شوال ۱۳۳۳ھ ترمذیانیہ ص ۱۷۴) (امداد الفتاوی ج ۳ ص ۳۸۴ تا ۳۸۵)

### رسالہ ملاحۃ البیان فی فصاحتہ القرآن

السوال (۵۱۵) پرچہ اہل حدیث کا ایک تراشہ ملفوف خدمت ہے حسب  
فرصت اس مضمون کے متعلق اپنی اجمالی رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے، یہ  
محض اپنے اطمینان خاطر کے لئے چاہتا ہوں کسی اخباری بحث و مباحثہ سے  
مطلق تعلق نہیں۔

نقل تراشہ، تعاقب کا جواب : علمی مضامین میں اختلاف ہونا اور علمی طریق سے اس پر گفتگو ہونا مستحسن اور علمی طریق ہے اخبار اہل حدیث میں اس کا سلسلہ ابتداء سے جاری ہے مخالف مضمونوں کو بھی جگہ دی جاتی ہے آج بھی اس کی نظیر پیش ہے اہلحدیث ۱۸ جون ۱۹۳۷ء میں ایک فتویٰ درج ہوا تھا جو دراصل ضلع اعظم گڑھ کے ایک اہل علم کے حق میں تھا جس نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں بعض الفاظ غیر مناسب محض جمع کے لحاظ سے آئے ہیں موصوف کے حق میں لکھا گیا کہ یہ ان کی علمی غلطی ہے کفر فسق نہیں، معاصر ”محمدی“ دہلی نے اس پر تعاقب کیا، تعاقب کے الفاظ یہ ہیں (مدیر) ۱۸ جون کے اہل حدیث میں بھٹی نمبر ۱۳ سوال نمبر ۱۷۵ کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے، ہمارے خیال میں اس میں تسامح ہو گیا ہے، لہذا فاضل مفتی صاحب نظر ثانی کریں تو بہتر ہے۔ اصول زبان کی حیثیت سے بعض الفاظ قرآنی کو غیر انسب اور غیر احسن کہنا اسماء سور کو بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرنے والے کہنا سوائے دہریت کی رہنمائی کے اور اپنی نیچریت کے اظہار کے اور لوگوں کے دلوں سے تعظیم قرآن دور کرنے کے کسی نیک نیتی پر محمول نہیں ہو سکتا پھر نیت کا علم کسی کو نہیں شرعی فتوے ظاہر پر ہیں پس شخص مذکور کی علمی غلطی کے ساتھ ہی اس کے فسق و فجور کا بھی اس میں پورا دخل ہے واللہ اعلم۔

جواب مرقوم اہلحدیث : اخبار اہلحدیث ۱۸ جون صفحہ ۱۳ میں سوال نمبر ۱۷۵ قرآن میں جمع کے لئے غیر انسب لفظ کا مستعمل ہونا اور اسماء سور کا مضمون سور کی طرف رہبری نہ کرنے کا جو جواب دیا گیا ہے اس پر اخباری محمدی دہلی یکم جولائی ص ۱۶ میں تعاقب کیا گیا ہے کہ ایسا خیال دہریت اور نیچریت اور فسق و فجور کا ہے، اللہ معاف کرے فاضل متعاقب سے اس میں

شدید تسامع ہوا ہے اجلہ صحابہؓ سے نہ محض جمع و فواصل میں بلکہ آیتوں کے فواتح و اوساط کے بعض الفاظ کی بابت اسی قسم کا قول منقول ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت سورہ رعد اَفَلَمْ يَتَّبِعِ الَّذِينَ اَمْنُوا۔ میں (فلم يتبعس کی جگہ فلم يتبعین مناسب تھا و قصی ربک (اسراء) کی جگہ دوصی ربک بہتر تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیت نساء وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ میں اصل زبان کی رو سے الْمُقِيمُونَ انسب تھا آیت مائدہ وَالصَّابِغُونَ میں الصابغین زیادہ اچھا تھا کیونکہ ان کے اسم پر عطف ہونے کی وجہ سے اس کا مرفوع ہونا غیر مناسب ہے ان کے حوالوں کے لئے دیکھئے الكلمات الحسان فی الحروف السبعة للقران (طبع مصر) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں وارد ہے وکان رسولاً نبیا چونکہ ہر رسول کا نبی ہونا لازمی ہے اس لئے نبی کا لفظ یہاں زائد ہے محض جمع کے لئے آیا ہے (المثل السائر) حافظ سیوطی اتقان میں آیت لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا بِتَبِيعًا کی بابت ناقل ہیں

#### الاحسن الفصل بینہما الخ

یعنی زیادہ اچھا تھا کہ دونوں مجروروں لک اور علینا کو الگ الگ کر دیا جاتا، مگر جمع اور فاصلہ کی رعایت سے دونوں مجروروں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے اور تبعاً کو پیچھے ذکر کیا ہے پھر چالیس مثالیں قرآن سے ایسی لکھی ہیں جن میں رعایت قافیہ کے لئے اصول زبان کی خلاف ورزی کی گئی ہے آیت سورہ طہ لَا يُخْرِجُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى۔ آیا ہے اصول زبان کی رو سے فتشقیان مناسب تھا آیت فرقان وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اماما کی جگہ ائمة مناسب تھا مگر رعایت فواصل کے باعث دونوں جگہ واحد کے صیغہ اور صورت میں ۱۱ آگیا



حدیثوں میں بھی اس کی مثالیں بہت ہیں حسن و حسینؑ کی دعاء کا کلمہ  
 اعیذکما بکلمات اللہ التامة من کل شیطان وھامة میں اصول زبان کی  
 رد سے لامہ کی جگہ سلمہ انسب تھا لیکن تجع کا لحاظ کرتے ہوئے یہی لامہ انسب  
 ہے فتح الباری میں ہے قال لامہ لیوافق لفظ ھامہ لکونہ اخف علی  
 اللسان۔

ایک حدیث میں ہے عورتوں کو آپؐ نے فرمایا ارجعن مازورات  
 غیر ماجورات (اوکما قال) اصول زبان کی رد سے مازورات کی جگہ  
 موزورات انسب تھا (الفائق)

ایک حدیث میں ہے خیر المال سكة مابورة ومهورة  
 مامورة۔ باعتبار اصول زبان مامورة مومرة ہونا چاہئے تھا۔ (الفائق للزمخشری)  
 محض تجع کی رعایت سے اصول زبان کو چھوڑ دیا پس تجع کے لحاظ سے یہی انسب  
 ہے گو اصول زبان کی رد سے غیر انسب ہے۔

اسی طرح اسماء سور کی بابت صحابہؓ سے متعدد ناموں کا ثبوت ملتا ہے،  
 وہ فرمایا کرتے کہ سورہ نساء قرآن میں تین ہیں (۱) سورہ بقرہ یہ سورہ نساء کبریٰ  
 ہے (۲) سورہ نساء یہ سورہ نساء وسطیٰ ہے (۳) سورہ طلاق یہ سورہ نساء قضی  
 یا صفری ہے اسی سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سورۃ بقرہ کا نام اس کے  
 پورے مضامین کی طرف رہبری نہیں کرتا حضرت ابن عباسؓ سورہ انفال کو  
 سورہ بدر فرماتے، سورہ حشر کو سورہ بنی انشیر کہتے سورہ توبہ کو سورہ فاضحہ بلکہ  
 سورہ توبہ کے دس سے زیادہ نام منقول ہیں (فتح الباری) اور سورہ فاتحہ کے تو  
 بجز ت اسماء ہیں اس کے اکیس ناموں کی فہرست مولانا سیالکوٹی نے اپنی تفسیر  
 واضح البیان میں دی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی نام لکھے گئے ہیں یہ متعدد نام ان  
 کے مختلف مضامین کو مد نظر رکھ کر ہی مقرر کئے گئے ہیں جلالین میں بعض

سورتوں کے نام کچھ اور مرقوم ہیں ہندی مطابع کے مصاحف میں کچھ اور اور مصری چھاپوں میں کچھ اور اتفاق میں ہے۔ یسمون الجملة من الکلام والقصيدة بما هو اشهر فيها وعلى ذلك جرت اسماء سور القرآن (ص ۱۶۹) یعنی عرب نثر اور قصیدوں کا نام اس میں کسی مشہور کے نام سے رکھ دیتے ہیں، اسی اصول پر قرآن کی سورتوں کے نام بھی ہیں بلکہ بائبل کے صحائف و اسفار کے نام بھی اسی طرز سے رکھ لئے ہیں گلستاں بوستاں کریم، ماقصاں کے نام بھی یہ مضمون علمی ہے اور بسط چاہتا ہے، اخباری گنجائش اور اس کے ناظرین کے ملال طبع کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ولعل فيه كفاية لمن له دراية (اخبار کا مضمون ختم ہوا)

الجواب: من المدرسة قال تعالى في الكهف أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا عِوَجٌ مُقَابِلٌ هُوَ اسْتِقَامَتٌ كَأَنَّهُ شَيْءٌ كِي اسْتِقَامَتٌ يَهْ كِه اس ميس كسي قسم كا اختلال نه هو پس عوج عام هو كا هر اختلال كو اور يه فكره هے تحت نفى كے پس هر قسم كا عوج منفي هو ا اسي بناء پر روح المعاني ميس اس كي يه تفسير كي۔

ای شیئا من العوج باختلال اللفظ من جهة الاعراب ومخالفة الفصاحة وتناقض المعنى وكونه مشتملاً على ما ليس بحق اوداعيا لغير الله اه وقال تعالى متحديا وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ

ان نصوص قطعیہ سے قرآن مجید کا ہر قسم کے نقص نہ ہونا اور اس تنزیہ میں اس کا معجز ہونا مصرح ہے نیز اس پر تمام امت کا ایسا اجماع ہے کہ اس عقیدہ کو اس درجہ ضروریات دین سے سمجھا جاتا ہے کہ اس کے انکار پر بالاتفاق کفر کا حکم کیا جاتا ہے اور اہل ایمان تو بجائے خود رہے قرآن کے اس

اعجازی کمال کا اقرار ہمیشہ کفار کو بھی رہا، اگر نعوذ باللہ اس میں شائبہ بھی کسی قسم کے نقص کا ہوتا تو کیا وہ خاموش رہتے اور جس طرح اس کے اعجاز پر یہ نصوص دلیل عقلی قطعی ہیں ثبوتاً بھی دلالتاً بھی اسی طرح بڑے بڑے اساطین کلام کا عجز اس کی دلیل عقلی قطعی بھی ہے ثبوتاً بھی دلالتاً بھی اور قاعدہ متفق علیہ بین اہل ملت و بین اہل عقل۔ کہ ایسے قطعی کا معارض ایسا قطعی تو ہو نہیں سکتا لا ستلزامہ الجمع بین المتضیین اگر معارض ظنی ہو تو اگر معصوم سے منقول ہو تو ثبوت کا انکار ردائے غلطی سے واجب ہے اور دلالت کی تاویل واجب ہے اور اگر غیر معصوم سے ہو اگر وہ محل حسن ظن نہیں تو رد و ابطال واجب اور اگر محل حسن ظن ہے تو سند میں جرح یا تاویل مستحسن ہے۔

اس مقدمہ کی تمہید کے بعد جتنی روایات و اقوال موہم تعارض پائی جاویں تو وہ معارض ہی نہیں جیسے بعض کلمات کا اصول کے خلاف ہونا کیونکہ درحقیقت وہ مطلق اصول کے خلاف نہیں صرف اصول مشہورہ کے خلاف ہیں تو اصول کا انحصار مشہورہ میں یہ خود غلط ہے اکثر تو ان کے مقابل دوسرے اصول بھی پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض مطلقاً اصول کے خلاف ہونا بھی ثابت ہو جائے اگرچہ یہ فرض تقریباً باطل ہے لیکن اس کو فرض کر لینے کے بعد بھی اصول کی تدوین کو ناقص کہا جاوے گا اصول کی مخالفت سے ایراد نہ کیا جاوے گا، کیونکہ اصول خود فصائے اہل لسان کے کلام کے تتبع سے جمع کئے جاتے ہیں فصائے اہل لسان ان کے تابع نہیں ہوتے اور اس کے تسلیم میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا جیسے اصول فقہ مجتہدین کے فروع سے مستنبط ہوتے ہیں مجتہدین اپنے فروع کو ان پر مبنی نہیں کرتے یا اگر معارض ہیں تو واجب الرد یا ماول ہیں اس تحقیق کلی سے تمام جزئیات کا فیصلہ ہوتا ہے جیسے جزئیات بطور مثال کے ذکر بھی کی جاتی ہیں مثلاً فواصل کی رعایت کی تقدیم یہ بھی ایک

صحیح اصل ہے کما صرح بہ فی الاقان نوع ۵۹ فصل ۲، اور یہ اس وقت ہے جب صرف یہی رعایت موجب ہو مگر خود اسی میں کلام ہے قرآن مجید میں بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ فواصل میں بھیج کا سلسلہ شروع ہو کر ایک آیت میں سلسلہ ٹوٹ گیا اور اس کے بعد پھر عود کر گیا اس سے معلوم ہوا کہ صرف رعایت فواصل کی اس مخالفت کی داعی نہیں بلکہ اس میں اور بھی اسباب غامض ہوتے ہیں چنانچہ اقان کی نوع تاسع و خمسون میں ایسے امثلہ کے بعد بعنوان تنبیہ ابن الصلح کا قول نقل کیا ہے۔ لا یمتنع فی توجیہ الخروج عن الاصل فی الایات المذكورة امور اخرى مع وجه المناسبة فان القران کما جاء فی الاثر لا تنقضی عجائبہ۔ اور مثلاً ابن عباسؓ سے ایک ایسی ہی روایت منقول ہے اس کی نسبت ابو حیان کہتے ہیں۔

من روى عن ابن عباسؓ انه قال ذلك فهو طامع عن فی الاسلام ملحد فی الدین وابن عباس بری من ذلك القول کذا فی روح المعانی تحت قوله تعالى حتى تستانسوا مع کلام علی بن حیان والذي تکلم اختار توجیہا اخر

اور مثلاً ایک ایسی ہی روایت کے متعلق روح المعانی میں تحت آیت افلم یبئس الذین امنوا میں کہا ہے۔ راما قول من قال انما کتبه الکاتب وهونا عس فسوی اسنان السین فهو قول زندق ابن ملحد علی مافی البحر و علیہ فروایة ذلك کما فی الدر المنثور عن ابن عباس غیر صحیحة

اور اس کے غیر صحیح ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اقان نوع سادس و ثلاثون کی فصل سوم کے سوال عاشر کے جواب میں خود ابن عباسؓ سے اس کے خلاف منقول ہے اسی طرح ہر مقام کے متعلق خاص خاص

تحقیقات ہیں جن کا ذکر موجب تطویل اور اجمال مطلوب فی السوال کے خلاف ہے اور ایک ان سب روایات کا مشترک جواب ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن حاشیہ عربیہ متعلقہ آیت حتی تستانسوا سے نقل کرتا ہوں۔

والذی تقرر عندی فیہ وفیماورد من امثاله علی تقدیر ثبوت هذه الروایات ان هولاء رضی اللہ عنہم سمعوا القرات التي اختار وها من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم يستمعوا القرات الموجودة ثم ان تلك القرات نسخت ولم يبلغهم الخبر فدا ومواعليها وانكر واغيرها لمخالفة ظاهر القواعد وعدم سماعه كما كان ابو الدرداء يقرء والذكر والانثى وكانت عائشة تقرأ خمس رضعات اه

اور اسماء سور کے تعدد کا اس بحث میں کچھ دخل نہیں ان میں تعارض ہی کیا ہے مگر ان اسماء میں سے کسی کو غیر مناسب کہنا بدعت شیعہ ہے کیونکہ بعض اسماء خود احادیث صحیحہ مرفوعہ میں وارد ہیں علیٰ ہذا احادیث کے ایسے مقامات کا جواب بھی ان ہی اصول سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً موزورات کی جگہ مازورات فرمانا یہ بھی ایک اصل میں داخل ہے اس اصل کا اصطلاحی نام ہے ازدواج کذا فی القاموس ولنسم هذا المجموع ملاحۃ البیان فی فصاحة القرآن

(اثر فہم علی الملان والعربین ذی قعد ۵۵۶)

ضمیمہ موضحہ از مفتی مدرسہ

بہر حال جس قدر روایات جواب تعاقب میں مذکور ہیں چونکہ وہ ظاہراً ارشاد خداوندی آنزَلْ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا کے معارض اور قرآن میں اختلاف کو مستلزم ہیں اس لئے مقتضائے اصول حدیث

ان سب کا رد کرنا واجب ہے جیسا بعض روایات کا غلط و موضوع ہونا تفسیر روح المعانی سے نقل بھی کر دیا۔ اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ دوسری روایات بھی غلط اور مخترع ہیں اگر اس کے رجال و روایت سے بحث کی جائے گی تو امید ہے کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی پس جو شخص ان روایات کی بناء پر تعاقب کا جواب دے رہا ہے اس کے ذمہ ان روایات کی صحت کا ثابت کرنا لازم ہے ورنہ خرقہ القناد بدوں اس کے ان روایات سے ایسے مضمون پر استدلال کرنا جس کی نفی خود قرآن اور اجماع و تواتر عقلی و نقلی سے ہو چکی ہے ہرگز جائز نہیں اور بعد ثبوت صحت کے ان کا جواب وہ ہے جو لو پر مفصلاً بیان کیا گیا پس کسی کا یہ کہنا کہ بعض مواقع پر محض قافیہ اور مدش کے لئے قرآن میں غیر انسب لفظ مستعمل ہوتا ہے یقیناً نہایت سخت کلمہ ہے جس کا سننا بھی گوارا نہیں ہو سکتا اور جتنی عبارتیں جواب تعاقب میں نقل کی گئی ہیں کسی کا بھی یہ یقینی مدلول نہیں کہ محض قافیہ اور مدش کے لئے قرآن میں کوئی غیر انسب لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسماء سور کے تعدد سے کس کو انکار ہے مگر یہ کہنا کہ موجودہ اسماء سور قرآنیہ جائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرتے ہیں نہایت کریمہ اور شنیع کلمہ ہے کہ اس کا بھی سننا گوارا نہیں ہو سکتا، اور یقیناً قرآن کریم کی عظمت و حرمت کی حفاظت زید و عمر رلویوں کی عظمت و حرمت سے بدرجہا زائد و لازم ہے اور ایسے کلمات شنیعہ کی حمایت کے لئے اگر روایات موضوعہ ضعیفہ سے سہارا لیا جائے گا تو زندقہ اور اخاد کا باب مفتوح ہو جائے گا کیونکہ زنداقہ و ضامین و کذائین نے بہت حدیثیں اور روایتیں وضع کی ہیں نیز کفار اہل اسلام کے مقابلہ میں ان سے احتجاج کریں گے اس لئے روایات میں تحقیق سند اور تنقیح رجال کو علمائے امت نے واجب فرمایا ہے اتہبت الضمیر۔

وسلم يقول اهتز العرش لموت سعد بن معاذ وفى رواية قال  
اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ وفى رواية قال اهتز  
عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ متفق عليه

(مشكوة ص ٥٦٧)

حديث رقم ٤ : عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم ان الجنة تشاق الى ثلاثة على وعمار وسلمان رواه  
الترمذى

(مشكوة ص ٥٧٠)

حديث ٥ : عن انس قال قال ابو بكر لعمر بعد وفاة رسول  
الله صلى الله عليه وسلم انطلق بنا الى ام ايمن نزورها كما  
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزورها الحديث رواه  
مسلم

(مشكوة ص ٥٤٠)

حديث رقم ٦ : عن جابر فى حديث طويل فلما راى (صلى الله  
عليه وسلم) ما يصنعون طاف حول اعظمها بيدها ثلث مرات  
الحديث رواه البخارى

(مشكوة ص ٥٢٩)

حديث رقم ٧ : عن جابر انه سمع رسول الله صلى الله عليه  
وسلم يقول لما كذبني قريش قمت فى الحجر فجعل الله لى بيت  
المقدس الحديث متفق عليه

(مشكوة ص ٥٢٢)

وفى اللعاعات جاء فى حديث ابن عباس فجئى بالمسجد

حتى وضع عند دار عقيل وانا انظر اليه

بعد نقل ان احادیث کے جواباً عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض کے دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ قلب موضوع ہے دوسرا یہ کہ یہ ناممکن ہے قول اول کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم طواف سے کی اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب موضوع کا جواب حدیث نمبر ۱۷ سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مومن کو افضل بتا رہے ہیں اور اول تو یہ امر مدرک بالرائے نہیں اس لئے حما رفوع ہو گا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کی جاوے تاہم کسی صحابی سے اس پر تئیر منقول نہیں پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا پھر ابن ماجہ میں تو اس کے رفع کی تصریح ہے اور بھی اچھی ہے اب کلام مذکور کی بھی حاجت نہیں رہی رہ گیا طواف فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ ایک امر تعبدی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساجد کا احترام فرماتے تھے تو کیا مسجد کا آپ سے افضل و اعظم ہونا لازم آگیا اسی طرح بیت معظم بھی آپ سے افضل نہ ہو گا پھر جب آپ اس سے افضل ہوئے اور پھر آپ نے اس کا طواف کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مقبول کا طواف افضل کر سکتا ہے سو اگر مومن بیت معظم سے مقبول بھی ہو تا تب بھی افضل کا طواف کرنا مقبول کے لئے جائز ہوتا چاہے کہ مومن کا افضل ہونا بھی ثابت ہو گیا پھر تو کچھ بھی استبعاد نہ رہا باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بتایا جائے یا انسان کا کوئی طواف کرنے لگے اور یہ سب اس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف لغوی ہو بمعنی المدورفت جو مقارب ہے زیارت کا تو وہ اپنے مقبول کے لئے بے تکلف ہو سکتا ہے جیسا حدیث نمبر ۵ و ۶ میں مصرح ہے اور محض ایسے امور



## جوابات سوالات متعلقہ غیر مقلدین

سوال (۵۴۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ آیا فی زمانہ غیر مقلدین جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو ناجائز کہتے ہیں۔ بہینہ کذاستہ داخل اہلسنت و الجماعت ہیں یا نہیں یا مثل فرق ضالہ روافض و خوارج وغیرہا کے ہیں ان کے ساتھ مجالست و مخالطت و مناکحت عامی مقلدین کو جائز ہے یا نہیں اور ان کے ہاتھ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال دوم: دوسرے ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان کا عامی مقلدین کی جماعت میں شامل ہونا درست ہے یا نہیں۔

### الجواب عن السؤال الاول والثانی

مسائل فرعیہ میں کتاب و سنت و اجماع و قیاس مجتہدین سے تمسک کر کے اختلاف کرنے سے خارج از اہل سنت نہیں ہوتا البتہ عقائد میں خلاف کرنے سے یا فروع میں حج اربعہ مذکورہ کو ترک کرنے سے خارج از اہل سنت ہو جاتا ہے اور مبتدع کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے اس قاعدے سے سب فرقوں کا حکم معلوم ہو گیا۔ (۳۰ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ تہ خاسرہ ص ۲۲۷)

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۴۹۳)

### توجیہ زیارت کعبہ حسناء بعض اولیاء

سوال (۵۰۹) بابت استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق و طحاوی برمراتی الفلاح و باب ثبوت النسب در مختار و شامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے ممکن و مجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین میں امام یافعی وغیرہ میں

وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ و علماء کا اس کرامات کو منقول ہے، اس کو غیر مقلدین لغو و غلط امر کہتے ہیں ان کا قول و خیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت و طواف کے لئے جائے یہ قلب موضوع و ناممکن امر ہے ہاں اگر قرآن و حدیث سے یہ امر مدلل کیا جائے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے لہذا علمائے احناف کی جناب میں گزارش ہے کہ عقیدے کو نصوص قرآن و احادیث سے یا باستنباط از آیات و احادیث مدلل و ثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ و روض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو دھبہ غیر معتمد ہونے سے چائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرمائیں اس امر کی نسبت سخت نزاع درپیش ہے؟۔

الجواب: عن ان عمر انه نظريوماً الى الكعبة فقال ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمومن اعظم حرمة عندالله تعالى منك اخرجه الترمذی وحسنه (ص ۴۴ ج ۲، مطبوعه مجتبائی و رواه ابن ماجة مرفوعاً عن ابن عمر ولفظه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة يقول ما اطيبك واطيب ريحك واعظم حرمتك والذي نفس محمد بيده لحرمة المومن اعظم عندالله حرمة منك الخ ص ۲۰۹ اصح المطابع،

حدیث نمبر ۲ عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اريت الجنة فرايت امرأة ابى طلحة وسمعت خشخشة امامى فاذا بلال رواه مسلم

مشکوٰۃ ص ۵۶۷.

حدیث نمبر ۳: عن جابر قال سمعت النبی صلى الله عليه

سے افضلیت کا لزوم کیسے ضروری ہو گا جب کہ حدیث نمبر ۶ میں تقدم بادل کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منقول ہے اسی لئے اس تقدم کو شرح حدیث نے تقدم الخدم علی المخدم سے مفسر کیا ہے پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے نیز عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے اور اس کی صنعت میں کسی بخر کو دخل نہیں ظاہر امتیاز معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اس کی حرکت ایک امتی کے لئے حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے سو اسی طرح اگر امتی معظم کسی مقبول امتی کے لئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے نیز روح اس حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کے تجلی خاص کا دار ہے حدیث نمبر ۴ میں اس کا مشتاق ہونا بعض اقبان مقبولین کی طرف وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے۔

پس ان حدیثوں سے خود زیارت و طواف کا استبعاد تو دفع ہو گیا جو کہ بحث نقلی تھی اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے سوال تو ان اللہ علی کل شئی قدير میں اس کا جواب عام موجود ہے دوسرے حدیث نمبر ۷ کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اول ص ۱۶۰ میں نقل کیا ہے تخریج احمد و ابن ابی شیبہ والنسائی والبرز از الطبرانی والبیہقی بسند صحیح اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی رہا قول ثانی کہ یہ ناممکن ہے سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلاً ناممکن ہے یا شرعاً یا عادتاً لوں کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے وافی نہ ذلک، اور اگر شق ثالث ہے تو مسلم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادتاً ممتنع ہو ورنہ کرامت نہ ہو گی اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ جس اس کی مکتبہ ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں

ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے، اور وہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو اذا اراد اللہ تعالیٰ شیئاً ہیا اسبابہ۔ اور یہ اس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے جس طرح حدیث نمبر ۴ میں آپ نے بلالؓ کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلالؓ یقیناً اس وقت زمین پر تھے، اب صرف ایک عامیانه شبہ رہا کہ اس کی سنہ جب تک حسب شرائط محدثین صحیح نہ ہو اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی یہ تو اس سے بھی کم ہے یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ رلوی ظاہراً ثقہ ہو اور اس واقعہ کا کوئی مذهب نہ ہو

اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے مدلل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہ وہی واقعہ یا اس کی نظیر قرآن و حدیث میں ہو تب تو اس کے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن و حدیث ہی سے مانگتے ہیں نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا جاسکتا ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں تو حمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے۔

تنبیہ : یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علمایا عملا ب ان کی اصلاح بھی واجب ہے واللہ اعلم۔

(امداد الفتویٰ ج ۳ ص ۴۹۲ تا ۴۹۴)

غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے ارشادات  
عارف باللہ، خسرو دربار اشرفی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب

محبوب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

الحدیث کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر بدگمانی اور بد زبانی نہ کریں تو خیر یہ بھی سلف کا ایک طریق ہے گو خلف کا قیاس سلف پر اس باب میں مع الفارق ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے متعدد غیر مقلد بیعت بھی ہیں 'میں اس میں سخت نہیں ہوں۔ انہیں بھی بیعت کر لیتا ہوں بشرطیکہ تقلید کو جائز سمجھتے ہوں گو واجب بھی نہ سمجھتے ہوں مگر معصیت بھی نہ سمجھتے ہوں لیکن جس کو دل ملنا کہتے ہیں وہ باوجود قلب کو متوجہ کرنے کے بھی نہیں ہوتا۔ ان کی نیکی میں شک نہیں لیکن نیکی بدرجہ محبوبیت نہیں کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔ بے باک ہوتے ہیں اور تقویٰ کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں۔ اس سے ایک گونہ انقباض ہوتا ہے۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۰۶ ص ۲۰۷)

غیر مقلدین سے بوقت بیعت بدگمانی اور بد زبانی نہ کرنے کی شرائط

فرمایا کہ میں بیعت کے وقت غیر مقلدین سے شرط کر لیتا ہوں کہ بد زبانی اور بدگمانی نہ کرنی ہوگی اور تقلید کو حرام نہ خیال کریں اور یہ کہ ہماری مجلس میں غیر مقلدین کا ذکر بھی ہوا کرے گا مگر وہ غیر مقلدین مراد ہوں گے جو معاند ہیں۔ تمہیں یہی سمجھنا ہوگا۔ (الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۸)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا حضرت حکیم الامت تھانوی کی صحبت میں برکت ہونے کا اعتراف

فرمایا کہ یہاں ایک غیر مقلد آگئے اور کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہم نے تھانہ بھون آنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ”واقعہ

ان کی صحبت موجب برکت ہے مگر اہلحدیث کے سخت مخالف ہیں“ فرمایا کہ اگر اہلحدیث حق پر ہیں تو صحبت کا موجب برکت ہونا کیا معنی اور اگر باطل پر ہیں تو مخالفت ضروری ہے مولوی ہو کر اجتماع تقضین کیا۔ میں نے کہا کہ مولوی محمد جمال صاحب کو بھی وق کیا۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا کہ کہتے ہیں کہ اس میں جماعت کی سبکی ہے فوراً فرمایا کہ سب کی تو نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم، ملفوظ ۳۹)

ایک غیر مقلد کو اس کی درخواست بیعت کے جواب میں ارشاد کہ ”کیا تم میری تقلید کرو گے؟“

فرمایا کہ غیر مقلد کا خط آیا تھا کہ ”مجھ کو بھی بیعت کر لو گے۔ میں نے جواب دیا کہ ”تم میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں؟“ پھر جواب دیر کے بعد آیا کہ اس کا جواب تو نہیں آتا مگر بیعت کا ارادہ ہے۔

فرمایا کہ اس کا جواب مجھ سے پوچھتا تو بتا دیتا کیونکہ علم کا اخفاء اچھا نہیں۔ اس کو شبہ یہ ہوا کہ میرا اتباع کرنے کا وعدہ کرے تو پھر یہ اشکال ہوگا کہ جب میری تقلید کرو گے تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیوں نہیں کرو گے سو جواب یہ ہے کہ آپ کی تقلید کروں گا کیونکہ آپ کی تقلید معالجہ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہ کروں گا کیونکہ ان کی تقلید احکام میں ہوتی ہے اور احکام میرے نزدیک منصوص ہے۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۷۳)

یہ بھی فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید تو ان احکام میں کرائی جاتی ہے جن میں دلیل کی ضرورت ہے اور شیخ کی تقلید صرف طرق معالجہ میں ہے جن میں تجربہ کافی ہے مثلاً کبر کا مذموم ہونا تو نص سے ثابت ہے اس میں تقلید

نہیں شیخ سے صرف طریق ازالہ معلوم کر کے عمل کرنا ہوتا ہے جیسے ڈاکٹروں کی اطاعت کرنا۔

(مکملہ الحق ص ۱۳)

مولانا رومی، جامی، اور شیرازی کے اقوال کی تاویل کی کیوں ضرورت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک نیم غیر مقلد نے مجھ سے کہا کہ مولانا رومی، جامی، و شیرازی کے اقوال کی تاویل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان کے ظاہری الفاظ پر حکم کیوں نہیں لگا دیا جاتا۔ میں نے کہا وہ ضرورت ایک حدیث سے ثابت ہے۔ کہنے لگے کونسی حدیث میں ضرورت آئی ہے میں نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ دو جنازے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرے اور صحابہؓ نے ایک کی مدح کی اور ایک کی مذمت۔ آپ نے دونوں پر فرمایا قد وجبت۔ آگے وجبت کی تفسیر جنت اور نار سے (فرمائی) اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ انتم شهداء اللہ فی الارض اتنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ اب آپ چل کر جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان بزرگوں کی نسبت دریافت کریں تو ہر شخص ان کا بزرگ ہونا بیان کرے گا تو اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہ اولیاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قول کی توجیہ کرتے ہیں۔

(مکملہ الحق ص ۳۰، ص ۳۱)

غیر مقلدین کا حضرت امام اعظم کو کم حدیث پہنچنے کا بہتان

فرمایا غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحب کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے بھی کم پہنچیں تو امام صاحب کا اور زیادہ کمال ظاہر

ہوتا کیونکہ جو شخص علم حدیث میں اتنا کم ہو اور پھر بھی وہ جو کچھ کہے اور لاکھوں مسائل بیان کرے اور وہ سب حدیث کے موافق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا بہت زیادہ مسلم ہو گیا۔ یہ لکن خلیفان مؤرخ کی جسارت ہے ورنہ صرف امام محمد کی وہ احادیث جو وہ اپنی کتابوں میں امام صاحب رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں صدہا ملیں گی۔

(مکمل الحق ص ۷۳، ص ۷۴)

### آمین بالشر کسی کا مذہب نہیں

فرمایا پہلے انگریز بڑے لائق آتے تھے۔ ایک ریاست میں آمین کا جھگڑا تھا تو ایک انگریز نے اپنی تحقیقات میں لکھا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آمین تین قسم پر ہے آمین بالسر یہ مذہب ہے بعض علماء کا۔ اور آمین بالجہر یہ بھی مذہب ہے بعض علماء کا۔ اور ایک قسم ہے آمین بالشر وہ کسی کا مذہب نہیں ہے اور اس وقت اسی کا زیادہ وقوع ہے۔

(مکمل الحق ص ۶۱)

### آمین بالجہر اور رفع یدین

مولانا سلیمان صاحب پھلواری کی ظرافت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب نے ایک قصہ وعظ میں بیان کیا کہ ایک صاحب غیر مقلد بہت لڑاکا تھے۔ ایک مسجد میں انہوں نے آمین بالجہر کہی۔ اس وقت جماعت میں ایک گاؤں کا آدمی بھی تھا۔ اس نے کہا ہمارے گاؤں میں آکر آمین کہو۔ پوچھا تمہارا گاؤں کہاں ہے؟ اس نے پتہ نشان بتلایا۔ یہ بزرگ قصدا وہاں گئے اور نماز پڑھی۔ آمین جہر سے کہی پھر کیا تھا لوگوں نے رفع یدین شروع کر دیا۔

(سفرنامہ لاہور و تھمٹو ص ۷۶، ۷۷)



ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے

ہمارے پیشوا حضرت امام اعظم خود کسی کے مقلد نہ تھے

فرمایا میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے دیکھئے امام ابو حنیفہ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کی ہم کو شکایت ہے ان میں عموماً الاما شاء اللہ دو خصلتیں بہت بری ہیں ایک ائمہ کے ساتھ بدگمانی دوسرے ان کی شان میں بدگمانی۔ باقی ہم نفس غیر مقلدی کو حرام نہیں کہتے غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہیں مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں مثلاً اوجھڑی شرعاً جائز ہے مگر نفیس مزاج اور لطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے (بل بعض الاشياء المباحة ابغض عند الله ايضاً فقد روى ابي بعض الحلال عند الله الطلاق او كما قال جامع

(سفر نامہ لکھنؤ دلاہور ص ۳۶)

غیر مقلدین کے مجمع میں ایک وعظ

فرمایا غیر مقلدین کے مجمع میں مقام قنوج ایک دفعہ وعظ ہوا تو میں نے کہا مسائل غیر منصوص میں تم بھی رائے کی تقلید کرو گے دوسرے یہ کہ رائے اپنے سے بڑے کی لینی چاہئے۔ تیسرے یہ کہ مسائل غیر منصوص، منصوص سے عدد میں زیادہ ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہندوستان میں سوائے حنیفہ کے اور کوئی مذہب رائج نہیں تو لا محالہ آپ امام صاحب کی تابعداری کریں گے۔ باقی یہ شبہ کہ پھر تو ہم حنفی ہو گئے تو فرق نہ رہا۔ فرق میں بتلا دیتا ہوں وہ یہ کہ

حنفیہ کی دو قسمیں ہیں ایک نمبر اول وہ تو ہم ہوئے دوسرے 'نمبر دوم وہ یہ کہ اکثر مسائل میں تو تابع اور بعض میں خلاف تو تم دوم نمبر حنفیہ کے ہوئے اور اس سے فائدہ کہ نزاع کم ہو جائے گا۔

(الکام الحنن حصہ دوم)

تقلید میں نفس کا معالجہ ہے

فرمایا تقلید میں سیدھی بات یہ ہے کہ نفس کا معالجہ ہے ورنہ تجربہ سے ثابت ہے کہ نفس آزاد ہو کر رخص کو تلاش کرتا ہے اس کا مشاہدہ کر لیا جائے۔

(الکام الحنن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۸۲)

غیر مقلدین کیلئے ہر جزو کیلئے نص کی ضرورت ہے

فرمایا چونکہ غیر مقلدین کیلئے ہر جزو کیلئے نص کی ضرورت ہے اس لئے قواعد کلیہ ان کیلئے کوئی شنئی نہیں۔ ایک عالم نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب سے دریافت کیا اور ایسا سوال کیا کہ کسی اور کو شاید نہ سوچھا ہو وہ یہ کہ پہلے یہ پوچھا کہ جو عہد نماز ترک کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ انہوں نے کہا من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر پھر کہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ کہا کہ نہیں ہوئی۔ کہا کہ پھر وہ مسلمان ہے یا کافر۔ وہ غیر مقلد مولوی صاحب رک گئے اور کہا کہ میں تو کافر نہیں کہہ سکتا۔

(الکام الحنن حصہ دوم ملفوظ ۲۰۳)

آمین بالسر سے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب

کا ارشاد

فرمایا مولانا محمد یعقوب سے ایک غیر مقلد نے کہا کہ جس جگہ آمین

بالجہر نہ کہتے ہوں وہاں آمین بالجہر کہنا احیاء سنت ہے مولانا نے فرمایا کہ پھر جس جگہ آمین بالجہر کا عمل ہے وہاں آمین بالسر کہا کرو کیونکہ آمین بالسر بھی سنت ہے وہاں اس کا احیاء کرو۔ اس نے کہا اولہ صاحب آمین دونوں جگہ پڑوں (سبحان اللہ کس طرح سمجھایا)

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۷۳)

کان پور میں اربعین کے امتحان میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کا طالب علم سے سوال اور اس کا قدرتی جواب بالحدیث فرمایا کان پور میں ایک دفعہ اربعین (حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں چالیس حدیثیں ہوں) کا امتحان ہو رہا تھا۔ اس مجمع میں ایک مولوی صاحب غیر مقلد بھی تھے۔ اتفاق سے یہ حدیث امتحان میں آئی۔ من حج ولم یزدنی فقد جفای یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے جفا کی۔

اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اس سے مقصود مدینہ کا جانا ثابت نہیں ہوتا اس میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے۔ قبر شریف کی زیارت تو نہیں۔ اس کے بعد متصل یہ حدیث تھی۔

من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنی جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔  
تو دو مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۷۴)

ترک تقلید قابل ترک ہے

فرمایا ترک تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہو گا مگر بے برکتی کی چیز

ضرور ہے اس واسطے ترک تقلید قابل ترک ہے۔

(الکلام النحس حصہ دوم ملفوظ نمبر ۵۲۶)

بیس تراویح کا پوچھنے والے کو جواب

ایک شخص نے خط لکھا کہ بیس تراویح کا کیا ثبوت ہے؟ جواب میں فرمایا کہ کیا مجتہدین پر اعتبار نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر دوبارہ اس شخص نے لکھا کہ نہیں تو یہ جواب دوں گا کہ پھر مجھ پر کیسے اعتبار کیا اور ابو حنیفہ کو چھوڑا یا یہ لکھوں گا کہ اپنے کسی معتقد فیہ مولوی سے پوچھو۔

(الکلام النحس حصہ دوم ملفوظ نمبر ۵۴۱)

سورۃ لقمان کی ایک آیت سے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کا ثبوت

فرمایا واتبع سبیل من اناب الی (سورۃ لقمان) سے امام صاحب کی تقلید ثابت ہوتی ہے کیونکہ اصالت فی مسائل الدینیۃ ائمتہ کا فرد ہے اور مسائل اجتہاد یہ امام ابو حنیفہؒ کے زیادہ ہیں اس واسطے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں واتبع میں خطاب عام ہے جیسا سیاق سے معلوم ہوتا ہے مجتہد میں ذوق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اختلاف ہو گیا ہے خود مجتہدین میں۔ مجتہدین اور صوفیاء میں مثلاً امام ابو حنیفہؒ نے یہ فرمایا ہے کہ مندوب اور مباح میں جب مفسدہ ہو تو ان کو چھوڑ دیں گے اور مستحب یا بعوان دیگر مندوب مقصود بالذات میں مستحب کو کریں گے اور مفسدہ کو ترک کریں گے۔ مفسدہ کی وجہ سے مستحب کو ترک نہ کریں گے مثلاً صلوٰۃ فجر میں جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو دھڑ اور الم تنزیل پڑھی۔ شوافع نے اسے مستحب قرار دیا اور امام صاحب نے فرمایا یہ مکروہ ہے اس سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے وہ ہے فساد عقیدہ (کہ یہ واجب ہے)

اور خود یہ مقصود بالذات ہے ہی نہیں، اس واسطے اس کو ترک کر دیں گے باقی یہ کہ یہ مقصود بالذات نہیں۔ یہ امام صاحب کا ذوق ہے۔ ذوق کا پتہ صاحب ذوق کو ہوتا ہے، اس کی مثال بیان فرمائی کہ مثلاً کسی نے کہا کٹورے میں ٹھنڈا پانی لاؤ۔ اب یہاں تین چیزیں ہیں پانی، ٹھنڈا، کٹورا۔ صاحب ذوق سمجھتا ہے کہ کٹورا مقصود نہیں پانی ٹھنڈا مقصود ہے، کٹورے میں اگر مفسدہ نہیں تو لائے گا ورنہ اسے غیر مقصود کہہ کر ترک کر دے گا۔ فائدہ الذوق کٹورا تلاش کرے اور اگر نہ ملا تو آکر کہہ دے گا کہ کٹورا نہیں ملتا۔ یہ نہایت عمدہ مثال ہے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم، ملفوظ نمبر ۶۳۹)

### عمل بالحدیث کی صورت ہی صورت

فرمایا میرا مول میاں غیر مقلدین کی طرف تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب کے مجمع میں ہوں اور مولوی صاحب چھاچھ (لسی) تقسیم کر رہے ہیں مجھ کو بھی دی مگر میں نے نہ لی حالانکہ مجھ کو بیداری میں چھاچھ بہت مرغوب ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ دین کی تشبیہ دودھ سے آئی ہے اور چھاچھ کی شکل دودھ کی ہے معنی نہیں۔ اس طرح کی شکل عمل بالحدیث کی ہے معنی عمل نہیں۔ عمل بالحدیث تو ان کا ہے مگر درجہ بتا دیا کہ یہ صورت ہی صورت ہے معنی نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم، ملفوظ ۴۱۸)

### غیر مقلدیت کی جزاکاٹ دینا

فرمایا اگر کوئی غیر مقلدین میں سے بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اس سے یہ شرط لگاتا ہوں کہ کسی کو بدعتی نہ کہنا اور بد زبانی و بد گمانی نہ کرنا۔ اس سے غیر مقلدیت کی جزاکاٹ دیتا۔ باقی رفع یدین اور آمین یہ تو غیر مقلدیت

نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم، ملفوظ نمبر ۱۹۳)

## مجموعہ رخص

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کا مذہب تمام رخص کا مجموعہ ہے وتر اور تراویح کی مختلف روایتوں میں سے ایک اور آٹھ والی لے لی۔ اگر کوئی شخص اسی طرح رخصتیں ڈھونڈا کرے تو اتباع کیا ہوا۔

(قصص الاکابر ص ۱۷۰)

## ایک غیر مقلد کے سوال کا جواب

فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے میرے ایک مضمون میں میرے نام کے ساتھ لفظ حنفی لکھا ہوا دیکھ کر مجھ سے سوال کیا کہ اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا ہندوستان میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی اس لئے ضرورت ہے تاکہ لوگ غیر مقلد نہ سمجھ لیں۔ یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

(قصص الاکابر ص ۲۳)

## حنفی اور محمدی

فرمایا کہ بہت سے غیر مقلد حضرات اپنے کو محمدی کہتے اور لکھتے ہیں اور حنفی اور شافعی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر حنفی شافعی شرک ہے تو محمدی کہنا کیوں شرک سے خارج ہو گیا۔

(مجالس خیم الامت ص ۱۵۹)

## امتحان کی نیت سے آنے والے غیر مقلد عالم کا امتحان

فرمایا امرتسر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تم نے شراقرون کے صوفیہ کی اپنی کتابوں میں حمایت کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا شراقرون میں سب ہی شر ہیں۔ پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے یہ صاف لکھ دیا کہ جانچ کرنے آتا ہوں مگر یہاں انہی کی جانچ ہو گئی اس طرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھ پر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہیں تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوزا بول اٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ له وجاء اس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہیں ہوا بس وہ تو ختم ہو گئے۔ دخل در معقولات کے بجائے در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ روایت میں یہ لفظ ہے فعلیہ بالصوم علی لزوم کے لئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج میں اعتقادی مراد نہیں ہو سکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اس لئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل رکھو اس کی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہوگی چنانچہ رمضان میں اول اول ضعف نہیں ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہو اب تکہ اخیر میں ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہیں ہوتا بلکہ کھانے کا جو وقت معتاد بدلا جاتا ہے دوسرے وقت میں کھانا ویسے جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ضعف ہوتا ہے پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دہر کی ممانعت میں۔ کیونکہ جب وہی عادت ہو جائے گی تو قوت بہیمیہ میں ضعف نہ ہوگا۔ بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہیں پہچانا۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ

ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے یعنی مثلاً سحری میں خوب کھالیا لیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کھانے کو ملا نہیں تو اس سے ضعف ہوا۔ اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف میں صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی بلکہ ایک حدیث میں تو روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں یہ لفظ ہیں۔ اشیع صائماً اگر شیع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا۔ تب ان مولانا کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جانا اور۔ اس پر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پڑھنا ہے ایک گننا تو گننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گننے کی مثال میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے ان سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی۔ غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ میں بتایا حافظ نے کہا کہ ہدایہ میں نہیں۔ اس نے کہا ہدایہ میں ہے لاؤ۔ ہدایہ آیا تو اس نے دکھلایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستطب ہوتا ہے یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہم نے مگر سمجھا تم نے۔ بس بعض لوگوں کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہیں ہوتی۔

(-فرامہ لاہور دیکھو ص ۲۲۶-۲۲۷)

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی صاحب تصانیف کثیرہ رحمۃ اللہ علیہ تقلید کو واجب سمجھتے تھے

(۱) فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی تقلید کے متعلق علمی تحقیق میں تو ذرا ڈھیلے تھے یعنی تقلید کو واجب کہنے میں متشدد نہ تھے مگر عملاً کبھی حقیقت کو نہیں چھوڑا۔ شہرت زیادہ ہونے اور مرجع بن جانے میں یہ بڑی آفت ہے کہ آدمی کو دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے عجب نہ تھا کہ مولانا کو اجتہاد کا ساد دعویٰ پیدا ہو جاتا اور تقلید سے نکل جاتے مگر ان پر فضل یہ ہو گیا کہ مولوی صدیق



حسن خان صاحب سے گفتگو ہو گئی اس سے غیر مقلدی کے مفاسد کھل گئے ورنہ چل نکلے تھے۔ میں نے (حضرت سیدنا مولانا مرشدنا حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ نے) مولانا کو دیکھا ہے۔ متقی پرہیز گار تھے اور نظر بہت تھی گو بہت عمیق نہ تھی اور بقدر ضرورت عمیق بھی تھی۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ مولانا کے سب کاموں میں للہیت تھی۔ خدا ان کی مغفرت فرما دے۔

حسن العزیز جلد چہارم ص ۳۹ (قصص الاکابر ص ۲۱)

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نواب صاحب سے مناظرہ کے بعد تقلید میں سخت ہو گئے تھے

(۲) فرمایا کہ غیر مقلدوں کے متعلق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی رائے اول نرم تھی مگر اس مناظرہ سے جو نواب صدیق حسن خاں صاحب سے ان کا خود ہوا سخت ہو گئے تھے ورنہ بہت ہی نرم تھے بڑے صاحب کمال تھے عمر تقریباً ۳۸ یا ۴۰ سال کی ہوئی کسی نے جادو کر دیا تھا۔ مولوی صاحب کے سرہانے سے ایک شیشی خون کی دلی ہوئی نکلی تھی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کیا اس میں انتقال ہو گیا اس تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیا سمجھ میں نہیں آتا دقت میں بہت ہی برکت تھی ہر فن سے مناسبت تھی اور ہر فن کی خدمت کی۔

الافاضات الیومیہ ص ۲۸۱ (قصص الاکابر ص ۲۱)

ایک غیر مقلد مرید اور حضرت حاجی صاحب کی وسعت نظری کی حکایت

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے ایک غیر مقلد شخص بیعت ہوئے

اور انہوں نے یہ شرط کی کہ میں مقلد نہ ہوؤں گا۔ بلکہ غیر مقلد ہی رہوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے؟ بیعت ہونے کے بعد جو نماز کا وقت آیا تو انہوں نے نہ آمین زور سے کہی اور نہ رفع یدین کیا، کسی نے حضرت حاجی صاحب سے ذکر کیا کہ حضرت آپ کا تصرف ظاہر ہوا، فلاں شخص جو غیر مقلد تھے، وہ مقلد ہو گئے، حضرت حاجی صاحب نے ان غیر مقلد صاحب کو بلا کر فرمایا کہ بھائی کیوں کیا تمہاری تحقیق بدل گئی، یا صرف میری وجہ سے ایسا کیا، اگر تم نے میری وجہ سے ایسا کیا ہو، تو میں ترک سنت کا وبال اپنی گردن پر لینا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر تمہاری تحقیق ہی بدل گئی تو مضائقہ نہیں۔ یہ بیان فرما کر حضرت والا یعنی صاحب ملفوظ (پیر و مرشد مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ) نے فرمایا کہ کسی فقیر کا یہ منہ ہو سکتا ہے کہ جو ایسی بات کہے، کم و بیش ہر اہل سلسلہ کے اندر تعصب پایا جاتا ہے، مگر ہمارے حضرت حاجی صاحب کی ذات اس سے بالکل پاک صاف تھی، جیسا کہ قصہ سے ظاہر ہے (جامع غنی عنہ) نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کا علم ایک سمندر تھا جو کہ موجیں مار رہا تھا حالانکہ آپ ظاہری عالم نہ تھے حق تعالیٰ نے اس سے بھی آپ کو علیحدہ رکھا تھا۔

(قصص الاکابر ۷۴)

## دوسروں کو حدیث کا مخالف سمجھنا بدگمانی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے دوسروں کو حدیث کا مخالف ہی سمجھتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث ان کے عمل بالحدیث کی حقیقت مجھ کو تو ایک خواب میں زمانہ طالب علمی میں بتلا دی گئی تھی۔ گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن مومن کے لئے مبشرات میں سے ضرور ہے جبکہ شریعت کے خلاف نہ ہو بالخصوص

جبکہ شریعت سے شاہد ہو۔ میں نے یہ دیکھا کہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے مکان پر ایک مجمع ہے اس میں چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے ایک شخص میرے پاس بھی لایا مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا حدیث میں دودھ کی تعبیر علم دین آئی ہے پس اس میں ان کے مسلک کی حقیقت بتائی گئی کہ ان کا مسلک صورت تو دین کی ہے مگر اس میں روح حقیقت دین کی نہیں جیسے چھاچھ میں سے مکھن نکال لیا جاتا ہے مگر صورت دودھ کی ہوتی ہے۔

(نقص الاکھدر ۳۴)

### ایک خطرناک طریق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدوں میں ایک بات بری ہے وہ جڑ ہے تمام خریوں کی وہ بدگمانی ہے اور اسی سے بدزبانی پیدا ہوتی ہے اگر یہ بات اس گردہ میں نہ ہوتی تو یہ بھی ایک طریق ہے گو خطرناک ہے۔

(الاقاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۲۶)

### تبرائی مذہب

ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ آپ غیر مقلدوں کی اسی بات کو لئے پھرتے ہیں اس میں تو گنجائش بھی ہے۔ ان میں تو بہت سے لوگ چار نکاح سے زائد کو جائز کہتے ہیں ایسے لوگ غیر مقلدین کیا بدعتی ہوئے جس طرح بہت سے فرقہ بدعتیوں کے ہیں منجملہ ان کے ایک فرقہ بدعتی یہ بھی ہے۔ ایک غیر مقلد صاحب نے دادا کی بیوی سے نکاح کو جائز لکھ دیا۔ خیر اب تو رجوع کر لیا ہے۔ ان بزرگ پر خود غیر مقلدوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے یہ بھی عجیب فرقہ ہے ان میں اکثر بے باک گستاخ دلیر ہوتے ہیں۔ ذرا خوف

آخرت بھی نہیں ہوتا جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔  
شیعوں کی طرح ایسوں کا بھی تبرائی مذہب ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۹۴)

### ہر بات کو بدعت کہنا درست نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلد ہر بات کو بدعت کہتے ہیں خصوص طریق کے اندر جن چیزوں کا درجہ محض تدبیر کا ہے ان کو بھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کی ایک عجیب مثال دی تھی کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بزوری لکھا۔ ایک موقع تو ایسا ہے کہ وہاں شربت بزوری بنا ملتا ہے وہ لا کر استعمال کرے گا اور ایک موقع ایسا ہے کہ وہاں بنا ملتا نہیں ملتا تو وہ نسخہ کے اجزاء خرید کر لایا، چوٹھا بنایا، دیکھی لی، آگ جلائی اب اگر کوئی اس کو بدعت کہے کہ طبیب کی تجویز پر زیادت کی تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا۔ اسی طرح دین کے متعلق کسی ایجاد کی دو قسمیں ہیں ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدين۔ اول بدعت ہے اور دوسری قسم چونکہ کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں سو طریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدبیر کے درجہ میں ہیں۔ سو اگر تدبیر جسمانی کی تدبیر کو بدعت کہا جائے یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۴۰، ۱۴۱)

### غیر مقلدین کے اصول اجتہاد منصوص نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے غیر مقلدین کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے جو اپنے اجتہاد سے اصول قائم کئے ہیں کہ وہ بھی منصوص نہیں۔

ان کو تو تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عمل کرنے پر ترغیب دیتے ہیں اور حنفیہ نے جو اصول قائم کئے ہیں جو اجتہادی ہونے میں ان کے ہم پلہ ہیں ان کو تسلیم نہیں کرتے آخر ان میں اور ان میں فرق کیا ہے کہ ان کے قائم کردہ اصول تو بدعت نہ ہوں اور حنفیہ کے اصول بدعت ہوں جو دلیل ان کی سحیت کی میان کی جائے گی۔ وہی جواب اور دلیل ہماری طرف سے ہو گا دیکھیں جواب ملتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۴۴)

### غیر مقلد ہونا آسان ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا کبھی اس کھیت میں نہ کوئی کھوٹا ہے نہ تھان تو ان کا کیا۔ اس کو تو کوئی کرے غرض ایسے لوگوں میں خود رائی کا بڑا مرض ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۷۷۳ تا ۷۸۳)

### اتباع حق کی برکت

فرمایا کہ ایک غیر مقلد بہت ڈرتے ڈرتے بغرض بیعت میرے پاس آئے (کیونکہ ان کے رفقاء سفر نے ان کو ذرا دیا تھا کہ جب تم وہاں جاؤ گے تو نکال دیے جاؤ گے) انہوں نے مجھ سے بیعت کو کہا میں نے اس شرط کو منظور کر کے بیعت کر لیا اور یہ سمجھا دیا کہ کسی سے بھی خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد لڑنا

جھگڑنا مت نہ مباحثہ کرنا اور اپنی بیوی کو بھی مرید کر لیا میں نے اس سے بھی یہی شرط کر لی دو چار بار آنے کے بعد مقلد تھے یہ اتباع حق کی برکت ہے اکثر مناظروں سے قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے یہ طریقہ باطن میں بہت مضر ہے۔

(جدید ملفوظات ص ۸۱)

### احناف پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنے والے

ایک مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حنفیت میں بہت ہی ڈھیلے تھے مگر اب یہ کہنے لگے ہیں کہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک امام صاحب پنچے وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچا۔ لن تہیہ ولن القیم کے اب بھی بحد معتقد ہیں مگر اب اس تغیر مذکور کے بعد ان کی بھی کچھ زیادہ رعایت نہیں کرتے چنانچہ ان القیم نے حنفیہ کے بعض فروع پر جو اعتراض کئے ہیں ان ہی مولوی صاحب نے ان کا بڑے شد و مد سے جواب لکھا ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ حنفیہ پر اکثر خواہ مخواہ کی بدگمانی کر لی گئی ہے ورنہ بے غبار مسائل پر اعتراض عجیب بات ہے۔ مذہب حنفی کو بعض نادان حدیث سے بعید سمجھتے ہیں مگر مذہب میں اصل چیز اصول ہیں سو ان کے اصول کو دیکھا جائے تو سب مذاہب سے زیادہ اقرب الی الحدیث ہیں ان ہی اصول کے توافق کی بنا پر میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حنفیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو ہمیشہ بدنام کیا گیا ہے اسی طرح چشتیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو بھی بدنام کیا گیا ہے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ جب حضرات چشتیہ کے اس قدر پاکیزہ اصول ہیں پھر یہ بدنام کیوں ہیں میں نے کہا کہ زیادہ تر سماع کی وجہ سے اگر یہ گمان نہ سنتے تو ان سے زیادہ کوئی بھی نیک نام مشہور نہ ہوتا مگر الحمد للہ کہ ہمارے سلسلہ کے قریب کے حضرات تو بالکل ہی نہ سنتے تھے۔ سو

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۷۹)

آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں احادیث سے ثابت ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض غیر مقلد بھی عجب چیز ہیں ان کی عبادات میں بھی نیت فساد کی ہوتی ہے اللہ کے واسطے وہ بھی نہیں ہوتی۔ آمین بالجہر بیشک سنت ہے مگر ان کا مقصود محض فساد کرنا ہوتا ہے پس اصل میں اس فساد سے منع کیا جاتا ہے۔ ایک مقام پر ایسے ہی اختلاف میں ایک انگریز تحقیقات کیلئے متعین ہوا۔ اور اس نے اپنے فیصلہ میں یہ عجیب بات لکھی کہ آمین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک آمین بالجہر شافعیہ کا مذہب ہے اس کی تائید میں احادیث وارد ہیں۔ ایک آمین بالسر یہ حنفیہ کا مذہب ہے اس میں بھی حدیثیں وارد ہیں ایک آمین بالشر یہ کسی امام کا مذہب نہیں اور نہ اس میں کوئی حدیث وارد ہے اس لئے اس سے منع کیا جانا چاہئے غرض بعض کو عبادات میں بھی شر اور فساد ہی مقصود ہوتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۱۳۲)

غیر مقلدیت سرکشی اور بزرگوں کی گستاخی میں پہلا قدم

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو سب بھٹکتے پھرتے وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے فرمایا واقعی اندھیر ہوتا یہ غیر مقلد بڑے مدعی ہیں اجتہاد کے لئے ہر شخص ان میں سے اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ اس کے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے تم بھی استنباط کرو ان مسائل کو جو فقہاء

کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں اور پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے ان ہی مسائل سے موازنہ کر د معلوم ہو جائے گا کہ کیا فرق ہے کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہایت خطرناک چیز ہے اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا۔ اس وقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کر دی تھی بہت جھگڑے فساد ہو چکے تھے اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی اس نے خود وعظ کہنا شروع کیا اس کا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں میں نے بھی اس کا وعظ سنا تھا بڑا پکا اور کڑو غیر مقلد تھا وعظ میں کہا تھا۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ اور یہ ترجمہ کیا تھا کہ کر دی ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی اور چھالیا ہم نے ان کو یعنی منطق سے پس ہو گئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑ کر حقیقت سے بے خبر ہو گئے۔ غرضیکہ صرف و نحو منطق کو بدعت کہتا تھا مگر ایک جماعت اس کے ساتھ اور اس کی ہم عقیدہ ہو گئی تھی یہ حالت ہے عوام کی ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے ان کے نہ عقائد کا اعتبار نہ ان کی محبت کا اعتبار نہ مخالفت کا اعتبار جو جی میں آیا کر لیا جس کے چاہے معتقد ہو گئے دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے بڑے بڑے علماء صلحاء بزرگان دین کا مرکز رہا ہے مگر جمالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے کیا اعتبار کیا جائے کسی کا وقت پر حقیقت کھلتی ہے جب کوئی کام آکر پڑتا ہے یا ایسا کوئی راہ زن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا ہے ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکل کر ساتھ ہو لیتے

ہیں۔



ائمۃ مجتہدین کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ نے بعض مسائل میں بہت ہی تشدد سے کام لیا ہے جیسے تو سل وغیرہ کے مسئلہ میں اسی طرح اہل ظاہر نے بھی مثلاً انہوں نے قیاس کو حرام کہا ہے اور ہم پھر بھی ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں مگر وہ ہمارے اقوال کو اگر ان کے خلاف ہوں بلا تاویل رد کرتے ہیں غرض ہم تو ان کی رعایت کرتے ہیں اور وہ ہماری رعایت نہیں کرتے چنانچہ ہم ترک تقلید کو مطلقاً حرام نہیں کہتے اور وہ تقلید کو علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اس سے وہ اس درجہ میں آگئے ہیں تجوہنم ولا سجدو کلم ہاں بعض قیاس کو حرام کہا جاسکتا ہے جیسا ابلیس نے کیا تھا بعض نص کے مقابلہ میں ورنہ قیاس شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین کے تمام فتوے کو تتبع کر کے دیکھئے اس میں زیادہ حصہ قیاسات و اجتہادات ہی کا ہے ان کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے خود صحابہ کو دیکھئے زیادہ تر فتوے قیاس ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہے۔ آج کل تارکین تقلید میں بھی اس رنگ کے لوگ ہیں اور بھڑت دیکھا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں بڑی جرأت ہوتی ہے بے دھڑک بدون سوچے سمجھے جو چاہتے ہیں فتوے دے بیٹھتے ہیں۔ خود ان کے بعض مقتداؤں کی باوجود قبح ہونے کے یہ حالت ہے کہ جس وقت قلم ہاتھ میں لے کر چلتے ہیں دوسری طرف نہیں دیکھتے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ مخالف کے ادلہ کو نقل کرتے ہیں مگر ان کا جواب تک نہیں دیتے بعض کے وسیع النظر ہونے میں شک نہیں مگر نظر میں عمق نہیں۔ ایک ظریف نے بیان کیا تھا ایک مرتبہ کہ قبح کی دو قسمیں ہیں ایک کدو قبح اور ایک مچھلی قبح کدو سارے دریا میں پھرتا ہے مگر لوپر لوپر اور مچھلی عمق میں پہنچتی ہے تو ان

لوگوں کا تبحر ایسا ہے جیسے کدو تبحر کہ اوپر لوپر پھرتے ہیں اندر کی کچھ خبر نہیں۔

(الاقاضات الیومیہ ج ۱ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

### مدعیان عامل بالحدیث کے حدیث سمجھنے کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بھنے غیر مقلدوں کو حدیث دانی اور عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے عمل کے وقت کورے نظر آتے ہیں اور حدیث کو سمجھتے۔ خاک بھی نہیں ایک غیر مقلد کی یہ حکایت سنی ہے کہ وہ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں یہ کیا حرکت تھی کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو آج تک کوئی ایسی حدیث نہ سنی نہ دیکھی۔ آج کل چونکہ بڑی بڑی حدیثوں کی کتابوں کے ترجمہ اردو میں چھپ گئے ہیں وہ ایک کتاب مترجم اٹھا لائے اس میں امام کے متعلق حدیث تھی کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ آپ نے اس ہلکی بیائے معروف کے لفظ کو بلکے بیائے مجہول پڑھا اور عمل شروع کر دیا۔ بس یہ ان کی سمجھ کی حقیقت ہے۔

(الاقاضات الیومیہ ج ۷ ص ۹۷، ۹۸)

### اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے جس کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اس کی ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے اور جس کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اس کی اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوء ظن کا خاص مرض ہے کسی کے

ساتھ بھی حسن ظن نہیں بڑے ہی جرمی ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں اور اس کو مردہ سنت کا احیاء کہتے ہیں اس کے متعلق مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے جبراً آئین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آئین بالآخر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لئے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آئین بالسر بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا واقعی عجیب جواب ہے۔ حضرت مولانا دیوبندی ایک بار خوجہ تشریف لے گئے وہاں پر بھی ایک غیر مقلد نے یہ کہا تھا کہ یہ سنت مردہ ہو گئی ہے اس لئے میں جر سے کتا ہوں آپ نے فرمایا لیکن غیر مقلدوں میں آئین بالسر مردہ ہو گئی وہاں آئین بالسر کہا کرو تو وہ غیر مقلد گھبرا کر کتا ہے واہ صاحب خوب فرمایا کہ یہاں بھی پٹوں اور وہاں بھی۔

(الاقاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۱۹-۳۲۰)

### تقلید کو شرک سمجھنا یہ کس قدر جہالت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلدین کا فرقہ بھی باستثناء بعض اس قدر گستاخ ہے کہ میرے پاس ان لوگوں کے متعدد خطوط بیعت کی درخواست کیلئے آئے ہیں صرف اتنا ہی پوچھ لیتا تھا کہ تم تقلید کو کیسا سمجھتے ہو تو اکثر جگہ سے صاف یہی جواب لکھا ہوا آتا تھا کہ ہم تقلید کو شرک سمجھتے ہیں۔ میں لکھ دیتا تھا کہ میں مقلد ہوں اور تم اس کو شرک سمجھتے ہو تو پھر شرک سے بیعت ہونا کہاں جائز ہے۔ عقلمند بیعت بھی ہونا چاہتے ہیں اور جس سے

بیعت ہوں اس کو مشرک بھی سمجھتے ہیں کچھ اصول اور حدود ہی نہیں اس قدر گستاخ ہیں الا ماشاء اللہ۔ اور جاہلوں کی تو شکایت ہی کیا بعض مولوی اپنی کتابوں میں لکھ گئے کہ تقلید حرام ہے اور یہ بھی لکھا کہ مقلدین جس قدر ہیں سب کو حدیث سے بعد ہے خصوص حنفیہ کو سب سے زیادہ بعد ہے۔ فرمایا کہ بس قرب تو حدیث سے جناب ہی کو تھا۔ ان کے عامل بالحدیث ہونے پر تعجب ہے کونسی قسم کے عامل بالحدیث ہیں۔ اردو میں خطبہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اس میں حدیث کو نہیں دیکھتے۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا مجموعہ خطب اس لئے نہیں خریدتے کہ اس میں اردو میں خطبہ پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے جب سنت پر عمل نہ ہوا تو یہ فرقہ بھی بدعتی ہی ہو مگر ان کو یہ بھی خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۷۹)

ان تہمہ اور ان القیم نے آخر کس کی تصنیفات دیکھی تھیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مجھ سے کہنے لگے کہ ان تہمہ اور ان القیم کی تصنیفات دیکھو۔ میں نے کہا ہم نے ان سے بڑوں کی تصنیفات دیکھی ہیں۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ آخر ان تہمہ اور ان القیم نے کس کی تصنیفات دیکھی تھیں ان کی ہم نے دیکھ لیں یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے بعض لوگ حزب البحر کی اجازت لیا کرتے ہیں۔ میں لکھا کرتا ہوں کہ حزب البحر کے مصنف نے کس چیز سے برکت حاصل کی تھی اور جب حزب البحر نہ تھی تو کس چیز سے برکت حاصل کی جاتی تھی وہ چیز کیوں نہیں لیتے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۳۶۶)

رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش لکھنے کا سبب ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ السنۃ الجلیہ فی البختیہ العلیہ جو میں نے لکھا ہے اس کے بعد اور کسی رسالہ کے لکھنے کا ارادہ نہ تھا تالیف کا سلسلہ قطع کر دینے کا ارادہ تھا مگر ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت سے ایک رسالہ اور لکھنا پڑا تمہید الفرش فی تحدید العرش جس میں استواء علی العرش کی بحث ہے گو صفات کے باب میں کلام کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے اس سے ہمیشہ میں خود بھی منع کرتا ہوں اور اپنے بزرگوں کو بھی اس سے بچتے دیکھا ہے باقی متقدمین نے جو اس میں کچھ کلام کیا ہے وہ منع کے درجہ میں تھا متاخرین نے دعویٰ کے درجہ میں کر لی اور اب تو اس میں بہت ہی غلو ہو گیا بلا ضرورت اس میں کلام کرنے کو میں خود بدعت سمجھتا ہوں مگر بضرورت کلام کرنا پڑتا ہے سف کا یہی عمل تھا اس کے متعلق ایک حکایت سنی ہے کہ ایک شخص شیخ ابو الحسن اشعریؒ سے ملے آئے اتفاق سے وہی مل گئے ان ہی سے پوچھا کہ میں ابو الحسن اشعریؒ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کہ کہ آؤ میں ملاقات کر اؤں گا میرے ساتھ چلو ابو الحسن اس وقت خلیفہ کے دربار میں جا رہے تھے وہاں ایک مسئلہ کلامیہ پر اہل بدعت سے کلام کرنا تھا مناظرہ کی صورت تھی وہاں پہنچے۔ وہاں سب نے تقریریں کیں بعد میں ابو الحسن اشعریؒ نے جو تقریر کی اس نے سب کو پست کر دیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس وقت ان مہمان سے کہا کہ تم نے ابو الحسن اشعریؒ کو دیکھا اس نے کہا کہ نہیں فرمایا میں ہی ہوں وہ شخص بے حد سرد ہو اور کہا کہ جیسا سنا تھا اس سے زائد پایا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی آپ نے سب سے پہلے گفتگو کیوں نہیں کی اگر آپ پہلے گفتگو کرتے تو ان

میں سے کوئی بھی تقریر نہ کر سکتا ابو الحسن اشعری نے اس کا جو جواب دیا میں تو اس جواب کی بناء پر ابو الحسن اشعری کا معتقد ہو گیا کہا کہ ہم ان مسائل میں بلا ضرورت گفتگو کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں لیکن اہل بدعت جب کلام کر چکے تو اب ہمارا کلام کرنا ضرورت کی وجہ سے ہو ابدعت نہ رہا۔ پھر فرمایا میں اس جواب سے ابو الحسن کا جحد معتقد ہوں۔ دو وجہ سے ایک اس لئے کہ اپنے بزرگوں سے اعتقاد بڑھا دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حقدین نے بلا ضرورت ایسے مسائل میں کلام نہیں کیا بضرورت کلام کیا اس سے میرے اس خیال کی تائید ہوئی جو میں پہلے سے سمجھے ہوئے تھا کہ یہ کلام بضرورت مدافعت تھا درجہ منع میں اسی طرح اس رسالہ میں میرا کلام کرنا بھی بضرورت ہوا اور حیرت ہے کہ ابو الحسن اشعری اتنے تو محتاط پھر ان پر ضلالت اور بدعت کا فتویٰ دیا جاوے اور جنہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے انہوں نے خود استواء علی العرش کی ایسی تقریر کی ہے جس سے بالکل تجسیم و تمکن کا شبہ ہوتا ہے گو ان کی مراد تجسیم نہیں لیکن ظاہریت کے ضرور قائل ہیں مگر خیر اس کی تو ہذا کیف گنجائش ہے لیکن اس کے ساتھ جو استواء کو صفت مانتے ہیں اس میں ان پر ایک سخت اشکال ہوتا ہے کہ عرش یقیناً حادث ہے جب عرش نہ تھا ظاہر ہے کہ اس وقت استواء علی العرش کا تحقق بھی نہ تھا۔ عرش کے بعد اس کا تحقق ہوا تو اگر استواء علی العرش صفات میں سے ہے اور صفت حادث نہیں ہو سکتی تو اس وقت قبل عرش استواء کے کیا معنی تھے تو اس وقت بھی وہی معنی کیوں نہ لئے جائیں یہ بڑی ہی لطیف بات ہے اللہ نے دل میں والدی اور چونکہ ان مسائل میں کلام کرنے کو خطرناک سمجھتا ہوں اس لئے اس رسالہ کے لکھنے کے وقت قلب کو اس درجہ تکلیف ہوئی کہ میں ہر جاہل کو دیکھ کر تمننا کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اس بحث میں میرا ذہن نہیں چلتا یہ حالت

مجھ پر گزری ہے۔ مگر معترض صاحب نے نہایت بے باکی سے جو منہ پر آیا کہہ دیا اور جو جی میں آیا سمجھ لیا یہ بھی خیال نہیں ہوا کہ میں زبان سے کیا کہہ رہا ہوں پھر بھی میں نے ان کی نسبت کوئی سخت بات نہیں لکھی۔ بہت ہی قلم کو روک کر مضمون لکھا ہے اور اس مسئلہ میں یہ سنت متکلمین کے حضرات صوفیاء کے اقوال سے بہت مدد ملی ہے مگر ان ہی غیر مقلد صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ تم شر القردن کے صوفیاء کی حمایت کرتے ہو میں نے اس کو تو کوئی جواب نہیں دیا مگر میں کتا ہوں کہ شر القردن میں سب اہل قردن شر ہی ہوتے ہیں اگر یہ بات ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم شر القردن کے محدثین کی حمایت کرتے ہو۔ اگر وہ یہ کہیں کہ محدثین خود شر نہ تھے تو ہم کہیں گے کہ صوفیاء بھی سب خود شر نہ تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۷۸، ۷۹)

### بعض غیر مقلدین واعظین کا انتہائی غلو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ دل کے بڑے قوی ہوتے ہیں۔ بھوپال میں ایک رکن ریاست نے جو غیر مقلد تھے ایک وعظ میں استواء علی العرش کے مسئلہ پر تقریر کی بعض غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں بہت غلو ہو گیا ہے۔ چونکہ واعظ صاحب نے مجسمہ کے مشابہ کلام کیا اس وقت تقریر میں ایک دلائی مولوی صاحب بھی تھے۔ واعظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے کھینچ کر نیچے ڈال کر کوٹنا شروع کیا۔ پولیس نے مزاحمت کرنا چاہا مگر عوام کھڑے ہو گئے کہ اگر تم نے کچھ دخل دیا ہم تمہارا مقابلہ کریں گے نیگم صاحب سے شکایت کی گئی انہوں نے بجائے کچھ کارروائی کرنے کے ان مولوی صاحب سے معافی مانگی اور آئندہ کیلئے قانون بنا دیا کہ کوئی رکن ریاست وعظ نہ کہے دیکھئے یہ بھی پہلے ہی لوگوں کی باتیں تھیں۔ دل میں اہل علم اور اہل دین کی

عظمت تھی اب تو نفوس میں شرارت ہے اتنی قدرت پر نہیں معلوم کیا کچھ کرتے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۱۵)

لکھنؤ کے ایک مدعی عامل بالحدیث کی حضرت حکیم الامتؒ سے  
درخواست بیعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عامل بالحدیث لکھنؤ سے آئے تھے کئی روز قیام کر کے آج چلے گئے۔ بڑے جوشیلے آدمی ہیں۔ بیعت ہونے کے لئے کہتے تھے۔ میں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں فلاں غیر مقلد عالم سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تو اور بھی ضرورت نہیں۔ دوسرے اگر ان کو معلوم ہوا تو ممکن ہے کہ وہ برا مانیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ بعض مشائخ کو تو اس کی پروا نہیں ہوتی اور بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں ان پر اثر ہوتا ہے جیسے استاد شاگرد کے تعلق میں بعینہ یہی تقسیم ہے اور حمد اللہ تعالیٰ میری طبیعت اس قسم کی ہے کہ اپنے سلسلہ کا آدمی اگر کسی دوسرے سلسلہ میں چلا جائے تو کبھی پروا نہیں ہوتی اگر چلا ہی گیا تو لے کیا گیا۔ ہاں دے گیادہ کیا دے گیایعنی راحت مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو اس سے کدورت ہو جاتی ہے اور کدورت سے نفرت اور نفرت سے عداوت تک کی نوبت آ جاتی ہے اور یہ کھلا نقص ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ایک شیخ کے ہوتے ہوئے بشرطیکہ قبیح سنت ہو تم نہ مردوں سے ملو نہ زندوں سے اس سے آدمی گڑبڑ میں پڑ جاتا ہے بس یہ مذہب رکھو۔

دل آرامیہ داری دل درویدہ دگر چشم از ہمہ عالم فرویدہ

کہنے لگے میں نے بعض لوگوں سے مشورہ لیا انہوں نے کہا کہ کوئی



حرج نہیں یہ بیعت سلوک ہوگی اور پہلی بیعت توبہ۔ میں نے کہا کہ انہوں نے بیعت میں کیا عہد لیا تھا کہا کہ کتاب و سنت کا اتباع اور امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ بس یہی یہاں ہے اور یہی اصل سلوک ہے تو دونوں ایک ہی چیز ہوئیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۱۴۶)

### تقلید کو شرک کہنے والے سے طبعی نفرت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض غیر مقلدین بیباک ہوتے ہیں۔ میں اس کے متعلق اپنی حالت کتا ہوں کہ جو شخص تقلید مجتہدین کو حرام کتا ہے میں اپنے قلب میں اس سے نفرت پاتا ہوں اور اگر جواز کا قائل ہوگو واجب نہ سمجھے اس سے نفرت نہیں پاتا ورنہ اس سے قلب میں بعد ہوتا ہے اور بعض تو اس مسئلہ میں بڑے ہی سخت ہیں اس تقلید کو شرک کہتے ہیں بڑی دلیری کی بات ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۴۷)

### غیر مقلدوں میں تدین بہت کم دیکھا ہے

ایک سلسلہ گنگو میں فرمایا کہ غیر مقلدی بھی عجیب چیز ہے کثرت سے ان لوگوں میں تدین بہت کم دیکھا ہے عملی صورت میں بھی نہایت ہی پیچھے ہیں۔ احتیاط کا تو ان میں نام و نشان نہیں۔ بس گھر میں بیٹھے ہوئے اسے بدعتی کہہ دیا اسے مشرک کہہ دیا۔ اور خود اپنی حالت نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں نے استواء علی العرش کے مسئلہ کو تفسیر بیان القرآن میں اس طرح ترتیب دیا تھا کہ متن میں تو متاخرین کے قول کو رکھا تھا۔ اور حاشیہ پر متقدمین کے قول کو۔ اور متاخرین کے قول کو متن میں رکھنے کی بجز سہولت

فہم عوام کے کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اعتراض ہی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ایک غیر مقلد صاحب نے عنایت فرما کر اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے خاص جذبات کا ثبوت دیا۔ اگر حدود کے اندر مشورہ دیتے تو میں قبول کر لیتا۔ لیکن متاخرین کے طرز اور مسلک کو اور اس کے قول کو سراسر جہل اور اعتزال بتلایا۔ محض گستاخی اور بیباکی ہے اس لئے مجھ کو واقعی ناگوار ہوا۔ مگر میں نے پھر بھی ان کی بلکہ انصاف کی رعایت سے متقدمین کا قول متن میں رکھ دیا۔ اور متاخرین کا قول حاشیہ میں کر دیا مگر یہ پھر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ ان بزرگ نے متاخرین کے مسلک کا تو ابطال کیا اور سلف کا مسلک جو بیان کیا تو بالکل مجسمہ اور شبہ کے طرز پر اور مجھ سے بھی اسی پر اصرار کیا۔ یہ ان معترضین کا علم ہے۔ یہ قابلیت ہے یہ دین ہے اور پھر علمی بحث میں قدم۔ ایک دفعہ مجھ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ لنن تسمیہ اور لنن القہم کی تصانیف دیکھا کریں۔ میں نے کہا تم نے تو دیکھیں ہیں۔ تمہارے اندر بڑی شان تحقیق پیدا ہو گئی۔ میں ہمیشہ ایسے مباحث میں پڑنے سے چاہا اور یہی مسلک اپنے بزرگوں کا رہا۔ مگر ضرورت کو کیا کروں۔ جس وقت یہ بحث لکھ رہا تھا تو ہر جاہل شخص کو دیکھ کر رشک ہوتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا۔ تو اس بحث پر ذہن نہ چلتا تو اس وقت جاہل ہونے کی تمنا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی فضل ایزدی نے دستگیری فرمائی اور یہ خیال آیا کہ یہ تمنا بھی تو علم ہی کی بدولت ہوئی تو جہل کو کسی حالت میں علم پر ترجیح نہیں۔ تب جا کر قلب کو سکون ہوا۔ ایسے دقائق میں صوفیہ کی توجیہ سب میں زیادہ اقرب دیکھی گئیں۔ ان سے بڑی تشفی ہوئی۔ مگر یہ معترض صاحب صوفیہ ہی کے مخالف ہیں۔ پھر راہ کہاں نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ استواء علی العرش صفت ہے یا فعل۔ ان اہل ظاہر میں مشہور ہے کہ صفت ہے لیکن اگر صفت ہے تو

عرش حادث ہے اور صفت ہے قدیم تو قبل محدث عرش جو استواء علی العرش کی صورت تھی وہی اب بھی تسلیم کر لو ورنہ صفت میں تغیر لازم آوے گا۔ یہ عجیب و غریب الزامی حجت ہے جو حق تعالیٰ نے ذہن میں ڈالی اور اس بحث میں لکھنے کے وقت جو اقوال نظر سے گزرے ان کے تراجم سے ذہن میں عجیب کشمکش ہوئی۔ مگر خیر جس طرح سے ہو سکا اس کے متعلق ایک رسالہ تیار ہو گیا جس کا نام تمہید الفرش فی تحدید العرش ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ذات و صفات کی کنہ کون معلوم کر سکتا ہے اس لئے آگے بڑھتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اور واقعی کیا کوئی اور اک کر سکتا ہے اسی لئے منع فرما دیا کہ ذات و صفات کی بحث میں نہ پڑنا چاہئے۔ یہی امر معقول ہے اس لئے بحث سے بھی کوئی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا جیسے اندھے مادر زاد کو کہا جائے کہ لون کی حقیقت میں خوض نہ کر۔ منع کرنا یقیناً معقول ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو باوجود خوض کرنے کے بھی نہیں سمجھ سکتا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۷۷۲ تا ۷۷۹)

### ایک غیر مقلد صاحب کا عقیدہ توحید ملاحظہ ہو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری بیوی بیمار تھی میں نے آپ کو دعا کو لکھا تھا وہ مر گئی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توجہ نہیں کی ایسے یہودہ خطوط بھی آتے ہیں۔ آج لکھا ہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں ایک ہفتہ تک برابر دعا کر دو۔ میں نے لکھا ہے کہ اگر نکاح نہ ہوا تو پھر وہی الزام دو گے کہ توجہ نہیں کی۔ میں محنت کروں دعا کروں اور اوپر سے الزام اپنے سر لوں۔ ایسی حالت میں نہ تم کو مجھ سے دعا کرنا چاہئے اور نہ مجھ کو کرنا چاہئے۔ اور میں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں دعا کر تا یا متوجہ ہوتا تو وہ موت سے بچ جاتی۔ یہ جن کا خط ہے ایک غیر

مقلد صاحب ہیں۔ حنفیوں کو مشرک بتلاتے ہیں اور خود یہ عقیدے ہیں ان کی توحید بھی ملاحظہ ہو۔ بس باتیں ہی بتاتے ہیں آگے صفر ہے کچھ خبر نہیں۔

(الاقاضات المذمومة ج ۶ ص ۲۲۲)

### ایک سمجھدار غیر مقلد کی حاضری و استفادہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب لکھنؤ سے یہاں آئے تھے۔ نہایت صفائی کی باتیں کیں۔ بڑا جی خوش ہوا۔ خوش فہم اور سمجھدار آدمی تھے۔ ملتے ہی کہنے لگے کہ شاید بعد میں آپ کو یہ معلوم ہو کر کہ یہ فلاں جماعت کا شخص ہے تنگی ہوتی اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ میں عامل بالحدیث ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے صدق اور خلوص کی قدر کرتا ہوں اور میں بھی صاف بتلائے دیتا ہوں کہ ہمارے یہاں اتنی تنگی نہیں کہ محض فرعی اختلاف سے انقباض ہو ہاں جن لوگوں کا شیوہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا اور بد تمیزی اور بد تمہدہی سے کلام کرنا ہے ایسے لوگوں سے ضرور لڑائی ہے۔ یہ مولوی صاحب حسین عرب صاحب کے پوتے ہیں جو بھوپال میں تھے۔ کئی روز رہے اور بڑے لطف سے رہے۔ دیسے بھی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ ان لوگوں کو عامل بالحدیث ہونے کا بڑا دعویٰ ہے۔ دوسروں کو بدعتی اور مشرک ہی سمجھتے ہیں کہتے تھے کہ یہاں پر تو کوئی بات بھی حدیث کے خلاف نہ دیکھی۔ دو مسئلے بھی پوچھے ایک تو یہ کہ اہل قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں میں نے کہا کہ ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے اس پر ان کو حیرت ہوئی کہ حدیث سے اہل قبور سے فیض ہونا کہاں ثابت ہو گا اس لئے کہ ساری عمر حدیث میں گزر گئی کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ سنئے ترمذی میں حدیث ہے کہ کسی صحابی نے لا علمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا لیا۔ وہاں ایک آدمی سورۃ ملک پڑھ رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ سورت مردہ کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ دیکھئے قرآن کا سننا فیض ہے یا نہیں اور مردے سے قرآن سنا تو اہل قبور سے فیض ہوا یا نہیں۔ بھد مسرور ہوئے خوش ہوئے کہ آج تک اس طرف نظر نہ گئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موتی کا پوچھا اور کہا کہ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی قرآن میں ہے جس سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں وقوع سماع مصرح ہے اور اس آیت سے نفی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں پر حق تعالیٰ نے کفار کو موتی سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں ایک مشبہ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ اور ایک وجہ تشبیہ جو دونوں میں مشترک ہوتی ہے تو یہاں وہ عدم سماع مراد ہے جو موتی اور کفار میں مشترک ہے اور اموات کا سماع وعدم سماع تو معلوم نہیں مگر کفار کا تو معلوم ہے کہ قرآن وحدیث کو سنتے ہیں مگر وہ سماع نافع نہیں اور یہ معلوم ہے کہ مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ میں تماثل ہوتا ہے۔ پس کفار سے جو سماع منفی ہے یعنی سماع نافع ویسا ہی سماع اموات سے منفی ہوگا نہ کہ مطلق سماع۔ بھد دعادی۔ پھر بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ اس میں تعجیل مناسب نہیں۔ پھر بیان کیا کہ میں فلاں عالم غیر مقلد سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تکرار بیعت کی ضرورت۔ کہنے لگے کہ ان سے بیعت تو بہ ہو جاوے گی آپ سے بیعت طریقت۔ میں نے کہا کہ یہ بتلائیے کہ انہوں نے وقت بیعت آپ سے کیا عہد لیا تھا۔ کہا کہ کتاب سنت پر عمل اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ یہی یہاں پر ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ بس مقصود حاصل ہے۔ اس پر سوال کیا کہ کیا تکرار بیعت خلاف شریعت ہے۔ معصیت ہے میں نے کہا کہ معصیت تو نہیں مگر ہوا۔ بلکہ مفہم ہو سکتی ہے معصیت کی طرف وہ یہ کہ جب شیخ اول کو معلوم ہوگا کہ یہاں کے تعلق کے بعد فلاں جگہ تعلق پیدا کیا تو بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں

کہ وہ انقباض کا اثر قبول کرتی ہیں تو اس اثر سے حب فی اللہ میں کمی ہوگی یا بالکل ہی زائل ہو جائے گی۔ پھر اس کے ساتھ ہی تکدر ہوگا اور یہ تکدر اذیت ہے اور حب فی اللہ کا بقاء واجب ہے اور اذیت سے چھانا بھی واجب ہے اور یہ تکرار بیعت سبب ہوا اس واجب کے اخلاص کا تو ہوا۔ مفسر ہوا معصیت کی طرف۔ حیرت میں تھے پچارے کہ یہاں تو ہر چیز حدیث کے ماتحت ہے۔ سمجھ تو گئے ہونگے کہ ہم حدیث قرآن کو خاک نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہر چیز بقدر ضرورت قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں۔ حمد اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں سے ضرورت کی ہر چیز کانوں میں پڑ چکی ہے جس نے زیادہ کتابوں کے دیکھنے سے بھی مستغنی کر دیا ہے۔ اور کتابیں تو پہلے ہی سے نہیں آتی تھیں۔ نہ بھی طالب علمی کے زمانہ میں زیادہ کنج و کاوش کی گئی اور نہ اس کے بعد کتب بینی کی طرف رغبت ہوئی۔ بس یہ جو کچھ ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت اور خداوند جل جلالہ کا فضل ہے کہ گاڑی کہیں انکلتی نہیں۔

(الافاضات المذہب ج ۶ ص ۷۱ ۷۲ ۷۳)

## ایک غیر مقلد صاحب کو اجتہاد کی حقیقت سمجھانے کی کوشش

فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے ریل کے سفر میں مجھ سے پوچھا کہ اجتہاد کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ تمہیں کیا سمجھاؤں تمہیں اس کا ذوق ہی نہیں پھر میں نے کہا کہ تم حقیقت اجتہاد کی تو کیا سمجھو گے میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اس کا جواب دو اس سے کچھ پتہ اس کا لگ جائے گا دو شخص سفر میں ہیں جو سب اوصاف میں یکساں ہیں شرافت میں وجاہت میں ثقافت میں اور جتنی صفتیں بھی امامت کیلئے قابل ترجیح ہوتی ہیں وہ سب دونوں میں بالکل برابر موجود ہیں۔ اور کسی حیثیت سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔ دونوں سوکر اٹھے تو ان میں سے ایک کو غسل جنابت کی حاجت ہو گئی۔ اور سفر میں ایسے

مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو دونوں نے تیمم کیا ایک نے غسل کا ایک نے وضو کا اس صورت میں بتاؤ کہ امامت کیلئے ان دونوں میں سے کونسا زیادہ مستحق ہوگا ان غیر مقلد صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جس نے وضو کا تیمم کیا ہے وہ امام بننے کا زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ اس کو حدث اصغر تھا اور دوسرے کو حدث اکبر اور پاکی دونوں کو یکساں حاصل ہے مگر ناپاکی ایک کی بڑھی ہوئی تھی یعنی جس کو حدث اکبر تھا تو حدث اصغر واسے کی پاکی زائد اور قوی ہوئی۔ میں نے کہا مگر فقہاء کی رائے اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ بس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس کو امام بننا چاہئے اور فقہاء نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں اصل وضو ہے اور تیمم اس کا نائب اسی طرح غسل اصل ہے اور تیمم اس کا نائب ایک مقدمہ تو یہ ہو اور سرائیہ کہ غسل افضل ہے وضو سے اور تیسرا یہ کہ افضل کا نائب افضل ہوتا ہے تو غسل کا تیمم بھی افضل ہوگا وضو کے تیمم سے لہذا جس نے غسل کا تیمم کیا ہے وہ بہ نسبت اس کے جس نے وضو کا تیمم کیا ہے اقوی فی الطہارۃ ہوگا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے اجتہاد کا یہ سن کر غیر مقلد صاحب کو حیرت ہو گئی کہا واقعی حکم تو یہی ہونا چاہئے۔ میری رائے غلط تھی میرا ذہن تو اس حقیقت تک پہنچا ہی نہیں اھ میں کہتا ہوں یہ تو لوگوں کی رسائی ذہن کی حالت ہے اور اس پر دعویٰ ہے اجتہاد کا۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن وحدیث موجود ہیں پھر کسی کی تقلید کی ضرورت کیا ہے۔ قرآن وحدیث سے خود ہی احکام معلوم کر سکتے ہی مگر یہ نہیں دیکھتے کہ فہم کی بھی ضرورت ہے پھر فرمایا کہ ہم لوگوں میں یہ صفات تو موجود ہی نہیں۔ تقویٰ، طہارت، خشیت، صدق، اخلاص ان سے فہم میں نورانیت پیدا ہوتی تھی اور فہم کی ضرورت ظاہر ہے جس سے یہ حقائق منکشف ہوتے تھے اور ان دقائق تک ذہن پہنچ جاتا تھا ایک واقعہ یاد آیا آپ حیرت کریں گے کہ

علماء متقدمین میں کس درجہ تدین اور انصاف تھا۔ دو عالموں کا غیر مدیونہ چیزے کی پاکی ناپاکی کے متعلق اختلاف تھا۔ باہم مناظرہ ہوا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو ساکت کر دیا۔ مگر اسی جلسہ میں ان غالب صاحب نے دوسرے صاحب کا جن کو ساکت کر دیا تھا قول اختیار کر لیا گو دلائل سے ان کو ساکت کر دیا تھا لیکن دور ان مناظرہ میں ان کا قول ان کے دل کو لنگ گیا لہذا اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ اس زمانہ میں یہ حالت تھی تقویٰ طہارت کی۔ اب تو تہجد و تسبیح کو سمجھتے ہیں بزرگی حالانکہ بزرگی یہ ہے۔

اُرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی

مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

کیا ٹوکنا ہے حق پسندی کا کہ باوجود غائب آجانے کے اپنی بارمان لی اور اپنی شرمندگی کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

(افاضات ایوبیہ ج ۹ ص ۲۲۱، ۲۲۲)

کیا تدین اور امانت کا نہ ہونا غیر مقلدین کی نشانی ہے؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اخبار ایک مقام سے نکلتا ہے یہ بعض مدعیان عمل بالحدیث کا پرچہ ہے اس میں میری ایک عبارت جو ایک آیت کی تفسیر کے متعلق ہے ماقام نقل کر کے شبہ کیا گیا ہے کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے بعض لوگوں میں تدین اور امانت کا نام نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اہل حدیث ہونے کا نیز اعتراض کر کے مجھ کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی کتابیں دیکھا کرو میں کہتا ہوں کہ تم دیکھ کر بہت محقق ہو گئے میری جس عبارت پر شبہ کیا تھا میں اس سے پیشتر اس کا جواب بھی دے چکا ہوں تدین در امانت کی بات تو یہ تھی کہ میرے اس جواب کو نقل کرے اس سے تعرض کرتے کچھ خدا کا خوف بھی تو چاہیے کہ میری ماقام



عبارت نقل کر کے اعتراض کر دیا یہ نہ سوچا کہ اگر کسی نے وہ مقام پورا دیکھا تو وہ کیا کہے گا میں ان کو تو کوئی جواب نہ دوں گا مگر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس مقام کو نقل کر اگر شائع کر دوں گا ایسے بے احتیاط لوگوں سے خطاب کرنا ہی لا حاصل ہے وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلْمًا پر عمل کا یہی موقع ہے آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تقویٰ طہارت نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ پھر ان بزرگ صاحب اخبار کو میری غلطی ہی نکالنا تھی تو مجھ کو خاص طور پر اطلاع کر دینا کافی تھا اخبار ہی میں چھاپنے کی کون ضرورت تھی اور وہ بھی نام کے ساتھ اور اگر میرے مضمون کے متعلق یہ خیال تھا کہ اس کی اشاعت ہو چکی اس سے لوگ گمراہ ہوں گے اس لئے اشاعت ضروری ہے تو صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ ایک ایسی تفسیر ہماری نظر سے گزری جو سلف کے خلاف ہے ہم بغرض اطلاع اس کی اشاعت کرتے ہیں مگر یہ تو جب کرتے جبکہ اس اشاعت سے دین مقصود ہوتا مقصود تو فخر ہے کہ ہم نے فلاں شخص کی غلطی پکڑی پھر وہ بھی غلط تحریف کر کے مضمون کی پوری عبارت بھی تو نقل نہیں کی ایسی حرکت تو شرعاً بھی جائز نہیں میں نے ان کو یہ بھی لکھا تھا کہ سوال کے طریقہ سے سوال کر دینا ضرورت اعتراض کا اہجہ نہیں ہونا چاہیے تو آپ نے اس کا بھی سنت ہونا ثابت کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہؓ نے حضور سے حساب سیر کے متعلق ایسے ہی اہجہ میں سوال کیا تھا یہ جیں عامل بالحدیث اور ان کو دعویٰ ہے حدیث دانی کا اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر اس اہجہ کا تحقق علی سبیل التزیل تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی یہ فرق ہے وہاں یہ تکلفی تھی وہاں اہجہ پر نظر نہ تھی دوسرا شخص تو اس قیاس کا یہ جواب دیتا کہ تم بھی میری بیوی بن جاؤ پھر اہجہ کا میں بھی خیال نہ کروں گا اگر میری پوری عبارت نقل کر کے اعتراض کیا جاتا تو مجھ کو اس قدر رنج نہ ہوتا اور الحمد للہ مجھ کو اپنی زالت

لغزشوں پر کبھی اصرار نہیں ہوتا سمجھ میں آتے ہی رجوع کر لیتا ہوں پر اس  
 فنون بلکہ موسیقی طرز کی کیا ضرورت تھی میرا تو قدیم سے معمول ہے کہ  
 جب کوئی میری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو سب سے اول مجھ کو یہی احتمال ہوتا  
 ہے کہ ضرور مجھ سے غلطی ہوئی ہوگی اس کے بعد پھر اس میں غور کرتا ہوں  
 یہ خدا کا ایک بہت بڑا فضل ہے کہ میں اول ہی سے اپنی غلطی قبول کرنے کو  
 تیار ہوتا ہوں اور دوسرے اکثر لوگ اول اس کے جواب کی تلاش میں لگ  
 جاتے ہیں سب بزرگوں سے زیادہ یہ بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب  
 میں تھی کہ اپنی غلطی کو فوراً تسلیم فرما کر رجوع فرما لیتے تھے۔ اور الحمد للہ  
 میرے یہاں تو اس کا ایک مستقل شعبہ ہے جس کا نام ترجیح الراجح ہے اس میں  
 مدد اپنی غلطیوں کو شائع کرتا رہتا ہوں پھر تہذیب کے ساتھ سوال کرنے پر  
 ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھ کو ایک مرتبہ حیدرآباد دکن میں میرے ایک دوست  
 نے مدعو کیا تھا میں نے وہاں ایک وعظ میں ایک مضمون بیان کیا وہ تھا ایک  
 لطیفہ مگر بیان کیا گیا صورت استدلال میں وہاں ایک بڑے معزز و ممتاز شخص  
 ہیں فخریار جنگ انہوں نے مجھ سے مقام وعظ پر نہیں بلکہ جائے قیام پر اگر  
 نہایت نرم لہجہ میں اس مقام کے متعلق اس پاکیزہ عنوان سے دریافت کیا کہ یہ  
 استدلال کس درجہ کا ہے میں نے ان کا شبہ سمجھ کر صاف کہہ دیا کہ یہ کسی  
 درجہ کا بھی استدلال نہیں محض ایک لطیفہ ہے جس کی صورت استدلال کی ہو  
 گئی سو ان کے اس سلیقہ سے سوال کرنے سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی اور مزاحاً  
 فرمایا کہ اگر بد سلیقگی سے سوال کرتے تو میں اس کے اثر سے ناگوار یعنی  
 مشابہ سانپ کے ہو جاتا ہے۔

## محمدی کہنا کس تاویل سے جائز ہے؟

ایک صاحب کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد قاضی صاحب یہاں پر آئے تھے یہاں کی تعلیم پر ذکر بالجہر کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا کہ یہ تو بدعت ہے کہنے لگے کہ میاں اس میں مزا آتا ہے اس میں بدعت کی کیا بات ہے گویا ان کے یہاں مزہ پر مدار تھا جس میں مزہ ہو وہ بدعت نہیں ہماری جماعت کے بے حد معتقد تھے مگر تھے غیر مقلد۔

ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے کوئی کیفیات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اصل مقصود جو کہ طریق کی روح ہے وہ محض تعلق مع اللہ ہے اس کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی اے ما شاء اللہ جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ صحیح معنی میں ہمدہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے مگر اس کی کسی کو فکر نہیں وہی غیر مقلد قاضی صاحب یہ بھی کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کے موافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت ہے وہ یہ نسبتیں ہیں یہ چشتی قادری، نقشبندی، سروردی اس میں بدعت ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کے لئے ہیں آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت ہی ہے تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اس لئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الہی کہا کرو اور اگر محمدی کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو حنفی شافعی مالکی، حنبلی چشتی، نقشبندی، قادری، سروردی کہنا بھی جائز ہو گا

گو ان تعبیرات کا معبر عنہ جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں پھر اس میں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی اور یہ جواب محمدی کی نظیر پیش کر کے فرما دے۔ استغناء البرحمۃ کا اقتدار

ہزاروں مناظرے ایک طرف اور یہ سادے اور بے تکلف نکتے ایک طرف واقعی ہمارے یہ حضرات حقیقت کو منکشف فرمادیتے ہیں۔ ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے علوم کے مشابہ تھے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم اصل میں متقدمین ہی کے پاس تھے باقی متاخرین کے الفاظ بے شک نہایت چکنی چیزیں عبارتیں نہایت مرتب تقریریں نہایت مہذب مگر متقدمین کے کلام کی برآمد ان میں مغز نہیں قرآن و حدیث کے الفاظ نہایت سادہ اور وہی طرز بزرگوں کے کلام کا ہے مگر ان کی وقعت جو اس وقت قلوب میں کم ہے یہ خرابی نئی اصطلاحات دماغ میں رچ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے پھر اس میں ترقی ہوتے ہوتے دنیا داروں اور بے علموں تک کا رنگ لے لیا گیا چنانچہ اب وہ طرز ہی کلام کا بدل گیا علماء تک کی تقریریں دوسرے نئے جاہلانہ رنگ میں ہونے لگیں بالکل ہی کایا پلٹ ہو گئی علماء کی تقریر اور تصانیف کا رنگ نیچریوں کے طرز پر ہونے لگا ان کا دماغ ایسا ہونے لگا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو نہ وہ ملاحظت ہے نہ اثر ہے بلکہ اور وحشت معلوم ہوتی ہے علماء کو چاہیے وہ کام میں اپنے بزرگان سلف کا طرز اختیار کریں اس ہی میں برکت ہے اور وہی طرز موثر ہے۔

(الافاضات المذیہ ج ۳ ص ۲۶۹ تا ۲۷۱)

## تقلید شخصی کی کیوں ضرورت پیش آئی

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ اس سے بفضلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور

چونکہ دو کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو مانج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہو گیا وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوئی (خواہش نفسانی) کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھا کہ عمل احتیاط کی بات پر کرتے تھے بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوئی کا ہو گیا ہے ہر حکم میں اپنی نفسانی غرض کو تلاش کرنے لگے اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوئی کا رہ جائے گا جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوئی کا علاج ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۱۲ تا ۳۱۳)

### مسئلہ فیض قبور کا ظنی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں غیر مقلد عالم نے فیض قبور کا بڑے زور شور سے رد لکھا ہے حالانکہ مسئلہ ظنی ہے اس میں ایسے جزم سے حکم نہ کرنا چاہئے بے چارے سمجھے ہی نہیں۔ جماعت حقہ کے خلاف یا ان کا غلو کے ساتھ رد وہی کڑے گا جو حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ہمارے بزرگوں کی جماعت حقہ پر حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان پر حقیقت کو واضح کر دیا گیا۔ پھر ایک غیر مقلد عالم کا ذکر فرمایا کہ ایسے رہتے تھے بے چارے گمنام یہاں رہتے ہوئے کسی بات میں دخل نہیں دیا۔ اگر ایسے غیر مقلد ہوں تو کوئی شکایت نہیں ہمیں کسی سے عدوت نہیں بغض نہیں۔ ایک غیر مقلد عالم یہاں پر آئے تھے۔ تھے بے چارے سلیم الطبع میں نے ایک سلسلہ

گفتگو میں ان سے کہا کہ صاحب سب مدار اعتماد پر ہے آپ حضرات کو ابن تیمیہ کے ساتھ حسن ظن ہے ان پر اعتماد ہے یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث سے کہتے ہیں گو فتوے کے ساتھ اس کے دلائل کا ذکر نہ کریں چنانچہ میرے پاس ان کی بعض تصانیف ہیں دھڑا دھڑا لکھتے چلے جاتے ہیں نہ کہیں آیت کا پتہ نہ حدیث کا مگر پھر بھی آپ کو اعتماد ہے بس اسی طرح ہم ائمہ مجتہدین پر حسن ظن اور اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ بھی کتاب و سنت کے خلاف نہ کہیں گے اگرچہ ان کے کلام میں مذکور نہ ہو غرض ہم بھی اعتماد پر ہیں تم بھی اعتماد پر ہو یہاں تک تو ایک ہی بات ہے اب آگے فرق صرف یہ رہ گیا کہ ایک طرف ابو حنیفہ ہیں اور ایک طرف ابن تیمیہ ترجیح کا فیصلہ خود کر لو۔

(الافاضات ایومیہ ج ۶ ص ۱۴۶)

### ناہینا غیر مقلد کو عمل بالظاہر کا نقصان

فرمایا کہ ایک ناہینا غیر مقلد نے کہیں وعظ کیا اس میں یہ بیان کیا کہ لوگوں نے تاویلیں کر کے دین کو خراب کر دیا تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں اس ظواہر پر عمل کرنا چاہیے ایک صاحب نے انہیں خوب جواب دیا کہ اچھا میں بتا ہوں کہ تم دوزخی ہو اور یہ قرآن شریف کی اس آیت سے ثابت ہے۔ ومن دین فی هذه اعطى فهو فی الاخرة اعطى چونکہ تم ناہینا ہو اس لئے اس آیت کے موافق دوزخی ہو ان غیر مقلد نے جواب دیا کہ یہاں اس کا یہ مطلب نہیں ہے ان صاحب نے کہا کہ آپ یہ تاویل کیوں کرتے ہیں ظاہر پر عمل کیجئے آپ تو فرما چکے ہیں کہ ظاہر پر عمل کرنا چاہئے پس موقع محل کا دیکھنا تو معنی کے اندر بقول آپ کے ضروری ہے ہی نہیں اس پر وہ غیر مقلد خاموش ہو کر شرمندہ ہوئے۔

(حسن العریز ج ۲ ص ۱۲۳)

## رسالہ حقیقت الطریقت دیکھ کر ایک غیر مقلد صاحب کابیت

ہونا

فرمایا کہ تصوف کا لوگوں نے ناس کر دیا رسوم کا نام تصوف رو گیا عوام توبہ عت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا یہی تصوف ہے اور خواص میں جو غیر محقق ہیں وہ لور او پڑھ لینے اور رات کو جاگنے اور حرارت و رات ذوق شوق ہونے کو بس تصوف سمجھنے لگتے ہیں اور یہ گمان عام ہو گیا تھا کہ حدیثوں میں تصوف نہیں ہے بس صوفیوں ہی کے کلام میں ہے ماموں صاحب تو فرمایا کرتے تھے کہ وہ تصوف نہیں جو حدیث میں نہ ہو اور وہ حدیث نہیں جس میں تصوف نہ ہو غرض تصوف اتنا پھیلا ہوا ہے کہ کوئی حدیث اس سے خالی نہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث میں ہے ہی نہیں۔

دہلی میں حقیقۃ الطریقت : میرا رسالہ ایک غیر مقلد نے زمانہ تالیف میں دیکھا تھا دیکھ کر کہا یہ کس شخص کی ہے ایک دوست نے میرا نام بتایا پھر ان غیر مقلد نے کہا ان کو لکھ دینا کہ اس میں اختصار نہ کریں خوب لکھیں اسی رسالہ میں ایک مقام پر بیعت طریقت کا حدیث سے اثبات ہے ایک صاحب جن کو عدم تقلید کی طرف میان تھا کہنے لگے کہ ہم توبہ عت کو بدعت سمجھتے تھے میں نے کہا دیکھ لو جس حدیث سے اثبات ہے وہ میری گھڑی ہوئی تو ہے نہیں و ابانت کو، کچھ لو پھر وہ مجھ سے بیعت ہوئے اور غیر مقلدی چھوڑ دی غیر مقلد بھی محض مجھ سے پوچھ کر ذکر شغل کرتے جن میں تشدد نہیں کرتا البتہ یہ اقرار ہے یتہ ہوں کہ بزرگوں کی شان میں کستاخی نہ کرنا اور بدگمانی نہ کرنا کہ حنفیہ خلاف حدیث کے ہیں۔ غیر مقلدوں سے یہ شرط بھی کر لیتا ہوں کہ جہاں فتنہ ہو وہاں آمین بالکھر اور رفع یدین نہ کرنا کیونکہ یہ محض مستحبات ہیں

حنفیہ میں بڑے عالم دیکھے البتہ ان کو یہاں اس پر شبہ ہوا کہ پشتیہ نقشبندیہ یہ کیا بات ہے میں نے کہا نہ سہی کام کئے جاؤ بزرگوں کا اتباع کرو۔

ایک بیان میں میں نے کہا کہ غیر مقلد بھی تو حنفیہ ہیں کیونکہ کوئی گیسوں کا ڈھیر ایسا نہیں ہوتا جس میں جونہ ہو مگر باعتبار غالب کے وہ ڈھیر گیسوں کا کہلاتا ہے اسی طرح تارکین تقلید کے اعمال میں بھی غالب حنفیت ہی ہے کیونکہ دو قسم کے اعمال ہیں دیانات اور معاملات۔ معاملات میں تو حنفیہ ہی کے فتوے سے اکثر کام لیتے ہو اور دیانات میں بھی غیر منصوص زیادہ ہیں جن میں حنفیت کا لباس لیا جاتا ہے تو خلاف کی مقدار بہت کم ہوئی پس اس کے پیچھے کیوں علیحدہ ہوتے ہو چنانچہ ایک منصف غیر مقلد نے کہا کہ غیر مقلد تو عالم ہو سکتا ہے ہم جاہل کیا تقلید کو چھوڑیں گے۔ ہمیں جب تمہاری تقلید سے عار نہیں آتی تو امام ابو حنفیہ کی تقلید سے کیا عار آوے گی مثلاً ہم پہلے مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اب آپ سے پوچھ کر عمل کرتے ہیں۔

(حسن اجماع ج ۲ ص ۷۱، ۷۲، ۷۳)

خطبہ جمعہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ سنا (یا تقریر) کرنا بدعت ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے تو خطبے نہایت مختصر تحریر فرمائے ہیں جس سے لوگوں پر ذرہ برابر کراہی نہیں ہوتی فرمایا جی ہاں کوئی خطبہ سورہ مرست سے زیادہ نہیں فرمایا کہ ایک خطبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مختصر اور جامع ہے میں پہلے اسی کو پڑھا کرتا تھا اب اپنے لکھے ہوئے خطبے پڑھتا ہوں ان میں محمد اللہ برباب کے



احکام موجود ہیں نہایت جامع اور مختصر ہیں اس خطبہ کے متعلق مجھ کو خیال تھا کہ غیر مقلدین زیادہ پسند کریں گے اس لئے کہ ان میں تمام تر آیات و احادیث ہیں مگر معلوم ہوا کہ محض اس لئے خفا ہیں کہ اردو میں خطبہ پڑھنے کی اس میں ممانعت ہے اس لئے نہیں خریدتے اور نہ پڑھتے ہیں غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں جزو دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے بھی عامل نہیں مثلاً رفع یدین۔ آمین بلکہ بھلا اردو میں خطبہ پڑھنا کبھی سلف میں اس کا معمول رہا ہے کبھی حضور نے پڑھا ہے صحابہؓ نے پڑھا ہے کسی کا تو معمول دکھائیں تو کیا ایسی حالت میں یہ اردو میں خطبہ بدعت نہ ہو گا کچھ نہیں غیر مقلدی نام اسی کا ہے کہ جو اپنے جی میں آئے وہ کریں۔

(انکسارت الیوم ج ۲ ص ۶۱، ۶۲)

### ایک غیر مقلد عالم کا ساس کو حلال کرنا

حکایت ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی پھر ساس پر دل آگیا تو ایک غیر مقلد عالم کے پاس گیا اور کہا مولوی صاحب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ساس سے نکاح ہو جائے کہا ہاں بتا کیا دے گا اس نے کچھ سود و سوروپے دینا چاہے کہا اتنے میں یہ فتویٰ نہیں لکھ سکتا۔ کچھ تو ہو واقعی ایمان فردشی بھی کرے تو دنیا کچھ تو ہو غرض ہزار پر معاملہ طے ہوا اور فتویٰ لکھا گیا وہ فتویٰ میں نے بھی دیکھا ہے اس میں لکھا تھا کہ ساس و شک حرام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ساس کسے کہتے ہیں ساس کہتے ہیں منکوحہ کی ماں کو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح منعقد ہوا ہو اور اس شخص کی عورت چونکہ جاہل ہے اور جاہل عورتوں کی زبان سے اکثر کلمات کفریہ نکل جاتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اس کے منہ سے بھی کلمہ کفریہ نکلا ہو گا اور نکاح کے وقت اس کو کلمے پڑھائے نہیں گئے اس لئے یہ مرتدہ ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح

صحیح نہیں ہو تا لہذا یہ عورت منکوحہ نہیں ہے تو اس کی ماں ساس بھی نہیں پس اس کی ماں کے ساتھ نکاح درست ہے رہا یہ کہ وہ منکوحہ کی ماں نہیں تو منکوحہ کی ماں تو ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کا مسئلہ ابو حنیفہؒ کا اجتہادی مسئلہ ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

ف : حرمت مصاہرت کو اس نے غیر مقلدوں کی مد میں اڑا دیا اور ساس کو منکوحہ کی تکفیر سے اڑا دیا اور یہ سب ترکیبیں ہزار روپے نے سکھائیں۔  
جب علماء میں بھی ایسے ایسے موجود ہیں تو بے چارے دنیا دار و کلاء کا تو کام ہی چٹے ٹٹا نا ان سے تو کوئی بات بھی بعید نہیں۔

(اصلاح ذات البین ص ۶)

غیر مقلدین بھی اصل مذہب میں مقلد ہیں

فرمایا ایک شخص غیر مقلد پر تاپ گزھ میں ملے اور قاتحہ خلف الامام کے متعلق سوال کیا میں نے کہا آپ کو دوسرے سب مسائل محقق ہو گئے۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا میں نے کہا کہ اچھا آپ مسلمان ہیں پھر میں آپ سے دلیل پوچھوں گا اور دنیا بھر کے مذاہب کو پیش کر کے سب کی تردید کراؤں گا اگر آپ ایک جگہ بھی جھجکے تو آپ مقلد ہیں اور جب کہ آپ اصل مذہب میں مقلد ہیں تو فرعی مسائل میں تقلید کرتے کیوں عار آتی ہے بات وہی ہے کہ لوگوں کو اس وقت کام کرنا مقصود نہیں ہے ورنہ کام کرنے والوں کی صورت ہی اور ہوتی ہے۔

(ضرورت العلم باللہ ص ۱۰)

مقلد سلف کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں

فرمایا غیر مقلد اپنی فہم کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مقلد سلف کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور سلف صالحین کی فہم و عقل و درء و تقویٰ و دیانت و امانت و خشیت و احتیاط بہارے اور آپ سے زیادہ تہی و بتاؤ عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا اہل انصاف خود فیصلہ کر لیں۔

(ارضاء الحق حصہ اول ص ۲۲)

مذہب حنفی اختیار کرنے کا مفہوم

فرمایا ”مذہب حنفی“ اختیار کرو کہنے کے یہ معنی نہیں کہ شریعت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتباع شریعت میں جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے وہ اختیار کرو۔ یہاں سے ان معترضین کا اعتراض بھی جاتا رہے گا جو مقلدین امام ابو حنیفہ کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت امام ابو حنیفہ کا اتباع کرتے ہیں۔

(ترغیب الاضیاء ص ۹)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہو کر مرتا ہے

غیر مقلدین کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ اگر یہ سنف کی شان میں بدگمانی اور بد زبان نہ ہوں تو پھر بے شک یہ رفیعہ بین کریں یا آمین بالجہر کہیں اس سلسلہ میں مولانا داؤد غزنوی کے والد مولانا عبد الجبار صاحب کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی کہ کسی مسئلہ میں اپنی رائے اور فیصلہ کو اس وقت تک صحیح نہ جانتا جب تک کہ اس میں

امام مجتہدین میں سے کوئی امام تمہارے ساتھ نہ ہو اور مولوی عبدالجبار صاحب کے والد مولوی عبداللہ صاحب کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہا کرتے تھے جو امام ابو حنیفہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ آخر کار ضرور مرتد ہو جاتا ہے ارتداد سے خالی نہیں رہتا چنانچہ ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ کی شان میں گستاخی کی اس پر مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ضرور مرتد ہو جائے گا چنانچہ تھوڑے ہی دن کے بعد وہ مرزائی ہو گیا مولوی عبداللہ صاحب غیر مقلد ابن حزم کی کتابوں کے مطالعہ سے منع فرماتے تھے کیونکہ ابن حزم امام ابو حنیفہ کی شان میں گستاخ ہے۔

(اقول مزین ج ۱ ص ۲۸)

ترک تقلید میں بے برکتی یقینی ہے

فرمایا ترک تقلید میں قیامت میں مواخذہ تو نہ ہو گا کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں مگر بے برکتی یقینی ہے۔

(الکلام الحسن ج ۱ ص ۴۳)

غیر مقلدین کی مثال

فرمایا خلاۃ مبتدعین کے مقابلہ میں غیر مقلد ایسے ہیں جیسے رافضیوں کے مقابلہ میں خارجی ہیں۔

(الکلام الحسن ج ۱ ص ۴۶)

مولانا محمد حسین بنالوی ابجدیث کی انصاف پسندی غیر مقلدی  
بے دینی کا دروازہ

مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج حضرت نے فرمایا کہ میں نے خود ان کے رسالہ اشاعت السنۃ میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ ”پچیس سال کے تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ غیر مقلد ہی بے دینی کا دروازہ ہے“

حضرت گنگوہیؒ نے اس قول کو سبیل السداد میں نقل کیا ہے۔

(مجالس خیم الامت ج ۲ ص ۲۴۲)

## نجات کی دو ہی صورتیں ہیں

فرمایا کہ علوم قرآن و سنت میں یا خود ماہر محقق ہو یا پھر کسی ماہر کا مقلد

ہو۔

ارشاد فرمایا کہ آیت قرآن لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ الشَّعِيرِ یہ اہل جہنم کا قول ہے جو دخول جہنم کے وقت کہیں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم دو صفتوں میں سے کسی ایک صفت کے بھی حامل ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے وہ یہ کہ یا تو ہم دین کے عالموں کی بات سنتے یا خود اپنی عقل سے دین کے احکام سمجھتے اس سے معلوم ہوا کہ نجات ان دونوں طریقوں میں منحصر ہے۔

(مجالس خیم الامت ج ۸ ص ۳۲)

## عدم تقلید میں اتباع نفس وھوئی ہے

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے میں نے ان کو جواب دیا جس سے بحصلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان

کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہو گیا کہ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوئی کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید معسر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل بالاحوط کرتے تھے بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوئی کا ہو گیا طبیعت ہر حکم میں موافقت غرض کو تلاش کرنے لگی اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوئی کا رہ جائے گا۔ جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے۔ تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوئی کا علاج ہے۔

(مقالات حلت ص ۵۴)

### انقطاع اجتہاد کا سبب

غیر مقلد کہا کرتے ہیں کہ کیا حنفیوں کے پاس انقطاع اجتہاد کی وجہ آگئی ہے حالانکہ قدرتی قاعدہ ہے کہ ہر شے عموماً اپنی ضرورت کے وقت ہی ہوا کرتی ہے جس فصل میں عموماً بارش کی جانب حاجت ہوتی ہے اسی فصل میں بارش ہونے کا قاعدہ ہے اسی طرح ہوائیں حاجت کے وقت چلا کرتی ہیں۔ جہاں سردی زیادہ ہوتی ہے وہاں کے جانوروں کے اون بڑے ہوتے ہیں اسی طرح جب تک تدوین حدیث کی ضرورت تھی بڑے بڑے قوی حافظہ کے لوگ پیدا ہوتے تھے اب ویسے نہیں ہوتے (کاتب اور تواتر اہلحدیث میں سے بھی کسی کو بخاری اور مسلم تک خود امام بخاری اور مسلم کی طرح مع سند حفظ نہیں) اسی طرح جب تک تدوین دین کی ضرورت تھی قوت اجتہاد یہ لوگوں میں ٹوٹی موجود تھی اب چونکہ دین مدون ہو چکا ہے اور اصول و قواعد مہمد ہو

چکے ہیں اب اجتہاد کی اتنی ضرورت نہیں رہی ہاں جس قدر اجتہاد کی اب بھی ضرورت پڑتی ہے اتنی قوت اجتہاد یہ باقی ہے۔ (کاتب یعنی اصول مجتہدین کے تحت میں جزئیات جدیدہ کا حکم استخراج کر لیں۔)

(مقالات خدمت ص ۳۸۷)

روضہ اقدس کی زیارت کیلئے جانا طریق عشق میں فرض ہے

فرمایا کہ ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ اور ایک متشد و غیر مقلد سے مناظرہ ہوا وہ غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا ولا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد۔ استدلال تھا حضرت نے فرمایا کہ زیارت ابوین طلب علم وغیرہ کے لئے سفر جائز نہیں اس کا اس نے جواب نہیں دیا پھر وہ کہنے لگا اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض واجب تو ہو گا نہیں کہ خواہ مخواہ جائے۔ حضرت نے فرمایا ہاں شرعاً تو فرض نہیں لیکن طریق عشق میں تو ہے خیال کیجئے سلیمان بیت المقدس بنائیں اور وہ قبلہ بن جائے حضرت ابراہیم مسجد بنائیں اور قبلہ قرار پائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنائیں تو وہ کیا اتنی بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبدیت تھی اور شہرت ناپسند تھی اس لئے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی۔ اس شخص نے کہا مسجد نبویؐ کے لئے تو جانا جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہئے حضرت نے فرمایا کہ مسجد نبویؐ میں فضیلت آئی کہاں سے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے تو مسجد کے لئے تو جانا جائز ہوا اور صاحب مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی ان کی زیارت کے لئے جانا ناجائز ہو عجیب تماشا ہے وہ لا جواب ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ آپ کی زیارت کہاں ہوتی ہے صرف قبر کی ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ نے دونوں کو مساوی فرمایا ہے۔ من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی

حیاتی اس کے بعد حضرت نے فرمایا لحدنا الصراط المستقیم پڑھتے وقت معنی کا خیال کر کے پڑھا کرو اور ہدایت کی دعا مانگا کرو وہ کہنے لگا مجھے اس بارہ میں دعائے ہدایت کی ضرورت نہیں حضرت نے فرمایا دعا کرنے میں حرج کیا ہے ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اگر حق پر نہ ہوں تو خدا ہدایت کرے اس کے بعد قریب ہی مغرب کی نماز میں وہ غیر مقلدی کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا پھر اس نے کہا کہ میں تو مدینہ منورہ جاؤں گا اس وقت چھوڑا گیا اور مدینہ روانہ ہو گیا۔  
(مقالات صحت ص ۳۸۸)

### غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے؟

امامت غیر مقلد کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا کہ پہلے تو میں کوئی حرج نہ سمجھتا تھا لیکن ایک واقعہ پیش آیا ایک بار میں ایک جگہ گیا وہاں ایک غیر مقلد بھی آئے تھے اور وہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے اس میں اقتداء کر لیا ان کے پیر میں ایک پٹی بندھی تھی مجھے خیال بھی نہ ہوا مغرب کے وقت وہ میرے پاس وضو کرنے بیٹھے میں نے دیکھا کہ انہوں نے پیر پر مسح کر لیا حالانکہ زخم بہت تھوڑا سا تھا میں نے کہا مسح کافی نہیں جہاں زخم نہیں ہے اور وضو کرنے سے ضرر نہیں ہوتا اس کو دھونا چاہئے انہوں نے کچھ التفات نہیں کیا مجھ کو معلوم ہوا کہ عصر کی نماز بھی انہوں نے ایسے ہی وضو سے پڑھائی ہے اور ظاہر ہے کہ جب وضو نہیں ہوا تو ان کی نماز کب ہوئی اور جب خود ان کی نماز نہیں ہوئی تو اقتداء کیسے ہوا غرض میں نے نماز کا اعادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اعادہ کے لئے کہا اس کے علاوہ مولانا گنگوئی فرماتے تھے کہ یہ لوگ کلون سے استنجا نہیں کرتے اور ہندوستان کے لوگوں کے قویٰ ایسے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کسی کو قطرہ نہ آتا ہو ورنہ اکثر کو آتا ہے اگر متصل وضو کیا تو وضو نہیں ہوتا یا کم از کم پانچامہ تو ضرور نجس ہوتا ہے اگر بقدر درہم ہو جائے تو نماز



(مقالاتِ حکمت ص ۳۸۸)

بہت اونچی آواز سے آمین کہنا غیر مقلدوں کی نیت فاسد کی دلیل ہے

ایک مرتبہ محمد مظہر سلمہ (برادر خورد مولانا صاحب) میرے ساتھ قنوج گئے وہاں جامع مسجد میں غیر مقلد بھی آئے تھے لوگوں نے ان سے تعرض کرنا چاہا میں نے منع کر دیا لوگ مان گئے اس کے بعد پہلی رکعت میں ان میں سے زیادہ لوگوں نے آمین پکار کر کسی اور جب دیکھا کہ کسی نے کچھ نہیں کہا تو دوسری رکعت میں پہلے سے کم لوگوں نے آمین کی مجھے شبہ ہوا کرتا تھا کہ ان کے پکار کر آمین کہنے سے جو انقباض ہوا کرتا ہے یہ خباثت نفس کی دلیل ہے کیونکہ جو فعل سنت ہو اس سے انقباض کے کیا معنی نماز کے بعد محمد مظہر نے ایک لطیفہ بیان کیا جس سے وہ شبہ جاتا رہا وہ کہنے لگے یہ لوگ جس طرز سے آمین کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیت فاسد ہے۔ مقلدین کو چڑانے کی نیت زیادہ تر ہوتی ہے کیونکہ آمین دعا ہے اور اس میں خشوع و خضوع اور پستی کے آثار نمایاں ہونے چاہئیں خواہ زور ہی سے دعا کی جائے اور ان کے آمین کہنے میں یہ بات نہیں معلوم ہوتی ایک لٹھ سامارتے ہیں خشوع و خضوع کے آثار نہیں معلوم ہوتے۔

(مقالاتِ حکمت ص ۳۸۹)

فاتحہ خلف الامام کی دلیل پوچھنے والے کو جواب پہلے اصول کی تحقیق کرو

فرمایا کہ مجھ سے ایک عامی نے فاتحہ خلف الامام کی دلیل دریافت کی

میں نے اس سے کہا کہ میاں یہ تو ایک فرعی مسئلہ ہے پہلے اصول کی تحقیق کرو پھر اس میں گفتگو کرنا کہ اسلام حق بھی ہے اسلام پر مخالفین کے کیسے کیسے اعتراض ہیں پہلے تو ان کو دفع کرو، اگر وہ دفع ہو جائیں تو پھر میں اس کا بھی تمہیں جواب دے دوں گا میاں یہ سب فضول جھگڑا ہے اگر کوئی امام اعظم کا مقلد ہے تو وہ نہ پڑھے اور اگر کوئی امام شافعی کا مقلد ہے تو وہ پڑھ لیا کرے اس میں کوئی جھگڑے کی ضرورت نہیں۔

(مقالات حلت ص ۴۱۱)

اختلاف قرات غیر مقلدوں کے وصل یا فصل نہ ہونے کے  
دعوے کو رد کرتا ہے

فرمایا کہ غیر مقلدین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مواقع آیات میں وصل فرمانا یا غیر مواقع آیات میں وقف فرمانا منقول نہیں لیکن فواصل کا اختلاف قرات اس دعوے کے اس جزو کو قطعاً رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ امر مجمع علیہ ہے کہ اختلاف قرات آراء امت سے نہیں بلکہ مسموع و منقول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اگر اجتہاد و رائے سے ہوتا تو اب بھی بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں متعدد اعراب ممکن ہیں لیکن وہاں صرف ایک ہی قرات ہے پس معلوم ہوا کہ اب جن مقامات پر اختلاف ہے وہ مسموع ہے نیز علاوہ اجماع کے اختلاف قرات متواتر منقول ہیں جن کے انکار کی گنجائش ہی نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيد۔ مجید کی دال پر آیت یقیناً ہے لیکن پھر بھی اس میں صحابہ سے دو قرات منقول ہیں متواترًا بکسر الدال علی انه صفة للعرش وبضم الدال علی انه تابع لذو۔ پس یہ اختلاف اس امر کو صاف بتلاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

موقعہ پر گاہ گاہ و محل بھی فرمایا ہے ورنہ اعراب کیسے ظاہر ہوتا پھر دو اعراب منقول کیسے ہوتا۔

(مقالات خطت ص ۲۲۳، ۲۲۴)

بدعتی زیادہ برے ہیں یا غیر مقلد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی زیادہ برے ہیں اور غیر مقلد غنیمت ہیں سو یہ من کل الوجوہ غلط ہے بلکہ بعض اعتبار سے غیر مقلد ہی زیادہ برے ہیں۔ بدعتیوں سے اس لئے کہ بدعتی اجتہاد نہیں کرتے غیر مقلد اجتہاد کرتے ہیں بدعتی تو بھنگوؤں کے معتقد مکاروں کے معتقد وہ بھلا امام ابو حنیفہ کی تقلید کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور یہ بزرگان سلف کی شان میں کستاخی کریں سو یہ علی الاطلاق کیسے اچھے ہو سکتے ہیں بد زبانی بد گمانی ان کا شعار ہے بڑا ہی بے باک اور گستاخ فرقہ ہے جس کو چاہتے ہیں جو جی میں آیا کہہ ڈالتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۳۸)

نمازی کے سامنے سے گزرنا

ایک کم علم غیر مقلد عالم جنہوں نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے سوال کرنے والے کو فوزاروزے رکھنے کا مشورہ دیا حضرت حکیم الامت نے ہنوز جواب بھی نہیں دیا تھا مگر ان صاحب نے روزے بھی رکھے تھے اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

ان ہی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان ہی مولانا صاحب کے عقاید دیکھے ایک خط میں لکھا کہ ملائکہ مجردات سے ہیں اتنے ناواقف آدمی ہیں پھر اوپر سے ناز بھی ہے کہ میں معقولی ہوں مگر باوجود اس کے کہ میں انہیں کم علم سمجھتا ہوں انہوں نے تفسیر میں ایک مشورہ دیا تو چونکہ وہ صحیح تھا اس لئے میں

نے اس کو بے تامل قبول کر لیا اور اپنی تفسیر کے سات مقامات ان کے مشورہ کے مطابق کر دئے کیونکہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال انہیں اس کا بھی فخر ہے کہ میں نے تفسیر میں اصلاح دی حالانکہ فخر تو میں کر سکتا ہوں کہ ایسے کم علم کے مشورہ کو قبول کر لیا کیونکہ وہ اتفاق سے صحیح تھا یہ صاحب فلاں شہر میں طبیب ہیں لیکن معلوم ہوا کہ کسی کے قلب میں ان کی وقعت نہیں گنور کھشا کی حمایت میں بھی انہوں نے مضمون لکھا تھا کیونکہ معالج زیادہ ہندو ہیں ایک سفر میں مجھ سے ملنے آئے تو سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا لوگ انہیں دیکھ کر کہتے تھے وہ آئے سیاہ روی کی خاطر سیاہ خضاب لگاتے ہیں مگر کیا روی کو یہ خبر نہ ہو گی کہ میاں کی سفید داڑھی ہے یہ صاحب غیر مقلد ہیں مگر قدرے معتدل۔ اسی سلسلہ میں اکثر غیر مقلدین کی قلت وراثت پر فرمایا کہ بعض لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر سے کہ اگر نماز میں پڑھنے میں کوئی سامنے سے گزرے تو اس سے لڑے نہیں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث شریف میں تو صاف حکم ہے اور پھر بھی امام صاحب اس کی ممانعت کرتے ہیں مگر اس اعتراض میں تہد سے کام لیا گیا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ امام صاحب کے اس قول کا ماخذ ایک ہیست موٹی بات ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو ہٹانے سے مقصود کیا ہے ظاہر ہے کہ نماز کی حفاظت مقصود ہے اور نماز میں دو چیزیں ہیں ایک نماز کی ذات اور ایک اس کی صفت ذات تو یہی ہے جو نماز کی ہیست ہے یعنی اس کے مختلف ارکان اور اس کی صفت اس کا کمال ہے اور کمال صلوٰۃ کا یہ ہے کہ اس میں خشوع بھی ہو سترہ جو کھڑا کرتے ہیں وہ بھی تحصیل خشوع ہی کے لئے ہے تاکہ طبیعت نہ بٹے اور سامنے سے گزرنے والے کو ہٹانا بھی اسی واسطے ہے کہ نماز کے کمال خشوع میں اس کے گزرنے سے خلل پیدا ہوتا ہے اور سترہ کی

ایک غرض یہ بھی ہے کہ سامنے سے گزرنے والے کو خود ہٹانا نہ پڑے بلکہ وہ خود ہی چاچ جائے سترہ کے اندر سے نہ گزرے اس تمہید کے بعد اب غور کیجئے کہ صفت تابع ذات کے ہوتی ہے یا کہ ذات صفت کی تابع ہوتی ہے ظاہر ہے کہ صفت ہی تابع ہوتی ہے پس اگر صفت کی ایسی حفاظت کی جائے جس سے ذات ہی غائب ہو جائے ظاہر ہے کہ ممنوع ہوگی اب سمجھو کہ جب تم سامنے سے گزرنے والے سے لڑو گے تو کیا وہ تم سے نہیں لڑے گا اور جب ہاتھ پائی ہوئی تو نماز ہی کہاں رہی جو اس کی صفت کی حفاظت کی ضرورت ہو اس واسطے امام صاحب نے اس کی ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں جو فلیقاتل آیا ہے وہ زجر ہے تاکہ گزرنے والے کو اس حرکت کا پورا قبح معلوم ہو جائے مقصود دراصل لڑائی نہیں ہے بس اس پر خواہ مخواہ امام صاحب پر اعتراض ہے حالانکہ خود ہی حدیث کا مطلب نہیں سمجھے۔ چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

ایک غیر مقلد امام صاحب کا ہل ہل کر نماز پڑھانا حدیث کا مفہوم غلط سمجھنے کے سبب

فرمایا ایسے ہی ترجمہ دیکھنے والوں کی ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ایک غیر مقلد صاحب جب امام ملتے تو ہل ہل کر نماز پڑھاتے اور تنہا نماز میں ذرا حرکت نہ کرتے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہا حدیث میں آیا ہے من ام منکم فلیخفف۔ جس کا ترجمہ یہ لکھا ہوا تھا کہ جو امام بنے وہ ہلکی نماز پڑھائے ان حضرات نے ہلکی کو یوں پڑھا کہ ہاء کو کسرہ کر دیا اور یاء کو مجہول کر دیا یعنی ہل کے نماز پڑھائے اس لئے وہ امامت کے وقت خوب ملتے تھے خدا چاہے اس جہالت سے ایسے ہی ایک دنیا پرست مولوی نے ایک شخص کو فتویٰ دے دیا تھا

جو میں نے لکھا ہوا بھی دیکھا تھا کہ ساس سے نکاح کرنا جائز ہے اور دلیل یہ بیان کی ساس وہ ہے جو منکوحہ کی ماں ہو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح ہو اور اس شخص کی بیوی جاہل ہے جس کی زبان سے کفریات کا صدور غالب ہے اور نکاح کے وقت تجدید ایمان ہوئی نہیں اس لئے وہ منکوحہ نکاح صحیح نہیں تو اس کی ماں ساس تھی نہیں کمخت نے محض گمان و تخمین پر نکاح کو بھی فاسد کر دیا اور منکوحہ کی ماں کو بھی حلال کر دیا اور حرمت مصاہرت کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابو حنیفہؒ کی رائے ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

(مم الاخرۃ ص ۱۵، ۱۴)

غیر مقلدین کی حدیث کے معاملہ میں عمل کی دوڑ صرف مسائل نماز تک محدود ہے

فرمایا قنوج میں ایک صاحب عامل بالحدیث سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہنے لگے امی حضرت ہم صرف نماز ہی کے چند مسئلوں میں حدیث پر عمل کرتے ہیں باقی معاملات میں حدیث کا نام بھی نہیں لیتے مثلاً میں عطر پچتا ہوں اور اس میں تیل بھی ملاتا ہوں غرض عملاً ہم بہت کمزور ہیں۔

(تذکیر الاخرۃ ص ۱۳)

تقلید و اجتہاد پر ایک حکیمانہ منصفانہ تقریر

فرمایا کہ ایک عالم غیر مقلد مگر غیر مصعب یہاں آئے تھے میں نے ان سے کہا کہ تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے جس شخص کے متعلق یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتے اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے۔ اسی کا نام تقلید ہے اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی

میان کرے تو شبہ رہتا ہے دیکھئے حافظہ لن تھیہ اپنے فتاویٰ میں اور بعض رسائل مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھتے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر باین اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔

پھر فرمایا کہ یہاں تک بات مساوات کی تھی کہ جس طرح غیر مقلد حضرات لن تھیہ کی بات بے دلیل بھی مان لیتے ہیں حنفیہ کو بھی یہی حق کیوں حاصل نہ ہو کہ وہ ابو حنیفہؒ کی بات بغیر دلیل کے محض حسن ظن کی بناء پر مان لیں مگر اب میں آگے بڑھتا ہوں اور ایک مثال سے یہ واضح کرتا ہوں کہ لن تھیہ کے اجتہاد اور امام اعظم ابو حنیفہؒ بلکہ ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں میں جو مجتہد ہوئے ہیں ان کے اجتہاد میں کیا فرق ہے۔

لن تھیہ نے کتاب مظالم میں لکھا ہے کہ اگر سلطان وقت کی طرف سے کوئی ظالمانہ ٹیکس اہل شہر کے ذمہ عائد کر دیا جائے تو اس سے اپنے آپ کو چانا مطلقاً جائز نہیں بلکہ یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی خاص رقم مجموعی طور پر معین نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کوئی خاص معین رقم پورے شہر سے وصول کرنا ہے تو اس صورت میں اپنے آپ کو اس سے چانا جائز نہیں کیونکہ جو چاہا گیا تو اس کا حصہ بھی دوسرے مسلمانوں پر پڑ جائے گا وہ مزید ظلم میں مبتلا ہوں گے اور یہ شخص اس کا سبب بنے گا۔

اس کے مقابلہ میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ اس ظلم سے جو چاہتا ہے اس کو چاہنا مطلقاً جائز ہے اور اس کے چاہ جانے سے جو زائد رقم دوسرے مسلمانوں پر پڑے گی اس کا سبب تو بیشک یہ ہوا مگر مباشر اس عملی ظلم کا وہ

سلطان یا اس کا نائب ہے نہ کہ یہ شخص اور مباشر مختار کے ہوتے ہوئے سبب کی طرف فعل کی نسبت نہیں ہوتی اس لئے صورت مذکورہ میں اس مزید ظلم کا گناہگار بھی وہی سلطان یا اس کا نائب ہے جس کے حکم سے یہ وصول کیا گیا ہے اب انصاف سے بتلائے کہ اجتہاد کس کا زیادہ بہتر ہے ان عالم صاحب نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ بیشک ان تہمہ اس درجہ کو نہیں پہنچے۔

اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ حنفیہ کے اجتہاد کی دلیل میں ایک حدیث سے پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فی سبیل اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ الْحَيٰی ثُمَّ اُقْتَلَ خَم

احبی

میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ اور پھر قتل کیا جاؤں۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقتول ہونے کی دعاء کر رہے ہیں اور یہ جیسی ہو گا کہ کوئی آپ کا قاتل بنے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبی کا قاتل اعلیٰ درجہ کا کافر اور جہنمی ہو گا تو گو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس دعا کی وجہ سے سب ہوئے ایک شخص کے جہنمی ہونے کا اگر اس کو گناہ کہا جاوے تو یہ عصمت کے خلاف ہے سوائے اس کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ سبب کی طرف نسبت فعل اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فاعل مختار مباشرت عمل کرنے والا نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے پھر فرمایا کہ مگر ان کی تقلید و وجہ خود



مجتہد عالم ماہر ہونے کے جائز تھی اب جاہل لوگ یا معمولی عربی جاننے والے اپنے آپ کو اہل حنیفہ پر قیاس کر کے تقلید نہ کریں۔

(مجلس خیمہ امت)

## ایک غیر مقلد کی دعوت اور حضرت کی حکیمانہ تعلیم

فرمایا کہ قنوج میں ایک غیر مقلد صاحب نے میری دعوت کی میں نے منظور کر لیا اہل سنت بھائیوں نے مجھے اشارہ سے منع کیا ان کو خطرہ تھا کہ یہ سب غیر مقلد ہیں اور کسی مقلد کو دعوت میں شریک نہیں کیا کہیں خدا نخواستہ کوئی ایذا پہنچے مگر مجھے شبہ نہ تھا اس لئے میں نے دعوت قبول کر لی جب وہاں پہنچا تو ایک شخص نے نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ایک کتاب میں ایک مضمون تقلید کے خلاف دکھایا اور پوچھا کہ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو نواب صاحب کے لکھے ہوئے میں کچھ تردد ہے یا نہیں؟ وہ آدمی ہوشیار تھا میری غرض سمجھ گیا اور کہنے لگا بس تسلی ہو گئی حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں چونکہ اب آپ کا نمک کھاؤں گا آپ کا حق میرے ذمہ ہو گیا اس لئے میں محض خیر خواہی سے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ ترک تقلید تو ایک مسئلہ ہے اس میں گنجائش ہے اگر آپ نیک نیتی سے کرتے ہیں تو ہمیں اس میں زیادہ کلام نہیں لیکن دو چیزیں آپ کے یہاں زیادہ شدید اور یقینی معصیت ہیں ان سے بچنے کا اہتمام کیجئے۔

(یعنی بدگمانی اور بدزبانی) (مجلس خیمہ امت ص ۲۷۳)

رفع یدین اور عدم رفع یدین آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں

سنت میں ہیں

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلویؒ نے بعض خفیوں کے

غلو کو دیکھ کر خود جہر آمین اور رفع یدین شروع کر دیا حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلویؒ نے ان سے فرمایا کہ جہر آمین اور رفع یدین بلاشبہ سنت سے ثابت ہیں اور بہت سے آئمہ مجتہدین کا اس پر عمل ہے اگر اس پر کوئی عمل کرے تو فی نفسہ کوئی مضائقہ نہیں لیکن جہاں سب لوگ حنفی ہیں وہاں اس عمل سے لوگوں کو خواہ مخواہ تشویش ہوتی ہے جس سے چٹا بہتر ہے مولانا اسماعیل شہیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اس جگہ یہ سنت مردہ ہو رہی ہے اس لئے میں اس کو زندہ کرتا ہوں۔

حضرت شاہ عبد القادر نے فرمایا کہ میاں اسماعیل ہم تو سمجھتے تھے کہ تم بڑے فاضل عالم ہو گئے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ سنت کا مردہ ہونا وہاں صادق آتا ہے جہاں سنت کے خلاف کسی بدعت نے جگہ لے لی ہو اور جہاں ایک سنت کے مقابلہ میں دوسری سنت ہو اور آئمہ مجتہدین میں اختلاف ہو کوئی اس سنت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے کوئی اس کے مقابلہ میں دوسری سنت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے وہاں دونوں طرف سنت ہی سنت ہے کوئی بدعت نہیں اس لئے سنت مردہ نہیں تو پھر احیاء سنت کا اس موقع پر اطلاق کیسے صحیح ہو گا۔

کیونکہ جس طرح سنت سے جہر آمین اور رفع یدین ثابت ہے اسی طرح اخفاء آمین اور ترک رفع یدین بھی سنت ہی سے ثابت ہیں دونوں میں راجح و مرجوح کا فرق آئمہ مجتہدین کا کام ہے ان میں سے کچھ آئمہ نے جہر اور رفع کو ترجیح دے دی کچھ آئمہ نے ترک جہر اور رفع راجح قرار دیا۔ یہاں دونوں طرف میں کوئی بھی بدعت نہیں جس سے سنت مردہ ہو۔

احقر جامع کہتا ہے کہ آئمہ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت

ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو اور آئمہ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی دونوں جانبین معروف ہی فرد ہوتی ہیں اس لئے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور اپنے مسلک مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارک سنت ہونے کا الزام لگانا یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امام حدیث حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اپنی کتاب جامع العجم میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے وہ اہل علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحہ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(بحاسن عظیم الامت ص ۶۸، ۶۹)

کامل مجتہد کی تقلید چھوڑ کر ناقص کی تقلید میں اتباع فہم ہے

فرمایا ایک طالب علم نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھی تو میں نے ان سے سوال کیا کہ تم نے امام کے پیچھے قرات کیوں کی؟ کہا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے لکھا ہے میں نے کہا سبحان اللہ کیا مولوی عبدالحی صاحب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھے ہوئے ہیں کہ حضرت امام کی تقلید چھوڑ کر ان کی تقلید کرنے لگیں یہی حال ان مدعیان عامل بالحدیث کا ہے کہ آئمہ اربعہ کو چھوڑ کر علامہ شوکانی وغیرہ کی تقلید کرتے ہیں۔

(الحج ص ۲۸)

## ایک جاہل مدعی اجتہاد کا ایک میل کی مسافت پر قصر کرنا

فرمایا مسافرت حسب المكان ہی کو اصطلاح فقہاء میں سفر کہا جاتا ہے جس کو تم بھی روز و شب کی اصطلاح میں سفر سے تعبیر کرتے ہو چنانچہ جس وقت یہ انتقال مکانی ہوتا ہے اس وقت قصر کا حکم دیا جاتا ہے اور انسان مسافر سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ مقیم کہا جاتا ہے اور جس سفر کا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر ہے جس کے اعتبار سے تم ہر وقت مسافر ہو یہ فشاء اور دارو مدار تغیر احکام کا نہیں اس سفر پر قصر ثلاث نہیں اس کو خوب غور سے سن لو کبھی نفس و شیطان کے مغالطہ میں پھنس جاؤ کہ جب ہم بروئے حدیث مسافر ٹھہرے تو مسافر کے واسطے تو قصر کا حکم ثلاث ہے رباعی نماز اس کے حق میں ثنائی ہوتی ہے لہذا ہم پھر کیوں جائے دو کے چار پڑھیں اللہ دے اور بندہ لے چلو دو رکعتوں سے تو فرصت ملی جس طرح ایک جاہل کی حکایت ہے کہ وہ ہمیشہ قصر کیا کرتے تھے خواہ وطن اصلی ہی میں ہوں ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ ہر حالت میں قصر کرتے ہیں خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں یہ تو صریح مخالفت ہے احکام فقہیہ شریعہ کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ فعل اگر فقہ کے مخالف ہے تو ہو حدیث کے تو موافق ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام سبیل اور مسافر کے الفاظ فرمائے ہیں اور ہماری حالت قیام فی الدنیا کو سفر سے تعبیر کیا ہے لہذا ہم اگر قصر کرتے ہیں تو کونسا احکام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور صاحب تھے اگر ان کو ایک میل جانے کی بھی ضرورت پیش آتی تو وہ قصر کر لیا کرتے تھے ان سے کسی شخص نے کہا کہ آپ کا یہ طرز عمل عجیب نہ الا ہے جو تمام روایات فقہیہ کے خلاف ہے کسی امام کے مذہب پر بھی ایک میل کی مسافت میں قصر نہیں آج تک کسی نے اس کو مدت سفر نہیں قرار دیا جواب دیا کہ ہمیں کسی امام کے مذہب سے کیا لینا جب نص صریح کلام

اللہ میں موجود ہے اِذَا حَضَرَ بَيْتُکُمْ فِی الْاَرْضِ (جب تم زمین پر سفر کرو) اس سے بڑھ کر اور کوئی نص ہو سکتی ہے کیونکہ ضرب فی الارض ایک میل کی مسافت پر بھی صادق آتا ہے لہذا ہم بموجب اس آیت کے قصر کرتے ہیں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اگر قصر کا ثبوت محض ضرب فی الارض (زمین پر سفر کرنا) سے ہے تو اس کے معنی لغوی تو زمین پر قدم مارنے اور چلنے کے ہیں لہذا اگر آپ مکان سے مسجد میں آکر نماز پڑھا کریں تب بھی قصر کیا کریں اس وجہ سے کہ اطلاق لغوی موجود ہے۔ اتنی دور چلنے سے بھی آپ کے قول پر پیر مارنے کا اطلاق آسکتا ہے اس میں کسی مقرر کی تعیین تو ہے نہیں تاکہ اس کا لحاظ کیا جائے۔

(الہ نیادالافرد ص ۲۲۲۲)

حضرات غیر مقلد بھی اکثر احادیث کو ضعیف کہہ کر ان پر عمل نہیں کرتے

ایک صاحب نے مجھ سے ریل میں پوچھا کہ اجتہاد کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی حقیقت میں آپ کو کس طرح بتاؤں ہاں ایک مثال بیان کرتا ہوں اس سے آپ کو اجتہاد کا نمونہ معلوم ہو جائے گا وہ یہ کہ اگر وہ شخص مسافر ایسے ہوں جو علم میں بھی مساوی قرأت میں بھی مساوی اور تقویٰ و ورع میں بھی برابر ہیں عمر و نسب میں بھی یکساں ہیں پھر وہ دونوں رات کو سوئیں اور جب اٹھیں تو ایک کو احتمال ہو گیا ہو جس کے ذمہ غسل واجب ہے اور دوسرے کو احتلام نہیں ہو اور دونوں ایسے مقام میں ہیں جہاں پانی دور تک نہیں ملتا اس لئے دونوں نے تیمم کیا ایک نے غسل جنابت کا تیمم کیا ایک نے وضو کا تو بتلائے ان دونوں میں امامت کے لئے کون افضل ہے کہا وہ شخص

جس نے وضو کا تیمم کہا ہے کیونکہ طہارت دونوں کی برابری ہے نجاست ایک کی  
اشد تھی میں نے کہا لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمم یہ ہے وہ  
افضل ہے اس پر وہ صاحب حیران ہو کر میرا منہ ٹکٹے لگے کہ یہ کیونکر " میں  
نے کہا کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ تیمم فقہان ماء کے وقت طہارت کاملہ ہے تو  
جس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس نے غسل کیا ہے اور جس نے وضو کا تیمم کیا  
ہے اس نے وضو کیا ہے اور غسل نہیں کیا اور غسل وضو سے افضل ہے  
دوسرے جس نے وضو کا تیمم کیا ہے ممکن ہے اس کے ذمہ کبھی غسل واجب  
ہو گیا ہو جس کی اسے خبر نہ ہوئی ہو اور جنابت والے نے چونکہ غسل کا تیمم کیا  
ہے تو اسکے لئے یہ احتمال اب منقطع ہو گیا کیونکہ اس نے اس وقت غسل کر لیا  
ہے تو اس کی طہارت ہر طرح کامل ہے اس کو من کر وہ کہنے لگا کہ واقعی فقہاء  
نے صحیح کہا میں نے کہا بس یہی اجتہاد کا نمونہ ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا  
کہ ہم لوگ استقلالاً فقہاء کے قبیح ہیں بلکہ استقلالاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم ہی کا اتباع کرتے ہیں مگر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد فقہاء  
کے بیان فرمانے سے معلوم ہوئی کہ حضورؐ کی مراد یہ ہے جیسے کوئی شخص  
قانون کو دکیل سمجھ کر اس پر دکیل کے بتلانے کے موافق عمل کرے تو کیا  
آپ یہ کہیں گے کہ یہ شخص دکیل کا قبیح ہے نہیں بلکہ قانون گورنمنٹ کا قبیح  
ہے گورنمنٹ ہی کی اطاعت کر رہا ہے اسی طرح یہاں سمجھو (اور جو لوگ  
مقلدین کو فقہاء کا قبیح کہتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ لوگ خود اہل لغت اور  
اہل نحو و صرف اور محدثین کا اتباع کرتے ہیں کیوں کہ بدوں اہل لغت کے  
حدیث و قرآن کا سمجھنا محال ہے اسی طرح بدوں محدثین کے حدیث کا علم  
و شواہد ہے تو یہ بھی حضورؐ کے قبیح نہ ہوئے بلکہ ان وسائط کے قبیح ہوئے اور اگر  
وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ محض فہم حدیث و فہم لغت قرآن میں واسطہ ہیں ان

کے ذریعہ سے ہم صرف مراد رسول کو معلوم کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں تو بعینہ یہی جواب مقلدین کی طرف سے ہے کہ ہم بھی فقہاء کو محض فہم مراد رسول اللہ کا واسطہ بناتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں رہا یہ اشکال کہ مقلدین فقہاء کے قول سے رسول کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگر ایک حدیث کو چھوڑتے ہیں تو کسی دوسری حدیث یا آیت پر عمل کرتے ہیں اور غیر مقلد بھی ساری احادیث پر عمل نہیں کرتے وہ بھی بہت سی احادیث کو کبھی منسوخ کہہ کر کبھی ضعیف بتا کر چھوڑ دیتے ہیں تو فقہاء نے ایسا کیا تو ناگوار کیوں ہے جیسا تم کو کسی حدیث کے ضعیف کہہ دینے کا حق ہے فقہاء کو بھی حق ہے جیسا تمہارے پاس حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا معیار و قاعدہ ہے فقہاء کے پاس بھی اس کا معیار و قاعدہ ہے اور اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ تمہارے ہی قواعد صحیح ہیں ان کے صحیح نہیں اگر قرآن و حدیث سے تم ان قواعد کو ثابت کر سکو تو ہمت کر کے بیان کر دو۔ ولن لفعلوا ذلك ابداً

(الارقیاب والافتیاب ص ۲۹، ۳۰، ۳۱)

## معالجات شیخ کا حدیث سے ثابت کرنا ضروری نہیں

فرمایا معالجات میں صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت نہ ہو صراحتاً نہ کور ہونا شرط نہیں ورنہ زکام میں ہنسنے اور گاؤ زبان کا پینا بھی جائز نہ ہو گا کیونکہ حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے تو جو شخص ہر معالجہ کے لئے شیخ سے حدیث کا مطالبہ کرے گا۔ وہ کبھی تندرست نہیں ہو سکتا چنانچہ ایک مدعی عامل بالحدیث نے مجھے خط لکھا کہ میں طریق باطن حاصل کرنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھ کو طریق کی تعلیم کر سکتے ہیں مگر میں تقلید کا منکر ہوں میں نے جواب میں لکھا کہ یہ بتاؤ کہ طریق کے متعلق میں جو کچھ بتاؤں گا اس

میں میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا اگر یہ لکھتا کہ ہاں تقلید کروں گا تو اس پر یہ اشکال واقع ہوتا تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے تو انکار اور ایک مقلد حنفی کی تقلید کا اقرار اور اگر یہ لکھتا کہ تقلید نہ کروں گا تو میں جواب دیتا کہ اس حالت میں طریق کی تعلیم نہیں ہو سکتی کئی مہینوں کے بعد ان صاحب کا خط آیا کہ تم یہ سوال مجھ سے نہ کر دہس طریق کی تعلیم کرو میں بننے لگا اور احباب سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھ سے پوچھتا تو میں خود اس کو بتا دیتا کہ تم یہ لکھو کہ ہاں تقلید کروں گا اور اس پر جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے تو انکار ہے اور ایک مقلد کی تقریر کا اقرار ہے اس کا جواب یہ تھا کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید تو احکام میں کی جاتی ہے اور شیخ طریق کی تقلید معاملات اور امور انتظامیہ میں کی جاتی ہے اور اس تقلید کے جواز میں اختلاف نہیں بزرگوں کی جوتیوں کی برکت سے ہم خود اپنے لاجواب ہونے کی ترکیب بتا دیتے ہیں بضرطیکہ مخاطب طالب ہو۔

(الار تیاب ص ۱۳، ۱۴)

### حضرت شاہ اسماعیل دہلویؒ کے حنفی تھے

فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ صحبت کے لئے اس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی اور صوفی بھی اعتدال اسی سے ہوتا ہے یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحبؒ بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے انہوں نے کہا یہ تو ہم کو معلوم نہیں لیکن سید



صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے ایک حکایت اور فرمائی سند یاد نہیں کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا فرمایا امام صاحب کے نزدیک یوں ہے اس نے کہا آپ اپنی تحقیق فرمائیے فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں امام صاحب کے سامنے مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے اور ایک بار ان کے مقابلہ میں آمین زور سے کہہ دی کیونکہ غلو اس وقت ایسا تھا۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے زور سے آمین کہہ دی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرادیا تھا مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ان کو سمجھائیے فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جائے گی خاموش رہو۔ مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد ہرگز نہ تھے ایک حکایت مولوی فخر الحسن صاحب بیان کرتے تھے اس سے بھی مولانا کے حنفی ہونے کی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا کے ایک بیٹے محمد عمر نامی مجذوب تھے اور بہت بھولے لیکن بہت ذہین چنانچہ ایک شخص ان کے سامنے کھڑے ہو گیا کہ اس کا سبق پڑھا دیجئے کہا میں نے یہ کتاب کبھی دیکھی نہیں مگر جب وہ طالب علم پڑھنے بیٹھا تو بہت اچھی طرح سے پڑھا دی حتیٰ کہ تھوڑا پڑھ کر اس نے کتاب بند کی تو کہا بھائی دس ورق تو پڑھو اور بھولے ایسے تھے کہ ایک بار مولوی محبوب علی صاحب کے وعظ میں پہنچے مجمع بہت تھا مگر واعظ صاحب کی آواز پست تھی ان کو آواز نہ آئی تو گھر لوٹ کر گئے اور کہا کہ دعا کریں گے کہ اس واعظ کی آواز بڑھ جاوے اور دعا مانگی پھر فوراً آدمی بھجوا دیکھنے کے لئے کہ بتلاؤ آواز

کچھ بڑھی یا نہیں۔ یہ صاحبزادے ایک دفعہ جامع مسجد کے حوض کے پاس کو گذرے وہاں غیر مقلدین میں مذاکرہ حدیث ہو رہا تھا یہ بھی بیٹھ گئے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ غیر مقلد ہیں فرمایا بلا سے حدیث رسول کا تو بیان ہو رہا ہے بیان کرنے والے نے ایک مقام میں امام صاحب پر کچھ طعن کیا انہوں نے ایک دھول رسید کی اور کہا چلو یہاں بے ایمان ہیں ان کی وجاہت بہت تھی کوئی دل نہ کا۔ سو اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غیر مقلد نہ تھے اگر غیر مقلد ہوتے تو ان کا بیٹا ایسا کیوں ہوتا واللہ اعلم

(حسن العزیز جلد چہارم ص ۱۵۸)

### پس رکعت تراویح کی ایک عامی دلیل

فرمایا کہ ایک شخص دہلی کے نئے مجتہدین سے آٹھ تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب کے پاس آئے تھے انہیں تردد تھا کہ آٹھ یا بیس یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں کیوں صاحب حدیث میں بیس بھی تو آئی ہیں ان پر کیوں نہ عمل کیا کہ ان کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا بات کیا ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی میں ہے پس کیونکر پڑھیں اصل یہ ہے کہ جو کچھ ان کے جی میں آتا ہے کرتے ہیں اور شاذ اور ضعیف حدیث کو بھی سہارا بنا لیتے ہیں۔

قاری عبدالرحمن صاحب ان کے غلو کرنے والے کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بیشک عامل بالحدیث ہیں لیکن الف لام الحدیث میں عوض مضاف الیہ کے ہے اور وہ مضاف الیہ نفس ہے یعنی عامل محدث انفس تو واقعی یہ لوگ حدیث نفس کے عامل ہیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل نہیں یہ لوگ اپنے نفس کے موافق احادیث تلاش کیا کرتے ہیں جیسے کسی کی حکایت مشہور ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں قرآن کا کونسا حکم سب

سے زیادہ پسند ہے کہ اربا انزل علینا مائدة من السماء، (ترجمہ۔ اے رب ہم پر آسمان سے مائدہ یعنی خوان نازل فرما) تو اسی طرح انہوں نے بھی تراویح کی تمام احادیث میں سے صرف آٹھ رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ ہمیں بھی انہیں ہیں اور وتر کی تمام احادیث میں سے ایک رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ تین رکعتیں بھی انہیں ہیں پانچ بھی آئی ہیں سات بھی آئی ہیں خیر وہ بے چارے ان کے بھکانے سے تردد میں پڑ گئے مولانا سے پوچھا مولانا نے فرمایا کہ بھنی سنو اگر محکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مالدار کی داخل کرو اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبر دار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گزاری ہے اس نے کہا آٹھ روپے پھر تم نے دوسرے نمبر دار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپے اس سے تردد بڑھا تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیس روپیہ تو اب بتاؤ تمہیں کچھری کتنی رقم لے کر جانا چاہیے انہوں نے کہا صاحب بیس روپے لے کر جانا چاہئے اگر اتنی ہوئی تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گی اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ رہے گی اور اگر میں رقم کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھر دوں گا۔ مولانا نے فرمایا بیس خوب سمجھ لو۔ اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے آ کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آیا اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا بس تسلی ہو گئی سبحان اللہ کیا طرز ہے سمجھانے کا حقیقت میں یہ لوگ علماء امت ہوتے ہیں ایک اور مامی شخص نے مولانا سے پوچھا تھا کہ ولا الضالین ہے کہ ولا الضالین پوچھا قرآن میں لکھا کیا ہے اس نے کہا قرآن میں تو ولا الضالین لکھا ہے آپ نے فرمایا کہ جو قرآن میں لکھا ہے وہی ٹھیک ہے واقعی ایسے مامی کو ان سے زیادہ سمجھنے کا اس سے بہتر کیا طریقہ ہو گا۔ (روح البیان ص ۶۰، ۶۱)

## اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے

فرمایا مسلم کی حدیث مالی اراکم رافعی ایدیکم میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے رفع یدین سلام میں مراد ہے اور یہ حنفیہ کو زیادہ مفید ہے کیونکہ حالت سلام میں من وجہ داخل اور من وجہ خارج ہے اور علت آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسکنوا فی الصلوۃ اور جس علت کو شارعؒ خود فرمائیں وہ قطعی ہوتی ہے تو گویا جو حالت من وجہ داخل من وجہ خارج ہے اس سے رفع یدین وجہ منافی سکون ہونے کے ناجائز ہے اور جو رفع یدین وسط صلوۃ میں ہو وہ بالطریق لولی حالت صلوۃ کے خلاف ہوگی اور اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے اور رفع جو ہوا تو عارض کی وجہ سے مثلاً تعلیم اصم وغیرہ۔

(الکلام الحسن جلد دوم ملفوظ ۳۲۳)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حنفی تھے اور حضورؐ نے انہیں تقلید پر مجبور کیا

فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا اور میرا جی نہ چاہتا تھا اول تو مذہب اربعہ سے خارج ہونے سے منع فرمایا دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین رضی اللہ عنہما پر مجبور کر لیا اور ترک اسباب مری اصلی خواہش تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت الاسباب پر مجبور فرمایا اس اسباب

ظاہرہ کو اختیار کرنا سنت ہے۔

(امثال عبرت حصہ دوم ص ۲۵ قصص الانبیاء ص ۱۳)

یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ محض مقلد نہ  
تھے محقق مقلد تھے۔

## قربانی اور اہل حدیث

اسلام کا امتیازی نشان:

قربانی کا وجود اگرچہ ہر امت میں ثابت ہے مگر تمام روئے زمین پر قربانی کرنا اسلام کا امتیازی نشان ہے یہود صرف یہ کل یہ و ظلم میں قربانی کے قائل ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مر جانا ہی ہم سب کی طرف سے قربانی کا بدل ہے جب کہ قرآن پاک نے اس غلط افواہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مرنے کا صلیب پر چڑھنا ہی ثابت نہیں، رسول اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی کسی بھی سال ترک نہیں فرمائی۔

گزشتہ صدی سے بعض لوگوں میں دین میں خود رانی کا مرض پیدا ہو گیا تو کئی اسلامی مسائل ان کا تختہ مشق بنے چنانچہ قربانی کا مسئلہ بھی اس کی زد میں آ گیا، بعض منکرین حدیث نے قربانی کی مخالفت میں لکھا تو اہل سنت والجماعت نے ان کے ہر مخالف کا جواب دیا۔ ہمارے اہل حدیث حضرات کو بھی اس معرکہ میں فقہاء کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ فتاویٰ علمائے حدیث میں ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کی عبارات سے قربانی کا ثبوت پیش کر کے مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں اگر اب بھی ان (منکرین قربانی) کو اپنے اس ادعاء پر ناز ہے تو پھر ہمیں بھی اپنے ان فقہاء کا پتہ دیں جو قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل نہیں کہ کون ہیں کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ۔

ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین

لاؤ تو صحیح ذرا میں بھی دیکھ لوں کس کس کی مہر ہے سر مضمر لگی ہوئی

اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔ نہ مانیں تو ائمہ اربعہ کو بھی جواب دے دیں ماننے پر آئیں تو شیعہ

فقہ بھی برہان بن جائے۔

فقہائے اسلام کا اجماع:

یہ بھی یاد رکھئے کہ مذکورہ بالا فقہائے اسلام کا یہ اجماع و اتفاق قربانی کے مشروع و مسنون ہونے پر خود ایک مستقل اور ناقابل انکار شہادت ہے کیونکہ ان فقہائے کرام کا زمانہ عہد نبوت ﷺ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام و مسائل پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے کہ تحقیق و تفحص کے تمام ذرائع موجود تھے۔ دیکھئے

ائمہ اربعہ کے زمانہ ولادت و وفات کا نقشہ یہ ہے۔

امام ابو حنیفہؒ، ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ، امام مالکؒ ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۷۹ھ، امام شافعیؒ ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ، امام احمدؒ ولادت ۱۶۲ھ اور وفات ۲۴۱ھ۔ مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ قربانی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث صرف دو راویوں کے واسطے سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی مالکؒ نے ابن زبیرؓ کی سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ حدیث سنی (موطا، ص ۳۹۶)۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ سے تیرہ برس بڑے تھے آپ کا مولد و مسکن شہر کوفہ رہا جو حضرت علیؓ کا دار الخلافہ تھا، امام ابو حنیفہؒ کی وفات اور حضرت علیؓ کی شہادت کے درمیان صرف چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے جنہوں نے خائفے راشدین کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی تھی۔

ایسے میں ان فقہاء کے بارے میں کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آ سکتی تھی کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اسے رواج دیا۔

یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہاء کی ہے ان سب کا زمانہ عہد نبوت ﷺ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ ان کے لئے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی بڑا مشکل امر نہ تھا اور وہ آسانی کے ساتھ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکتے تھے کہ جو عمل سنت نہ ہو اسے سنت باور کر بیٹھیں۔

### امت کا متواتر عمل:

قربانی کے مشروع و مسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت مسلمہ کے متواتر عمل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی جس روز سے شروع فرمائی اس روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں اس کے چودہ سو سالہ تسلسل میں کبھی ایک سال کا انتقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے۔ ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف اسے منتقل کیا ہے یہ ایک ایسا

متواتر عمل ہے جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہ ﷺ کے عہد تک اس طرح مسلسل قائم ہے کہ اس کی ایک کڑی بھی کہیں سے غائب نہیں ہوئی، دراصل یہ ویسا ہی تواتر ہے جس تواتر کے برتے ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے اور عرب کے ذریعہ پیغمبر محمد بن عبد اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول تسلیم کیا ہے کوئی فتہ اگر اس تواتر کو بھی مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کون سی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ

ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا ہو جس میں کسی معتمد فقیہ نے قربانی جیسی سنت مؤکدہ کو مشکوک ٹھہرایا (والحمد للہ علی ذلک) (فتاویٰ علماء حدیث، ص ۳۱، ج ۱۳)

مزید تحریر فرماتے ہیں: تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے کیلئے اسلام کے ان مسائل و احکام میں بھی تشکیک پیدا کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتداء سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے گویا ان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیر خواہی بس یہ رہ گئی ہے کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے اختلافی بنا دیا جائے اور دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہ چھوڑا جائے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہو کہ سب مسلمانوں کے نزدیک یہ اجتماعی مسئلہ ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴، ج ۱۳)

حضرات منکرین قربانی کو جو فہمائش کی گئی ہے بے شک برحق ہے لیکن اگر یہ حضرات خود اس قانون پر کار بند ہو جائیں تو امت کے کتنے اختلافات مٹ سکتے ہیں خود ان حضرات نے ہی تو یہ راستہ دکھایا، چنانچہ ذیل میں ہم ان چند مسائل کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جن میں ان حضرات نے عملی متواترات سے انحراف کیا ہے۔

(۱) امت میں قرآن کے اوقاف عملاً قربانی کے عمل سے بہت زیادہ متواتر تھے لیکن ان حضرات نے قرآن پاک چھپوایا جس کا نام رکھا ”مسنون قرأت والا قرآن“ اور اس سے تمام اوقاف حذف کر دیئے۔

(۲) اسلام میں تقلید کا عمل پہلے دن سے آج تک متواتر ہے، مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبد الرزاق میں صحابہ و تابعین کے ہزار ہا فتاویٰ بلا ذکر دلیل درج ہیں لوگوں نے بلا مطالبہ دلیل ان پر



عمل کیا نہ فتویٰ دینے والوں کو ابلیس کہا گیا نہ عمل کرنے والوں کو مشرک کہا گیا، ان حضرات نے اس تواتر سے اعراض کیا۔

(۳) جمعۃ المبارک سے قبل دو اذانیں امت میں یقیناً قربانی کے عمل سے زیادہ متواتر ہیں مگر فتاویٰ ستارہ میں پہلی اذان کو بدعت قرار دیا گیا۔

(۴) رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنا امت میں یقیناً قربانی کے تواتر سے زیادہ متواتر مگر آج اسلام کیا ہم خدمت بیس رکعت تراویح کے خلاف چیلنج بازی کو ہی سمجھا جا رہا ہے۔

(۵) باریک جرابوں پر مسح ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، یہ امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے مگر یہ حضرات باریک جرابوں پر مسح کر کے اپنا وضو اور نمازیں خراب کر لیتے ہیں۔

(۶) جس طرح متعدّد کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے اسی طرح تین طلاقیں خواہ کسی طرح دی جائیں اس کے بعد بیوی کے حرام ہونے پر بھی ائمہ اربعہ کا اجماع ہے مگر ان حضرات نے تین کے ایک ہونے میں اجماع سے اختلاف کیا۔

(۷) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں یہ استفاضہ (تواتر) سے ثابت کہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے۔

(۸) ساری امت کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں شامل ہے مگر ان کے عوام اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۹) ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی وہ رکعت پوزی شمار ہوتی ہے، مگر یہ حضرات اس رکعت کو شمار نہیں کرتے۔

(۱۰) پوری امت کا اتفاق ہے کہ قربانی کے حصہ داروں میں اگر ایک مرزائی ہو تو کسی کی قربانی جائز نہیں ہوگی مگر ان حضرات نے فتویٰ دے دیا اگر حصہ داروں میں مرزائی شریک ہو تو قربانی جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علماء حدیث ص ۸۹، ج ۱۳)

الغرض جو شکوہ غیر مقلدین کو منکرین حدیث سے ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کو ہی عمل بالقرآن سمجھتے ہیں یہی شکورہ اہل سنت والجماعت کو غیر مقلدین سے ہے کہ جو مسائل اور احکام فقہاء اور عوام میں متواتر چلے آ رہے ہیں ان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا نام عمل بالمحدیث رکھا ہوا ہے قربانی کے جانور کے بارہ میں حدیث میں ”بسنہ“ کا لفظ آیا

ہے اس کا کیا مطلب ہے، فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

”سنہ“ ہر جانور میں سے شئی کو کہتے ہیں اور شئی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کی ہو دوسرا شروع، اور گائے بھینس میں سے جو دو سال کی ہو تیسرا شروع، اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۵۲ ج ۲۔ فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۲۳، ج ۱۳)

اس فتویٰ پر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری اور میاں نذیر حسین کے علاوہ سات اور غیر مقلدین کے دستخط ہیں اور علامہ شوکانی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ”سنہ“ کا یہ معنی فقہاء نے بیان کیا ہے لغت میں اس کا معنی ہے دو نوا یعنی جس کے دو دانے۔ مگر گئے ہوں۔

عرض یہ ہے کہ اگر آپ نے سنہ میں فقہاء کا بیان کردہ معنی چھوڑ کر لغت کا سہارا لیا ہے تو اگر کوئی شخص ”صلوٰۃ“ کا لغوی معنی دعاء ہی لے یا حج کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہی لے اور ارادے کو ہی ”حج“ سمجھے اور ”زکوٰۃ“ کا لغوی معنی پاکی ہی لے اور ان الفاظ کے شرعی معنی کا لحاظ کرے تو پھر آپ ان کو فقہاء کی طرف آنے کی دعوت کیونکر دیں گے ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو غلط راستہ آپ ہی دکھا رہے ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں تو آپ بھی فقہاء سے بگڑ گئے ہیں۔

### قربانی کے دن:

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دس تاریخ کو ہی قربانی کرتے تھے اور اسی دن قربانی کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن فرمایا کہ تین دن بعد قربانی کا گوشت گھر نہ رکھنا، یہ حدیث تقریباً سولہ (۱۶) صحابہؓ سے مروی ہے اور متواتر ہے اس حدیث سے جمہور امت نے یہی سمجھا کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکر قربان کرنا کیسے جائز ہوگا معلوم ہوا قربانی کے تین ہی دن ہیں۔

(۱) مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر قال الاضحیٰ یومان بعد یوم الاضحیٰ (موطا ۴۹۷)

مالک اور نافع کی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے تھے قربانی کے تین دن ہیں۔ ۱۲، ۱۱، ۱۰۔

(۲) مالک انہ بلیہ عن علی بن طالب مثل ذلک موطا  
(موطاس ۳۹۷ و صلی فی المجلد ص ۳۲۰ ج ۷)

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی قربانی کے تین دن فرماتے تھے ابن حزم نے  
الحجی میں اس کی سند بیان کی ہے۔

منکرین حدیث نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں  
کرتے تھے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرات غیر مقلدین لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ خلیفہ اول اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے اس کا  
جواب دیتے ہوئے حضرات غیر مقلدین لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ خلیفہ اول اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر  
عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی نہیں کی تھی تو وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لیے تھے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۴، ج ۱۳)

اس فتویٰ میں صاف تسلیم کیا کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ تین دن قربانی کے قائل تھے۔  
(۷، ۶، ۵، ۴) امام ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور  
حضرت عمرؓ سے بھی قربانی کے تین ہی دن روایت کئے ہیں۔ (الحجلی ص ۳۷۷، ج ۷)

ہمارے غیر مقلدین دوستوں کا شیوہ یہ ہے کہ معروف روایات پر جو تعامل جاری ہے  
اس کو مٹانے کیلئے منکر روایات کا سہارا لیا کرتے ہیں یہاں بھی یہی ہوا تین دن کی قربانی کی بنیاد  
مذکورہ متواتر روایت پر بھی، دور صحابہؓ میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ میں ابن عباسؓ، مدینہ میں  
حضرت عبداللہ بن عمرؓ، کوفہ میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ، بصرہ میں حضرت انسؓ اس پر فتویٰ دیتے  
تھے۔ کہیں بھی کسی نے منکر روایت کا سہارا لے کر اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی، مگر ہمارے غیر  
مقلدین حضرت اس لئے یہ ایک منکر حدیث لے اڑے کہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔ یعنی ان میں روزہ  
نہ رکھیں، یہ مضمون تقریباً چودہ صحابہؓ نے روایت فرمایا ہے اس کے خلاف حضرت جبیر بن معتم کی  
روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ الاشدرق نے کھانے کی بجائے لفظ ذبح بیان کر دیا غیر  
مقلدین میں سے جو علم حدیث سے معمولی مناسبت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو صحیح مانتے چنانچہ ان کے  
سابقہ منظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۸، ج ۱۳) اور

سابق امیر جماعت اہل حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں اس کے ہر طریق میں چھ نہ کچھ نقص ہے (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۶۹، ج ۱۳) اور دوسری جگہ تو غصے میں آپے سے باہر ہو کر فرماتے ہیں بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیر بن معطم کی حدیث اور اس پر جوج میں صرف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جبیر بن معطم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں۔ (ص ۱۷۱، ج ۱۳)

الغرض چوتھے دن قربانی کرنا رسول اقدس ﷺ سے تو کجا کسی ایک صحابی سے بھی پسند صحیح ثابت نہیں، پھر تکبیرات تشریق تو ۹ تاریخ کو بھی کہی جاتی ہے تو ۹ تاریخ کو بھی قربانی کرنی چاہئے ہاں ان کے منظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی نے تو یہ رسالہ لکھا ہے ایام النحر من عاشر ذالحجہ الی آخر الشهر جس کا خلاصہ فتاویٰ علماء حدیث میں ۱۷۵، ج ۱۳ تا ص ۱۸۰، ج ۱۳ پر درج ہے کہ قربانی کے دن ہیں یا اکیس میں جب تک محرم کا چاند نظر نہ آئے قربانی کر سکتا ہے ضد کی بات الگ ہے ورنہ ان کے مفتی صاحبان بھی چوتھے دن کی قربانی کو پسند نہیں فرماتے حتیٰ کہ ان کے مفتی ابوالبرکات احمد صاحب فرماتے ہیں جس کو پہلے دن قربانی میسر نہ ہو وہ نہ کرے اور وہ قربانی کو باندھ رکھے اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے (فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۵۵) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح اوّل وقت نماز پڑھنا افضل ہے آخرت وقت نماز پڑھنے کی عادت بنالیں تو نماز تو ہو جائے گی لیکن منافقانہ نماز ہوگی۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۶، ج ۱۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین!

از افادات حضرت مولانا محمد امین اکاڑوی

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

فقہ حنفی کے مجدد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

فقہی مقام و مسلک پر ایک پُر مغز اور حقیقت آشکارا تحریر

از

مولانا اختر امام عادل

سمستی پور، بہار، انڈیا

”حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی“ تیرہویں صدی کی ان تابعدار روزگار ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے ہندوستان کی اسلامی علمی تاریخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا، آپ نے ایک نئے عہد اور نئے دور کی بنیاد ڈالی، اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ کو نئی علمی اور عقلی بنیادوں پر تعمیر کیا، اسلامی ہند کے زوال سے لے کر سقوط تک بلکہ آج کی تاریخ تک جو کچھ علمی و ادبی سرگرمیاں نظر آرہی ہیں سب اسی خانوادہ ولی اللہی کا فیض ہے، جزا ہم اللہ عنا حسن الجزاء۔

شاہ صاحب کی تجدیدی مساعی کا دائرہ بہت وسیع ہے، اور اس ایک شخص نے تنہا اتنے کام کیے ہیں کہ ان کو سینے اور مرتب کرنے کے لیے بھی مستقل ایک اکیڈمی کی ضرورت ہے۔

یوں تو شاہ صاحب کا ہر کارنامہ اپنی جگہ بہت اہم ہے، لیکن ان کے کارناموں میں بہت ہی اہم اور مشکل ترین کارنامہ فقہ و اجتہاد کے میدان میں ان کی تجدیدی مساعی کا ہے۔ شاہ صاحب جس دور میں پیدا ہوئے وہ تھیدی اور فقہی تاریخ کے انتہائی انتشار اور زوال کا دور تھا، حالانکہ کچھ ہی دنوں قبل حضرت عالمگیری اور بنگ زب نے ایک مجلس فقہی قائم کر کے ”فتاویٰ ہندیہ“ (اور بالفاظ دیگر ”اسلامی ہند کے تحریری اسلامی دستور“) کی تدوین کرائی تھی، جس میں حضرت شاہ صاحب کے والد ماجد اور شیخ و مربی حضرت شاہ عبدالحکیم صاحب ”بھی شریک رہ چکے تھے۔

(حیات دہلی میں ۱۷۷۷ء میں جہانگیر علی)

### شاہ صاحب کے عہد کے بعض حالات:

لیکن صدیوں کا علمی و فکری جمود ایک عالمگیری کی چند روزہ کوششوں سے نہیں ٹوٹ سکتا تھا، اس لئے کسی عظیم مجدد کے پیشہ تجدیدی کی ضرورت تھی، حضرت مولانا مناظر احسن گھلائی

نے اپنی کتاب ”تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ“ میں اس دور کے بعض حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کو پڑھ کر آج بھی احساسات میں جھرجھری پیدا ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں

”اس میں شک نہیں کہ پچھلی صدیوں میں بعض خاص حالات خصوصاً اسلام کے اسلی سرچشموں یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم سے اسلامی مدارس جس حد تک بیٹا بنے جاتے چلے گئے، بتدریج یہ اختلاف بہت غلط صورت اختیار کرتا چلا جاتا تھا، خصوصاً ماوراء النہر (ترکستان و خراسان) کے حنفی فقہاء کا تلو اس باب میں آہستہ آہستہ بہت آگے بڑھ گیا تھا۔ اور ہندوستان میں وطن بنانے کے لیے اسلام جس راستہ سے آیا چونکہ وہ انہیں ممالک کاراۓ تھا، اس لیے قدرتا ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنیت ان ہی ممالک کے علماء کی ذہنیت سے متاثر تھی، پھر نادری اور ابدالی حلوں نے جب اس ملک میں روپیوں کے جدید عنصر کا اضافہ کر دیا تو تشدد و تہلب کی یہ شرارت دو آتشہ ہو چکی تھی۔“ (ص ۳۱)

علامہ محسن بہاری اترہتی صاحب ”البيان الحسی“ نے ان کا یہ نقشہ کھینچا ہے

”وكانوا أشد قوم غصبةً لنا بتخلونه من آراء فقهاءهم رحمهم الله واشد الناس حموقاً عليها“

یعنی جن فقہاء کی پیروی کو ان لوگوں نے اپنا مشرب اور مسلک قرار دیا تھا، ان کے معاملے میں اپنے اندر سخت تعصب رکھتے تھے اور اس پر شدت سے جبر جتے تھے۔

کیدانی جیسی معمولی کتاب کی ایک فقہی روایت (یعنی چاہیے کہ تشہد میں اہل حدیث کے مانند شہادت کی انگلی نمازی نہ اٹھانے) کو صدیوں یہ اہمیت حاصل رہی کہ اگر اتفاقاً نماز میں کسی کی انگلی اٹھ گئی تو اسی وقت اس کی انگلی تراش دی جاتی تھی، علامہ رشید رضا مصری نے ”مغنی“ کے مقدمے میں اپنا یہ بیان درج کیا ہے کہ

”میں نے اپنے کان سے بعض افغانی طلبہ سے لاہور کی جامع مسجد میں جو ہندوستان میں واقع ہے، یہ سنا ہے میں نے دراصل ان سے یہ دریافت کیا تھا کہ (انگلی تراشنے کا قصہ) کیا صحیح ہے؟“ اس کے جواب میں انہوں نے کہا، ہاں! اور اس کی توجیہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ترک سنت کی یہی سزا دی جاتی ہے۔“

تہا، جیسی غیر منصوص چیز کی حرمت و حلت پر جو جھگڑا سنا جاتا ہے پچھلے چند سالوں تک یہ قصہ تہذیب و سادۃ بیچارے کو دہلانے تہا کو کی حلت کا فتویٰ دیدیا تھا، پھر کیا تھا مختلف جگہوں کے

مجاہد دینی حمیت و غیرت کے نشہ میں چور اپنے ملاٹوں کے زیرِ کمان باضابطہ مسلح ہو کر کوئٹہ ملا پر چڑھ دوڑے، راستہ میں اس دینی جہاد کی مجہم پر جو رجز چا جاتا تھا، میرے ایک دوست نے ہم سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ یہ تھا۔

”کوئٹہ ملا کا پردی جو ساک شدہ ہم کا پر ذمے“

”یعنی کوئٹہ ملا کا فریب اور جو اس کے ساتھ جہاد بھی کافر ہے“

میرے ایک اور سرحدی ہم سبق کہتے ہیں کہ تمباکو کی حرمت کے جو لوگ قائل تھے ان کا تشدد اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ جس کھیت میں تمباکو بویا جائے اس کھیت کے اطراف سے بیلوں پر نلہ لاد کر جو کوئی گزرے گا اس کا نلہ بھی حرام ہو جائے گا۔ (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، ص ۱۸۹)

الیانج الجنبی کے مولف نے حضرت شاہ صاحب کے زمانہ کے خفی روہیلوں کی ”حنفیت صلبہ“ یا ”سنگین ملایانہ حنفیت“ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے کہ:

”ان کا حال یہ تھا کہ جب ان کے کان میں کوئی ایسی بات پہنچتی جو ان کے اس عقیدے امر کے خلاف ہوتی جیسے کل وہ اچھا سمجھتے تھے تو خواہ کوئی ہوتا اس پر یہ چڑھ بیٹھے، جس کے منہ سے ایسی مخالف بات نکل ہوتی، غصہ سے اس کے مقابلے میں بھر جاتا، اس کی گردن کی رگیں پھول جاتیں، اس کے رخسارے سرخ ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ جھاؤ کی لکڑی کے انگارے ہیں۔“ (ص ۸۳)

ہندوستان میں رہ پڑنے کے بعد اگر چہ اب ان کی پچھلی نسلوں میں وہ کرفٹگی اور تھلب تو باقی نہیں رہا، لیکن جو اب تک ان ہی پھر پٹے کوستانوں میں رہتے ہیں ان کی دینی سختی کا حال جیسا کہ سید رشید رضا مصری نے لکھا ہے وہی ہے، لکھتے ہیں:

”ان کی سختیوں کی داستانوں میں ایک قصہ یہ ہے جو بعض افغانی حنفیوں کے متعلق سنا جاتا ہے کہ اس نے جماعت میں اپنے برابر والے کو دیکھا کہ وہ سورۃ فاتحہ (امام کے پیچھے) پڑھ رہا ہے، تو اس افغانی نے اس پیارے فاتحہ پڑھنے والے کے سینے پر اس زور سے دو ہتھ مارا کہ وہ پیچھے کے بل زمین پر گر پڑا، اور قریب تھا کہ مر جاتا، اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایسے ہی ایک شخص نے تشبہ کی انگلی نماز میں اٹھائی تو بعض افغانوں نے اس کی انگلی توڑ دی۔ (مقدمہ صفحہ ۱۱)

خود حضرت شاہ ولی اللہ (جنہوں نے ردِ شیعیت پر ازالۃ الخفا اور قرۃ العین جیسی کتابیں



تحریر فرمائیں) بھی ان کے ملوک تعصب سے محفوظ نہ رہ سکے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

”مخمسے از والد ماجد مسئلہ تکفیر شیعہ پر سید، آنحضرت اختلاف حنفیہ کے دریں باب است،

بیان کردند چوں کہ پر سید ہاں شنیدہ شنیدہ می گفت ایں شیعہ است“

ترجمہ یعنی ایک شخص نے والد ماجد سے شیعوں کی تکفیر کے متعلق سوال کیا، فقہاء حنفیہ کا اس باب میں جو اختلاف ہے والد ماجد نے اس کو بیان فرمایا۔ غریب ”روہیلہ“ پہلی دفعہ تو یہ سن کر چپ رہا اور پھر دہرا کر ذرا اصرار سے اپنے منشاء کو ظاہر کرتے ہوئے جب اس نے دوبارہ وہی بات پوچھی تو جواب میں پھر وہی سنا، دوسری دفعہ اس کا یہ سنا تھا کہ آگ بجولا ہو گیا، جن کو وہ قطعی کافر سمجھتا تھا ان کے کفر کے متعلق اختلاف سنا اور دوبارہ پوچھنے کے بعد بھی یہی سنا تا قابل برداشت ہو گیا، حضرت سے فتویٰ پوچھتے پوچھتے الٹ کر وہ خود مفتی بن بیٹھا، شاہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے سنا وہ کہتا تھا کہ یہ (یعنی شاہ ولی اللہ) شیعہ ہے۔ (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، ص ۱۹۲)

حضرت شاہ صاحب نے ”الانصاف“ اور ”حجۃ اللہ“ میں اپنے دور کے فقہاء کی جو تصویر کشی کی ہے اس سے بھی اس دور کے فقہی جمود اور غالیانہ تعصب کا اندازہ ہوتا ہے، عربی عبارتوں سے مضمون لوگ انبار اور طویل کرنے کے بجائے ترجمہ و مفہوم پر اکتفا کرتا ہوں۔

”الانصاف“ میں رقمطراز ہیں

”اس زمانہ میں فقہ اس شخص کا نام ہے، جو باتونی ہو مذہب و زور سے ایک جزے کو دوسرے جزے پر پھکتا ہو، جو فقہاء کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کر کے بغیر اس امتیاز کے کہ ان میں سے کس میں قوت ہے اور کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے جزیوں کے زور سے بیان کرتا رہے۔“ (ص ۹۳)

اسی گروہ کے متعلق ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

”ان کی بے تمیز یوں اور جہالت کا حال یہ ہے کہ طویل و ضخیم کتب فتاویٰ میں جتنے اقوال و مسائل ہیں سب کو امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول سمجھتے ہیں، وہ ان اقوال میں یہ نہ دیکھیں کرتے کہ فلاں قول ان امام کا واقعی قول ہے اور فلاں قول ان کی راہوں اور فتوؤں کو سامنے رکھ کر بعد میں مستحکم کیا گیا ہے اور یہ جو ان کتابوں میں علیٰ تخریج الکرخی کذا اور علیٰ تخریج الطحاوی کذا کے الفاظ آیا کرتے ہیں، ان کو وہ گویا بے معنی سمجھتے ہیں، انی طریق و

ابو حنیفہ کذا (اور امام ابو حنیفہ نے یوں فرمایا ہے، اور جواب المسئئۃ علی مذہب  
اسی حنیفہ کذا (امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق مسئلہ کا جواب یوں ہے) کے درمیان  
وہ کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتے، اور ابن ابی شیبہ وغیرہ مختلفین حنیفہ مسئلہ دو درود اور مسئلہ شرط  
تیمم اور ایسے دوسرے مسائل کے بارے میں یہ فرماتا کہ دراصل یہ امام ابو حنیفہ کا قول نہیں  
ہے بلکہ بعد والوں کی تحریرات ہیں ان کے نزدیک بالکل باطل اشتہاء ہے۔ (ص ۸۳)  
بلکہ بہت سے لوگوں نے تو عزت و دولت، یا عہدہ و منصب کے حصول کے لیے نقد اور  
فتاویٰ کا شغل اختیار کر رکھا تھا۔

فأصبح الفقهاء بعد ما كانوا معطلين طائفة وبعد ان كانوا اعزاة بالاعراض  
عن السلاطین اذلة بالاقبال علیہم (ص ۸۴)

”یعنی پھر یہ ہوا کہ یہ فقہاء پہلے مطلوب تھے اور اب طالب بن گئے، اور سلاطین سے دور  
رہنے کے باعث جو عزت ان کو حاصل تھی ان سے تعلق کی بنا پر وہ جاتی رہی۔“

یہ حالات تھے جن میں شاہ صاحب نے اپنی فقہی اور اجتہادی خدمات کا آغاز کیا، اجتہاد کا  
مفہوم واضح کیا، اس کے لیے ضروری شرائط اور دائرہ کار کی تحدید فرمائی، قرآن و حدیث سے  
مسائل کے اخذ و استنباط پر روشنی ڈالی، تقلید کی حقیقت سے بحث کی اور اس کے بارے میں نقطہ  
عدل پیش فرمایا، فقہاء کے اختلافات کے اسباب اور ان کی شرعی حیثیت کو متح کیے، اور مختلف ابواب  
فقہیہ میں پیدا شدہ شدتوں کو کم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی وغیرہ۔

ایسا نہیں تھا کہ شاہ صاحب نے اسلاف سے ہٹ کر کوئی نئی بات پیش فرمادی تھی، باتیں  
وہی تھیں مگر تجزیہ و تریب نئی تھی، حقائق وہی تھے جو سابقہ فقہاء اور علماء نے بیان کیے تھے بس انہوں  
نے ان پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹا دیا تھا، اسی لیے شاہ صاحب نے اس تعلق سے کوئی بات محض  
اپنے طور پر پیش نہیں کی ہے، بلکہ اس کو قرآن و حدیث اور تحقیقات سلف سے مبرہن کیا ہے، اور  
ایسے معقول، جدید ترین اور سائنٹفک انداز میں پیش کیا ہے کہ بڑے سے بڑے مدعیان علم و تحقیق  
کے لیے ان کا انکار کرنا مشکل ہے۔

### شاہ صاحب کا فقہی مسلک اور مقام

شاہ صاحب کی فقہی خدمات پر نظر ڈالنے سے پہلے ضروری ہے کہ شاہ صاحب کے مسلک اور

مقام کو سمجھ لیا جائے، تاکہ ان کی خدمات اور کارناموں کی حقیقی نوعیت اور صحیح حیثیت کا تعین آسان ہو۔  
حضرت شاہ صاحب کی شخصیت اس قدر برجستہ اور آپ کی تحریرات اتنی متنوع ہیں کہ ان کے مسلک کا تعین حد درجہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کے مختلف اصحاب مسالک ان کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہر ایک کی تائید میں کچھ نہ کچھ عبارات اور اقتباسات مل ہی جاتی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں نے ”اتحاف النبیاء“ میں لکھا ہے:

”اگر وجود اور صدر اول در زمانہ ماضی ہو امام الائمہ تاج المجتہدین شرمہ می شد۔“

(فکر المصلحین ص ۵۸)

ترجمہ: اگر شاہ صاحب کا وجود گزشتہ زمانے میں صدر اول میں ہوتا تو مجتہدوں کے پیشوا

اور سر تاج مانے جاتے اور امام الائمہ کا گرانقدر خطاب پاتے۔“

مشہور مورخ علامہ عبدالحی لکھنوی نے بھی اپنی کتاب ”زینۃ الخواطر“ میں شاہ صاحب کو

”امام الائمہ“ اور ”آخر المجتہدین“ قرار دیا ہے۔ (علامہ حسن فی جوبن البند ص ۱۸، اعلام ص ۶، ص ۲۱۰)

اور بڑے بڑے معاصر اور اکابر کے خیالات شاہ صاحب کے مناقب میں پیش کیے ہیں۔

## شاہ صاحب کے بارے میں مجتہد منتسب کی رائے

ان کے علاوہ اور بھی کئی حضرات نے شاہ صاحب کو مجتہد اور امام وغیرہ کے القاب سے یاد کیا ہے، اگرچہ اس تعبیر کا ہمارے عرف میں خاص اصطلاحی مجتہد کے ہم معنی ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر ایسے شخص کے لیے اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، جو عہد ساز اور انقلابی کارنامہ انجام دے، اور جو علمی و فکری طور پر امت کے ایک بڑے طبقے پر اثر انداز ہو، مگر یہاں شاہ صاحب کو بعض حضرات نے فقہی اصطلاح میں بھی مجتہد تسلیم کیا ہے، اور ان کی خدمات علمیہ کو اسی نگاہ سے دیکھا ہے، شاہ صاحب کی شاہکار تصنیف ”المسوی شرح المنوٹا“ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان، سے چھپی ہے، اس پر علماء کی ایک جماعت نے کام کیا ہے۔ ابتداء کتاب میں شاہ صاحب کی شخصیت اور کتاب کے تعارف پر مختصر تمہیدی تحریر ہے، اس میں شاہ صاحب کو مجتہد مطلق منتسب قرار دیا گیا ہے، البتہ اس انتساب کو کسی ایک مذہب سے جوڑنے کے بجائے مذہب حنفی اور شافعی دونوں سے جوڑا گیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے دائرۂ تدریس میں دونوں مذاہب شامل

ازیں متعدد امور میں شاہ صاحب نے ائمہ مجتہدین کی فقہی آراء کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

كان آية من آيات الله تعالى: "ممن في علوم الدين بلغ رتبة المحدث المطلق  
المستب في المذهب الحنفي والشافعي فكان يدرس المذهبين وكان يصاها  
الائمة المستقليين بالاجتهاد في بعض شؤونهم." (ص ۸)

اس تصور کی اصل بنیاد شاہ صاحب کی وہ عبارات ہیں ————— جن میں انھوں نے اپنے طرز فکر کو ان فقہاء و محدثین کے طرز فکر اور طریقہ اجتہاد سے وابستہ کیا ہے اور اس کو اپنے لیے پسندیدہ راہ عمل قرار دیا ہے، جنھوں نے ذخیرہ احادیث اور اقوال فقہاء دونوں کو اپنے پیش نظر رکھا اور قرآن و حدیث کو اساس قرار دے کر اقوال فقہیہ کو ان پر پیش کیا۔ مثلاً "حجۃ اللہ البالغہ" میں اہل الحدیث اور اہل الرائے دونوں طبقات کے نقطہ بانی نظر اور طریقہ کار پر مبسوط علمی تبصرہ کرنے کے بعد فیصلہ کن طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتدل اور محقق فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں نقطہ نظر کے درمیان تطبیق کا راستہ اختیار کرے اور دونوں طرز فکر اور منہج استنباط سے استفادہ کرے۔

ولما كان الامر كذلك وجب على الخائف في الفقه ان يكون متضلعا من  
كلا المشرعين و متبحرا في كلا المذهبين و كان احسن شعائر الحلة ما اجمع عليه  
جمهور الرواة و حملة العلم و تطابق فيه الطريقتان جميعها والله اعلم (حجۃ اللہ البالغہ ص: ۱۳۷،  
مطبوعہ ریوند)

”الجزء اللطيف في ترجمة العبد المضعيف“ میں تحریر فرماتے ہیں:

بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیث کے متسک ایشاں است قرار  
داد خاطر بردہ و نور نبی روش فقہاء و محدثین افتاء بعد از اس شوق زیارت حرمین محترمین  
در سراقاد۔ (الجزء اللطيف في ترجمة العبد المضعيف مشمول انصاف طبع مجبائی ص ۲۰۳-۲۰۴)

ترجمہ مذاہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں کے مطالعہ اور جن احادیث سے وہ استدلال کرتے ہیں ان پر غور و فکر کرنے کے بعد طبیعت کو فقہاء و محدثین کی روش پسندیدہ معلوم ہوئی، اس میں نور نبی کی مدد بھی شامل تھی۔ اس کے بعد حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔ اپنے قاری و صیت ماسے میں تحریر فرماتے ہیں:

”در فردا پیہ دنی علماء محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و ادما تفریحات  
نخبیہ را بہ کتاب و سنت عرض نمودن“ (ص۔ مکتوب تاریخ موت و حیات، ج ۵ ص ۱۰۲)

ترجمہ: فروعی مسائل میں ایسے علماء محدثین کی پیروی کرنی چاہیے، جو فقہ وحدیث دونوں کے عالم ہوں اور مسائل فقہیہ کو ہمیشہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرنا چاہیے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں:

”امت راجع وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استفتاء حاصل نیست“ (ص ۳)  
ترجمہ: امت کے لیے قیاسی مسائل کا کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقابل کرتے رہنا ضروری ہے، اس سے کبھی بے نیازی نہیں ہو سکتی۔  
دوسری طرف شاہ صاحب نے ”عقد الحید فی احکام الاجتہاد والتقلید“ میں مجتہد مطلق منتسب کی تعریف، شرائط اور اس کے کاموں پر جو گفتگو کی ہے، اس کا حاصل نقل و خردا نہیں کی زبان میں یہ ہے۔

وحاصل کل ذلک انه جامع بین علم الحديث والفقه المروى عن اصحابه  
واصول الفقه كحال كبار العلماء من الشافعية ... وحاصل صنیعہم علی ما استقرینا  
من کلامہم ان تعرض المسائل المنقولة عن مالک و الشافعی و ابی حنیفہ و الثوری  
و غیرہم رسی اللہ عنہم من المجتہدین المقبولة مذاہبہم و فتاواہم علی مؤطا مالک  
و الصحیحین ثم علی احادیث الترمذی و ابی داؤد فائى مسئلة و افقتها السنة نصا او  
اشارة احدثوا بها و عولوا علیها و ای مسئلة عاختلفت السنة مخالفة صریحة ردھا  
و ترکوا العمل بها و ای مسئلة اختلفت فیہا الاحادیث و الآثار اجتہدوا فی تطبیق  
بعضہا بعضی . (ص ۳۰ مطبوعہ زکی)

ترجمہ: ان سب کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد مطلق منتسب علم حدیث، علم فقہ (جو کہ اصحاب فقہ سے منقول ہو) اور علم اصول فقہ کا جامع ہو، جیسا کہ اکابر علماء شافعیہ کا حال ہے۔ ان کے طرز عمل کا حاصل (ہمارے استقراء کے مطابق) یہ ہے کہ فقہاء (امام مالک، شافعی، ابو حنیفہ، ثوری وغیرہ مجتہدین جن کے مذاہب نے امت میں قبول عام حاصل کیا) سے منقول مسائل اور فتاویٰ کو مؤطا امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کی احادیث پر پیش کرے، جو مسئلہ حدیث کے موافق ہو مراحط یا اشارۃ، اس کو قبول کرے اور جو صراحتاً مخالف ہو اس کو رد کر دے اور اس پر عمل نہ کرے، اور جس مسئلے میں احادیث و آثار کا اختلاف ہو ان میں اجتہاد سے تخلیق دینے کی کوشش کرے۔



المسوی شرح الموطا پر کام کرنے والی جماعت نے شاہ صاحب کے مسلک پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: "مسلكه هو المتوسط والاعتدال والجمع بين صحيح المقول والمعتول و بين طريقة الفقهاء والمحدثين" (کتب نسوی شرح طبع خاص ۸)  
یعنی شاہ صاحب کا مسلک توسط اور اعتدال، مقول اور معتول، اور طریق فقہاء اور طریق محدثین کی جامعیت تھی۔

حیات ولی کے مصنف نے حضرت شاہ صاحب کے مسلک سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، لیکن ایک مقام پر ایک خاص مناسبت سے شاہ صاحب کے مسلک کا ذکر آگیا ہے تو وہی "جزء اللطیف" کی عبارت کے حوالے سے شاہ صاحب کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ  
انجام کار نورنجی کی تائید سے مجھے فقہاء محدثین کی روش بھلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا (حیات ولی، ص ۳۷۷)

لیکن اس رائے کو تسلیم کرنے میں کئی مشکلات ہیں۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ اس طبقہ کے افراد تاریخ اسلامی میں بہت نادر الوجود ہیں۔ اس منصب کے اطلاق کے لیے فقہ و اصول فقہ اور فتاویٰ کے میدان میں بے مثال اور وسیع خدمات کی ضرورت ہے، شاہ صاحب کی خدمات علیہ کا دائرہ متنوع اور بے مثال سہی، اسی طرح ان کے یہاں جوشان تجہید اور عقریت پائی جاتی ہے، اس کی انفرادیت اور امتیاز بھی مسلم ہے، لیکن اس کے باوجود خاص فقہ و اصول فقہ اور فتاویٰ کے میدان میں شاہ صاحب کا کام انتہائی مختصر اور اصولی حیثیت کا ہے۔ وہ اتنا مفصل، وسیع اور عمیق نہیں ہے، کہ اس عظیم الشان منصب کا اطلاق اس پر ہو سکے شاہ صاحب کو اس عہدہ کی عظمت اور نزاکت کا پورا احساس ہے اور شاہ صاحب اس حقیقت سے بھی پوری طرح آشنا ہیں کہ اس مقام کا اطلاق بہت کم لوگوں پر ہو سکا ہے، شاہ صاحب نے مثال میں کبار علماء شافعیہ کا ذکر کیا ہے، اور پھر تحریر فرماتے ہیں:

وهم و ان كانوا كثيرين في انفسهم لكنهم اقلون بالنظر الى المنازل الأخرى  
(عقد الجید، ص ۴۰)

ترجمہ: اس طبقہ کے افراد اگرچہ بطور خود بہت ہوں، لیکن دیگر امور پر نظر کی جائے تو ان کی تعداد بہت کم ہے۔

ایک اور مقام پر اس بحث کے آخر میں یہی اور بغوی جیسے فقہاء محدثین کا تذکرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں۔ وقلیل ماہم (ص ۴۰) یعنی اس طرز فکر کے حامل اس سطح کے محققین فقہاء محدثین بہت کم یاب ہیں۔

شاہ صاحب کا بار بار یہ احساس دلانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ اس عہدہ کو بہت محتاط اور نازک محسوس کرتے ہیں اور اپنے بارے میں اس تعلق سے کسی استحقاق کا احساس نہیں رکھتے، ان کے یہاں خواہ مخواہ کا تکلف یا تواضع نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ اپنے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے، اور اپنے کاموں کی حیثیت بھی واضح کی ہے، (جس کو بلاشبہ تحدیثِ نعمت ہی کہا جاسکتا ہے) چند نمونے ملاحظہ ہوں:

تعمیمات میں تحریر فرماتے ہیں:

☆ جب میرا دورِ حکمت یعنی علمِ اسرارِ دین پورا ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعتِ مجددیت پہنائی، پس میں نے اختلافی مسائل میں جمع و تطبیق کو معلوم کر لیا۔

☆ مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وحی، اور قطب ہوں، اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ (جوہرِ فکر، ج ۱ ص ۵۷)

”مجدد“ کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ و تفسیر کتاب و سنت کے مطابق کرے، اور اس میں قیاس کو ہرگز داخل نہ ہونے دے، تعلیمات و نظریات کو پیش کرتے وقت صحابہ و تابعین کے اعمال و افعال کو سامنے رکھے۔

وحی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔

قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات و ضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے، چند اور اقتباسات ملاحظہ ہوں:

☆ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس آخری دور کا ناطق، حکیم، قائد اور زعمیم بنایا (عمیمات)

☆ میرے ذہن میں ڈالا گیا کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت یہو نچا دوں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (اینا)

☆ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کے لیے مجھے اکہ کار بناتے ہیں۔ (فیضِ امین)



☆ حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندہ ضعیف پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحہ بخشا گیا ہے، اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ (جو خداوند)

☆ خداوند تعالیٰ نے ایک وقت میں میرے قلب میں میزان پیدا کر دی، جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب جان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا، اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے، اور خدا نے مجھے یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس طرح ثابت کر دوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (ابن ابی عمیر، مجلس ۵۹)

ظاہر ہے کہ اتنی صاف گوئی اور حقیقت پسندی کے باوجود شاہ صاحب کا اپنے بارے میں اس فقہیانہ منصب کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرنا بلا وجہ نہیں ہے، اور واقعہ بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ شاہ صاحب بہت کچھ تھے، وہ سب کچھ جس کا انھوں نے تحریرات میں ذکر کیا ہے، مگر خدمات اور ان کے نتائج کی روشنی میں مجتہد منتسب نہیں تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ شاہ صاحب سے ایک نئے علمی دور کا آغاز ہوا، نئی اساسیات وجود میں آئیں، نئی زبان اور نئی فکر تشکیل پائی، انھوں نے نئے عقلی دور کے مطابق کلام کیا، اور پوری ایک تاریخ اور ایک عہد کو جنم دیا، سب ہی کو اس کا اعتراف ہے، مگر وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شاہ صاحب نے کسی خاص مکتب فقہی کی بنیاد نہیں رکھی، نہ کسی امام کے اصول فقہیہ کو نیا رنگ و آہنگ دیا، اور نہ فقہی جریات و مسائل سے زیادہ تفصیلی طور پر بحث کی، انھوں نے تمام علوم و اصال زندگی کی طرح اس باب کے بھی صرف ان حصوں پر انگلی رکھی جہاں کمزوری کا احساس ہوا، اور اپنی قوت تجدید سے اس کی اصلاح کی کوشش کی، یہی وجہ ہے کہ ان کی فقہی آراء کو وہ قبول عام حاصل نہیں ہوا، جو ان کی انقلابی اور تجدیدی فکر کو ہوا، بلکہ فقہی طور پر ان کی شخصیت یک گونہ غیر واضح ہو کر رہ گئی، اگر وہ کسی مذہب کے مجتہد منتسب ہوتے تو ان کا فقہی رجحان بھی بہت واضح ہوتا، اور ان کی تحریرات و تصنیفات کا کوئی ایک رخ متعین ہوتا۔

### حقیقت و شافعییت کی تخصیص کا جائزہ

علاوہ ازیں اگر ان کی مذکورہ شان اجتہاد کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا انتساب کس مذہب کی طرف کیا جائے یہ طے کرنا بھی آسان نہیں ہے، الحسبہ فی پرکام کرنے والی جماعت علماء کا خیال ہے کہ یہ انتساب ایک مذہب کی طرف کرنے کے بجائے مذہب حنفی اور مذہب شافعی دونوں کی

طرف کیا جائے۔ (المعنی ص ۸)

ان دونوں مذاہب کی تخصیص کی بنیاد غالباً بخاری شریف کا وہ قلمی نسخہ ہے، جو خدا بخش لاہوری پینڈ میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح نے پڑھا ہے۔ تلمیذ موصوف نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے، اور جتنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ مذکور کے لیے سند اجازت لکھی ہے، اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے

”العمری نسباً، المعنوی وحنناً، الاشعری عقیدۃً، الحنفی طریقتاً، الحنفی عملاً  
والشافعی تدرباً، حادماً انتعسیراً والحديث والفقه والعربية والكلام، ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ“  
(بحوالہ نظر المسئنین، ص ۶۳)

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ بیشک یہ تحریر بالامیر عبدالعزیز کے قلم کی لکھی ہوئی ہے، نیز شاہ عالم کی مہربانی بلور تصدیق ثبت ہے۔  
بلاشبہ یہ ایک مضبوط بنیاد ہے جس سے شاہ صاحب کا رجحان مذہب حنفی و شافعی کی طرف ثابت ہوتا ہے مگر اس کے علاوہ بعض کئی چیزیں ایسی بھی ہیں جن سے شاہ صاحب کا رجحان دوسرے مذاہب کی طرف محسوس ہوتا ہے۔

### امام احمد بن حنبل کی طرف میلان

خلیفہ شاہ صاحب جس خاص شرب فقہی کے وکیل اور علمبردار نظر آتے ہیں وہ ہے ”جمع بین الحديث والفقه“ جو شاہ صاحب کے نزدیک محققین فقہاء، محدثین کا طریقہ رہا ہے، متعدد تذکرہ نگاروں نے شاہ صاحب کے اس شرب کا ذکر کیا ہے، اگر یہ درست ہے اور بلاشبہ درست ہے تو اس لحاظ سے شاہ صاحب امام احمد بن حنبل کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

”حجۃ اللہ البالغہ“ کا ”باب الفرق بین اہل الحدیث واصحابہ المراءے“ شروع سے آخر تک پڑھ جائیے، شاہ صاحب کا صریح رجحان ”اہل الحدیث“ کی طرف محسوس ہوگا، مگر ”اہل الحدیث“ سے مراد نہ غیر مقلدین ہیں اور نہ نرے محدثین، بلکہ ”اہل الحدیث“ سے مراد شاہ صاحب کے نزدیک محدثین فقہاء ہیں، جو فقہ کی بنیاد ترجیحی طور پر احادیث و آثار پر رکھتے ہیں، اور فقہی مجتہدات

اور اصول فقہ کو ثانوی درجہ دیتے ہیں، یہ قیاس یا اجماع کے منکر نہیں ہیں، لیکن احادیث و آثار پر زیادہ زور صرف کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک اس طبقہ کے سرخیل اور پوری جماعت میں سب سے عظیم المرتبت امام احمد بن حنبل ہیں، لکھتے ہیں:

وبالحملة فلما مهدوا الفقه على هذه القواعد فلم تكن مسئلة من المسائل التي تكلم فيها من قبلهم والتي وقعت في زمانهم الا وجدوا فيها حديثاً مرفوعاً متصلاً او مرسلأ او موقوفاً صحيحاً او حسناً او صالحاً للاعتبار او وحداً، انراً من آثار الشيوخين او سائر الخلفاء وقضاة الامصار وفقهاء البلدان او استناط من عموم او ابناء او اقتضاء فيستر الله بهم العمل بالسنّة على هذا الوجه وكان اعظمهم شأن و اوسعهم رواية واعرفهم للحديث مرتبة واعظمهم احمد بن محمد بن حنبل ثم اسحق بن راهويه (بجاءه البغداد ج ۱ ص ۱۵۰)

ترجمہ: خلاصہ یہ کہ جب ان حضرات نے فقہ کی بنیاد ان قواعد پر رکھی تو کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جو ان کے دور میں پیش آیا ہو یا ان سے قبل زیر بحث رہا ہو مگر اس کے لیے کوئی مرفوع متصل یا مرسل، یا موقوف حدیث ضرور ان کے پیش نظر ہوتی، وہ صحیح ہو یا حسن، یا کم از کم لائق اعتبار ہو، حدیث نہ ملنے کی صورت میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم یا دیگر خلفاء یا قضاة، یا فقہاء کا کوئی اثر تلاش کرتے یا کم از کم کوئی فقہی استنباط (عموم نص، یا اشارۃ النص، یا اقتضاء النص کی روشنی میں) ہی ڈھونڈتے، اس طرح اللہ نے ان کے لیے عمل بالسنّة کو آسان کر دیا، اس طبقہ کے سب سے عظیم المرتبت، وسیع العلم، عالم حدیث، اور فقہی طور پر گہرے امام احمد بن حنبل ہیں، ان کے بعد امام اسحاق بن راہویہ کا درجہ ہے۔

## امام مالک کی طرف میلان

مصنفی شرح موطا کا مقدمہ پڑھیے تو شاہ صاحب امام مالک کی طرف مائل نظر آتے ہیں: اس مقدمہ کی روشنی میں شاہ صاحب کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ بغیر موطا کی کلید کے نہیں کھل سکتا، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”میں اس میدان میں ایک طویل عرصہ تک حیران و پریشان رہا، اور راہ اعتدال کا حلاشی رہا، اس کے لیے میں نے بہتوں سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی، پھر میں نے اللہ سے فریاد کی، کہ اے پروردگار اگر آپ مجھے ہدایت نہ دیں گے تو میں گمراہ ہو جاؤں،

گا، میں پوری یکسوئی کے ساتھ خالق کائنات کی طرف متوجہ ہوا، تو اللہ نے بذریعہ الہام میری رہنمائی امام ہمام، حجت الاسلام امام مالک بن انس کی شاہکار کتاب "موطا" کی طرف فرمائی، اور اس طرح میرے دل کو قرار حاصل ہوا۔۔۔ موطا کے مطالعہ کے بعد مجھے شرح صدر اور یقین ہو گیا کہ موطا روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہے۔ اسی طرح مجھے یہ ایقان بھی حاصل ہوا کہ آج کے دور میں فقہ واجتہاد کا راستہ صرف اسی شخص کے لیے کھل سکتا ہے جو موطا کو اپنے پیش نظر رکھے، اور اس کے مراسیل اور صحابہ و تابعین کے اقوال کے مآخذ پر غور کرے، پھر الفاظ کے مفہام کی تعیین اور دلائل کی تطبیق وغیرہ فقہاء مجتہدین کا طریق اختیار کرے۔ نیز امام شافعی کے عقائد کو بھی سمجھنے کی کوشش کرے۔ (ص: ۲۹۷)

خود امام شافعی کے بارے میں بھی شاہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد موطا پر رکھی ہے، "الانصاف" میں تحریر فرماتے ہیں:

فمن مادة مذهبه كتاب الموطا وهو وان كان متقدماً على الشافعي فان الشافعي بى عليه مذهبه . (ص: ۲۹۷)

ترجمہ: ان کے مذہب کے مآخذ میں موطا شامل ہے، موطا اگرچہ امام شافعی سے پہلے لکھی گئی، مگر انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد اس پر رکھی۔

### زیادہ معتدل نقطہ نظر

اس لیے شاہ صاحب کی کسی ایک تحریر کو بظاہر دیکھ کر ان کے مسلک کا فیصلہ کر دینا مناسب نہیں، شاہ صاحب کی پوری عملی زندگی، ان کے تجدیدی افکار و خیالات اور ان کی تصنیفات کی مختلف عبارتوں کو سامنے رکھتے ہوئے زیادہ معتدل رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاہ صاحب اصلاً مسلک حنفی کے مقلد تھے، البتہ دیر بہت سے ابواب کی طرح اس باب میں بھی آپ نے تجدیدی خدمات انجام دی ہیں، شاہ صاحب کے عہد کے حالات پر نظر ڈالنے سے مذہب حنفی کے مقلدین کے یہاں جو عملی یا فکری بے اعتدالیاں محسوس ہوتی ہیں، ان کا تقاضا تھا کہ کوئی مجدد پیدا ہو، اور ان بے اعتدالیوں کو دور کرے، شاہ صاحب اپنے دور کے بلاشبہ ایک عظیم مجدد تھے۔ انھوں نے زندگی کے تقریباً تمام ہی ضروری ابواب پر نظر ڈالی، اور اپنی قوت فکر اور عمل تجدید سے ان کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کی کوشش کی، شاہ صاحب کے دور میں جو جمود، تعصب، تنگ نظری اور مالیانہ

تصورات پیدا ہو گئے تھے، ان کی بنا پر دیگر مذاہب کے مطالعہ و تحقیق بلکہ احترام کی روایت بھی اٹھتی جا رہی تھی، لوگ مذہب حنفی کے مقلد تھے مگر اندھے مقلد، ان کو تقلیدی بصیرت، یا بصیرت مندانہ تقلید حاصل نہ تھی، شاہ صاحب نے اپنی کئی تحریرات اور پیغامات میں اس تعلق سے اپنے کرب کا اظہار کیا ہے، اور مذہب حنفی کے پیروکاروں کو موثر انداز میں متوجہ کیا ہے۔ شاہ صاحب نے محسوس کیا کہ اس جمود اور تنگ نظری کا سبب مطالعہ و تحقیق اور وسعت نظری کی کمی ہے۔ اگر اہل علم تمام مذاہب فقہیہ کا منصفانہ مطالعہ کریں اور ان کے بنیادی مآخذ تک پہنچنے کی کوشش کریں، تو مذاہب کے درمیان اس درجہ تفریق و امتیاز کا جو احساس پایا جاتا ہے اس میں کمی آئے، اور اسلاف باہم فکری و نظری اختلافات کے باوجود جس رواداری اور اکرام و احترام کا مظاہرہ فرماتے تھے، وہ روایت دوبارہ قائم ہو، شاہ صاحب نے اسی بنیاد پر فقہ و حدیث کا تطبیقی اور دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ شروع کیا، تاکہ ایک طرف فقہ حنفی کے بنیادی مآخذ تک لوگوں کی نگاہ پہنچے، اور علماء فقہی روایات کو قرآن، حدیث اور آثار کی روشنی میں بصیرت مندانہ طور پر سمجھنے کی کوشش کریں، دوسری طرف دیگر مذاہب کے بارے میں جو ذہنی بعد پایا جاتا ہے وہ دور ہو، کہ یہ تمام مذاہب جب حق ہیں، تو ان کے درمیان بجا حساسیت مناسب نہیں۔

مذاہب کے مطالعہ کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فقہاء کے اختلافات کی اصلیت سمجھنے میں علماء کو مدد ملے، اور یہ بات بآسانی سمجھ میں آ سکے کہ یہ اختلاف ہمارے آپس کے اختلاف جیسا نہیں تھا، بلکہ ان کا اختلاف علم اور اخلاص پر مبنی تھا، اور یہ تمام اکابر فردی طور پر مختلف ہونے کے باوجود بنیادی طور پر باہم متفق تھے۔

نیز اس سے اس تاریخی حقیقت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ بعد کے ادوار میں مذاہب اربعہ ہی کی تقلید کی خاص وجہ کیا ہوئی؟ اور ان کے ماسوا دیگر مذاہب کی تقلید کیوں جاری نہ رہ سکی؟ اس طرح شاہ صاحب نے ایک بصیرت مند محقق کی طرح مذاہب فقہیہ پر نظر ڈالی، یہ شاہ صاحب کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کی مثال کم از کم اس دور میں نہیں ملتی۔ شاہ صاحب کا یہ کارنامہ بڑے دور رس اثرات کا حامل تھا، اگر شاہ صاحب اپنے تحقیق اور توسع سے کام نہ لیتے تو فقہی روایات و اقوال کی شرعی حیثیت میں جس درجہ غلو برتا جا رہا تھا قدرتی طور پر کسی رد عمل کے نتیجے میں چورافتہی و خیر و بحیثیت مذہب اور قانون رد کر دیا جاتا، اس لیے کہ جن روایات و اقوال کی اصلیت معلوم نہ ہو، اور قرآن و حدیث کے سرچشموں سے جو پوری طرح مربوط نہ ہوں تو محض ائمہ اور اسلاف کے نام پر

ان کی روایتی حیثیت بہت زیادہ دنوں تک باقی نہیں رکھی جاسکتی تھی۔

شاہ صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ امر دراصل شارحین دین اسلام ہیں، اور ہم ان کی تقلید اسی حیثیت سے کرتے ہیں کہ یہ دین کی صحیح تشریح کرتے ہیں۔ ہم نہ ان کو صاحب شریعت یا صاحب وحی سمجھتے ہیں اور نہ ان کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ یہ معصوم ہیں اور ان سے غلطی کا امکان نہیں۔ یہ وہ بنیادی فکری اصلاحات ہیں جن پر شاہ صاحب نے پوری قوت کے ساتھ توجہ دی، اس کو بعض متعصب مقلدین نے عدم تقلید قرار دیا۔ کسی نے مذہب سے بغاوت یا خروج کا نام دیا۔ حالانکہ شاہ صاحب کی ان اصلاحات سے مذہب حنفی کو بالخصوص اور دیگر مذاہب کے مقلدین کو بالعموم جو فائدہ پہونچا وہ بڑے بڑے نام نہاد مقلدین سے بھی نہیں پہونچا، شاہ صاحب نے مذہب حنفی کی خدمت بصیرت کے ساتھ کی، جس کے بڑے دور رس نتائج سامنے آئے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی یہ تحریر بڑی بصیرت افروز اور جنی بر حقیقت ہے، لکھتے ہیں:

”حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے مجددانہ کارناموں میں ایک کارنامہ اور خدمت حدیث اور انتصار للسنۃ ہی کے سلسلہ زریں کی ایک اہم کڑی ان کی فقہ و حدیث میں تطبیق کی اور پھر مذاہب اربعہ میں جمع و تالیف کی کوشش تھی، اس سے اس بشارت نبوی کی تصدیق ہوتی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ ”تم سے خدا اس امت کی شیرازہ بندی کے ایک خاص نوع کا کام لے گا“ ...

جہاں تک ہندوستان کے حقیقی براعظم کا تعلق ہے اس میں اس طرز فکر اور جمع و تطبیق کی اس کوشش کا سراغ نہیں ملتا، اور اس کے تاریخی و علمی اسباب ہیں ”یہ حقیقی براعظم شروع سے ان فاتحین اور بانیان سلطنت کے زیر نگین رہا، جو باترکی النسل تھے یا افغانی النسل اور یہ دونوں قومیں تقریباً اپنے اسلام قبول کرنے کے زمانے سے مذہب حنفی کی حلقہ بگوش بلکہ اس کی حمایت اور نشر و اشاعت میں سرگرم اور پر جوش رہیں، یہاں اسلام کی تقریباً آٹھ سو سال کی تاریخ میں مذہب مالکی اور مذہب حنبلی کو تو قدم بھی رکھنے کا موقع نہیں ملا، شافعی مسلک سوا مل تک محدود رہا، یا جنوبی ہند، مدراس اور شمالی کنارے (موجودہ کرناٹک) کے بعض حصوں بشکل وغیرہ اور کیرالا میں محدود رہا۔ ان میں بھی مالابار (قدیم بلاد المعبر) کو مستثنیٰ کر کے جہاں زیادہ تر شافعی مسلک کے داعیان اسلام، تجارت، مشائخ اور فقیہ و عالم آئے، شیخ محمد دوم فقیر علی مہمانی (م ۸۳۵ھ) صاحب تفسیر تبصیر الرحمان اور تبصیر المنان، اور مالابار کے شیخ محمد دوم اسماعیل فقیر اسکری الصدیقی (م ۹۳۹ھ) نیز

مخدوم شیخ زین الدین ملیباری (م ۱۹۲۸ء) صاحب فتح المعین کے علاوہ ہمارے محدود علم میں اس پایہ کے شافعی فقیہ و محدث نہیں پیدا ہوئے۔۔۔۔ جو ہندوستان (بالخصوص شمالی ہند کے) علمی حلقوں پر گہرا اثر ڈالتے اور علماء حنفیہ کو فقہ شافعی پر عین نظر ڈالتے اور اس سے استفادہ پر آمادہ کرتے، ہندوستان سے جو علماء اور طالبان علم حدیث و فقہ حجاز جاتے (جو ترکی سلطنت کے زیر انتظام تھا اور ترک ہر دور میں سو فیصدی سنی اور حنفی رہے ہیں) وہ بھی زیادہ تر اپنے ہی مذہب کے علماء اور خصوصیت کے ساتھ اپنے ہم وطن اساتذہ فقہ و حدیث سے رابطہ رکھتے، جو وہاں ہندوستان یا افغانستان سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور ان کے شاگردوں کا بڑا حلقہ تھا (مثلاً علامہ شیخ علی متقی برہان پوری صاحب کنز العمال، علامہ قطب الدین نیر دالی، علامہ علی قاری ہروی کی، شیخ عبدالوہاب متقی اور شیخ محمد حیاہ سندی وغیرہ)۔

ان تمام اسباب کی بنا پر شاہ صاحب کو فقہ شافعی کے اصول و قواعد اس کی خصوصیات اور بعض لمبے الاقماز چیزوں سے واقف ہونے کا پورا موقع ملا، اور اسی طرح فقہ مالکی اور فقہ حنبلی سے بھی باخبر ہونے کا وہ موقع ملا، جو علماء ہندوستان کو طویل عرصہ سے (مارتنی، جنت، اخیائی سیاسی اور تمدنی اسباب کی بنا پر) میسر نہیں آیا تھا، اور اس طرح مذاہب اربعہ کا تقابلی مطالعہ (لفظ المقارن) ان کے لیے ممکن اور آسان ہوا، جو ان علماء کے لیے دشوار تھا، جن کو یہ مواقع حاصل نہیں ہوئے تھے۔

(مجمع الفت، حریمت، ج ۵، ص ۵۱۹۸)

اس موضوع پر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے ”تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ“ میں بڑا مبصرانہ کلام فرمایا ہے اور میرے خیال میں ان کے بعد کے اکثر انصاف پسند مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا گیلانی نے عنوان قائم کیا ہے ”حضرت مجدد اعظم کی زندگی اور ان کے فکر و نظر کی تشریح و توضیح“ اس عنوان کے تحت ایک اقتباس ملاحظہ ہو

”اس میں شک نہیں کہ پچھلی صدیوں میں بعض خاص حالات خصوصاً اسلام کے اصلی سرچشموں یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم سے اسلامی مدارس جس حد تک بیگانے ہوتے چلے گئے بتدریج یہ اختلاف بہت غلام صورت اختیار کرنا چلا جاتا تھا، خصوصاً ماوراء النہر (ترکستان و خراسان) کے حنفی فقہاء کا غلو اس باب میں آہستہ آہستہ بہت آگے بڑھ گیا تھا اور ہندوستان میں وطن بنانے کے لیے اسلام جس راستہ سے آیا چونکہ وہ انہی ممالک کا راستہ تھا اس لیے قدرنا ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنیت انہی ممالک کے علماء کی ذہنیت سے متاثر تھی۔

پھر جیسا کہ میں نے عرض کیا تادری اور ابدالی حملوں نے جب اس ملک میں ردیہلوں کے جدید عنصر کا اضافہ کر دیا، تو تشدد و قسلب کی یہ شرارت دو آتشہ ہو چکی تھی۔۔۔۔۔

شاہ صاحب نے بڑی دانشمندی اور گہرے مطالعہ کے بعد فقہ اور اصول فقہ کی بنیادوں سے پردہ ہٹایا، ائمہ مجتہدین اور ان کے اجتہادات کا جو صحیح مقام تھا، اسے واضح فرمایا۔ بعضوں کو تو شاہ صاحب سے شکایت ہے کہ ہندوستان میں غیر مقلدیت کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی، اور خود غیر مقلدوں کا طبقہ اس باب میں گو نہ آپ کو اپنا پیشوا مانتا ہے، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اگر امت یا کم از کم ہندی مسلمانوں کے ہاتھ میں اس وقت وہ معلومات نہ ہوتیں، جنہیں شاہ ولی اللہ کی عرق ریزیوں نے وقف عام کیا ہے، تو سر زمین نجد اور نجد سے آگے بڑھ کر حجاز میں جو تحریک ”وہابیت“ کے نام سے چل پڑی تھی اور یورپ والوں نے اپنے خاص اغراض کے تحت اس تحریک اور اس تحریک کے چلانے والوں کو مختلف طریقوں سے اچھالنا شروع کیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ غلامی کے ان دلوں میں جن میں ایسے کم ہیں جو اپنی زبان سے اپنی بات ادا کرتے ہوں، اور اپنے دماغ سے اپنے خیالات سوچتے ہوں، مشکل ہی سے غلام ہندوستان میں اس وقت کوئی حنفی نظر آتا، اس میں شک نہیں کہ اندرونی طور پر مغربی دحل و کید نے جو دام بچھایا تھا، اور ذم کی صورتوں میں اس تحریک کی مدح کا جو گیت مختلف لہجوں میں گایا جاتا تھا، جس کا افسانہ طویل ہے، اس میں کچھ بھارے سادہ لوح ابتداء میں پھنس گئے، لیکن باطل علم کو مظلوم ہے کہ شاہ ولی اللہ کے حقیقی طرز عمل نے اس تحریک کو ہندوستان میں زیادہ پھیلنے پھولنے نہیں دیا۔

”ولی اللہی“ کتب فکر کے علماء کی کوششوں کا آج یہ نتیجہ ہے کہ ”شیء من صلیو قلیل“ کے سوا اب عمل بالحدیث کے مدعیوں کی آبادیاں اپنے اندر اور کچھ نہیں رکھتیں۔

اس سلسلے میں حضرت کی کتابیں ”الانصاف“ ”عقد الجید“ ”حجۃ اللہ المبالغہ“ کے بعض ابواب ”تفسیرات البیہ“ کے بعض تمہیدات، ازالہ الخفاء کی بعض ضمنی چیزیں، اور سب سے زیادہ مؤطا کی شرحوں نے حدیث نبوی کا جو معیار پیش کیا ہے، اور فقہ و حدیث میں تطبیق کی جو راہیں اشاروں اشاروں میں شاہ صاحب نے اہل فہم کے سامنے کھولی ہیں، سچی بات یہ ہے کہ آج حقیقت ”علی بصیرۃ من ربہ“ انہی بنیادوں پر قائم ہے۔

ایک بڑی دانشمندی شاہ صاحب نے یہ بھی فرمائی کہ حنفی فقہ کے ساتھ ساتھ آپ نے درسی طور پر شافعی فقہ کے مطابق کو بھی ضروری قرار دیا، اپنے مسلک کی تشریح میں ایک موقعہ پر اپنے کو



”الشافعی درسا“ جو فرمایا ہے اس کا یہی مطلب ہے، جو جانتے ہیں کہ فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی حیثیت اسلامی قوانین کے سلسلے میں تعمیری فقہ کی ہے، اور شافعی و حنبلی فقہ کی زیادہ تر نوعیت ایک تنقیدی فقہ کی ہے، حنفیوں کی فقہ کو مشرق میں اور مالکیوں کی فقہ کو مغرب میں چونکہ عموماً حکومتوں کے دستور العمل کی حیثیت سے تقریباً ہزار سال سے زیادہ مدت تک استعمال کیا گیا، اس لیے قدرتنا ان دونوں مکاتب خیال کے علماء کی توجہ زیادہ تر جدید حوادث و تجربات و تفریعات کے ادھیز بن میں مشغول رہی، بخلاف شوافع اور حنابلہ کے کہ بہ نسبت حکومت کے ان کا تعلق زیادہ تر تعلیم و تعلم، درس و تدریس اور تالیف و تصنیف سے رہا، اس لیے عمداً تحقیق و تنقید کا وقت ان کو زیادہ ملتا رہا، بہر حال یہ افسانہ تو دراز ہے، مجھے کہنا یہ ہے کہ فقہ اور اسلامی قوانین کا تعلق ان کے سرچشموں یعنی کتاب و سنت سے ہے۔ جو چاہتے ہیں کہ یہ تعلق مسلسل زیادہ تر دنازہ حالت میں رہے۔ ان کے لیے شاہ صاحب کا یہ طریقہ عمل کہ شوافع اور حنابلہ کی فقہ اور ان کے ادبیات کا بھی مطالعہ جاری رکھیں، یہ بہت کچھ مفید ثابت ہو سکتا ہے، یا کم از کم حدیث کے درس میں خصوصیت کے ساتھ فقہاء اصحاب کے غلافیات اور ان کے وجوہ و دلائل کے بیان کرنے سے مسائل فقہ میں زندگی باقی رہتی ہے۔ ہر مذہب کا پیروان طلب و اسباب سے واقف رہتا ہے جن کی روشنی میں اس کے امام نے اپنی رائے قائم فرمائی ہے۔ نیز چونکہ اس کے ساتھ دوسرے ائمہ مجتہدین کے دلائل و وجوہ بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ اسی لیے قدرتی طور پر جاہلی حیثیت کا زہران میں پیدا نہیں ہونے پاتا۔ عقد الجید میں شاہ صاحب نے ائمہ مجتہدین کے قیاسی نتائج کے متعلق بجائے اس نظریہ کے کہ حق ان میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اس خیال کو جو ترجیح دی کہ سب ہی حق پر ہیں، تو فردی اختلافات کی اہمیت کے سارے قصہ ہی کو ختم فرما دیا ہے۔ اس باب میں شاہ صاحب کے مباحث قابل دید ہیں.....

تصوف کے متعلق بھی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سب سے پہلے ہندوستان میں اس کے خلاف شاہ ولی اللہ ہی نے قلم بنادیا، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، آج جب کہ یورپ تحقیق و ریسرچ کے نام سے اسلامی چیزوں کو غیروں کی طرف شاطرانہ چابک دستیوں سے منسوب کرنے میں منہمک ہے، اگر شاہ ولی اللہ کی تحقیقی کتابیں اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس وجہی بنگامہ میں تصوف کا اسلام سے دور کا بھی رشتہ باقی رہ سکتا تھا؟ (تذکرہ

حضرت شاہ ولی اللہ، ص ۲۲۲-۲۲۳)

## فقہی میدان میں تجدیدی خدمات

غرض شاہ صاحب اپنے عہد کے مجدد اعظم تھے، اور انھوں نے علم و عمل کے بہت سے ایوان کی طرح فقہ اور اصحاب فقہ کو بھی اپنا ہدف تجدید بنایا، رہا یہ کہ فقہ پر غیر معمولی کام دائرۃ تجدید میں داخل ہو گا یا دائرۃ اجتہاد میں؟ --- تو ظاہر ہے کہ جب تک انسان میں اجتہادی صلاحیت نہ ہو فقہ پر غیر معمولی عمل تجدید کر ہی نہیں سکتا، شاہ صاحب جزوی طور پر بہت سے مسائل میں اتحاد سے کام لیتے تھے۔ اور اللہ نے ان کو اس صلاحیت سے نوازا تھا، اور جس عہد میں وہ پیدا ہوئے تھے اس عہد میں ان کے سوا کوئی نہیں تھا جو فقہ وحدیث پر اتنا عظیم الشان کام انجام دے سکے بعض مرتبہ شاہ صاحب کی طبیعت (ان کی بے پناہ صلاحیت کی بنا پر) تقلید سے ابا بھی کرتی تھی لیکن اشارۃً غیبی ان کو تقلید پر مجبور کرتا تھا، اور اس عہد کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ مجتہد بن کر نہیں بلکہ مقلد بن کر کام کریں، اور جس شخص کو اجتہادی قوت رکھنے کے باوجود بحیثیت مجتہد کام نہ کرنے دیا جائے، بلکہ کسی مذہب کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کی تاکید کی جائے، اس کی خدمات کو بلاشبہ تجدیدی خدمات ہی کہا جائے گا نہ کہ اجتہادی خدمات۔

فقہی میدان میں تجدید کا تصور خود شاہ صاحب کے یہاں بھی ملتا ہے، ”الانصاف“ میں مسلک حنبلی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلک حنبلی کی ابتدائی صدیوں میں مجتہدین بکثرت پیدا ہوئے، بلکہ امام احمد کے اکثر اصحاب مجتہد مطلق کے مقام پر فائز تھے، اور ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو تواتر مجتہدات میں امام احمد کا مقلد ہو، بعد کی صدیوں میں ابن سرتج پیدا ہوئے اور انھوں نے مسلک حنبلی کے مطابق تقلید و تخریج کے قواعد و اصول مقرر کیے، پھر اکثر حنابلہ اسی راہ پر چل پڑے، ابن سرتج کو ان کی غیر معمولی انقلابی خدمات کی بنا پر مجددین حنابلہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

حتىٰ بشأ ابن سريج فأسس قواعد التقليد والتعريج ثم جاء أصحابه بمشون في سبيله وينسجون على منواله ولفلک بعد من المجددين على رأس المائتين والله اعلم (الانصاف ص ۳۳۷ طبع مصر)

## شاہ صاحب فقہ حنفی کے مجدد

اسی طرح شاہ صاحب خود اپنی اصطلاح کے مطابق اپنے عہد میں فقہاء حنفیہ کے مجدد تھے۔

ان کی انتہائی خدمات نے حنفیہ کو جو فائدہ پہنچایا اور اس مذہب کے فقہاء و علماء میں جو فقیہانہ بصیرت، دقت نظر اور وسعت مطالعہ پیدا ہوئی، اس کے پیش نظر شاہ صاحب بجا طور پر فقہ حنفی کے مجدد تھے، شاہ صاحب نے اپنی تحریرات میں کہیں تقلید سے خارج ہو کر کوئی بات نہیں کہی ہے، ان کے یہاں توسع ضرور ہے، مسلک حنفی کے بعض مسائل میں بصیرت متدانہ اختلاف بھی پایا جاتا ہے، مگر ایسا کہیں نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی تحقیق میں دائرۂ تقلید ہی سے نکل گئے ہوں، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کے قول کو قابلِ اعتناء نہ سمجھا ہو۔

### شاہ صاحب کو فقہ حنفی کی تقلید کا غیبی اشارہ:

شاہ صاحب جس عبقری شان اور اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے، اس کے پیش نظر ممکن تھا کہ وہ تقلید سے آزاد ہو کر کام کرتے، لیکن اشارۂ غیبی اور الہامی بانی نے ان کو ہمیشہ اس سے باز رکھا۔ فیوض الحرمین میں شاہ صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنی اس اندرونی کشش کا اظہار کیا ہے اور پھر اشارۂ غیبی کی روشنی میں وہ جس نتیجہ پر پہنچے اس کا تذکرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

استفدت منه صلى الله عليه وسلم ثلثة امور خلافا ما كان عندي و ما كانت طبعي تميل اليه اشد ميل فصارت هذه الاستفادة من براهين الحق تعالى على احدها الوصاة بترك الالتفات الى النسب و ثانيها الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الاربع لا اخرج منها والتوفيق ما استطعت و جعلت تايي التقليد و تأنف منه راساً و لكن شيء طلب مني التعبد به بخلاف نفسي و ههنا نكتة طوبت ذكرها وقد فطنت بشر هذه الحيلة و هذه الوصاة (فیوض الحرمین)

ترجمہ: میں نے اپنے عند یہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین امور میں استفادہ کیا تو یہ استفادہ میرے لیے برہان حق بن گیا، ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ہٹا لوں، اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپ کو پابند کروں اور ان سے نہ نکلوں اور تاہم امکان تطبیق و توفیق کروں، لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں ایک نکتہ ہے جسے میں نے ذکر نہیں کیا ہے، اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا راز معلوم ہو گیا ہے۔

پھر جب مذاہب اربعہ کی تحقیق و تمییز کے بعد ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے لیے آپ

کی روح مضطرب ہوئی تو دربار رسالت سے اس طور پر ہنمائی کی گئی۔

عرفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی المذہب الحنفی طریقة انیقة  
ہی اوفق الطرق بالنسبة المعروفة التي جمعت و نضحت فی زمان البخاری واصحابہ  
وذلك ان یؤحد من اقوال الثلاثة (ای الامام و صاحبیہ) قول اقربہم بہا فی المسئلة ثم  
بعد ذلك یتبع اختیارات الفقہاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث عرب شیء  
سکت عنه الثلاثة فی الاصول وما یعرضوا نفیہ وذلک الاحادیث علیہ فلبس بد من  
اثباتہ والکل مذہب حنفی (فیض الحرمین، ص ۶۰، ۶۱)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے  
جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین ابو یوسف، امام  
بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام  
ابو یوسف، امام محمد میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو لے لیا جائے پھر اس کے بعد  
ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے، جو فقہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے، کیونکہ بہت  
سے ایسے مسائل ہیں، کہ ائمہ ثلاثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی، لیکن  
احادیث انہیں بتا رہی ہیں، تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ شاہ صاحب مسلک حنفی اور ماضی قریب میں حنفیہ کے مجدد تھے، اس  
لیے آپ کے کاموں کو مجددانہ حیثیت ہی سے دیکھا جانا چاہیے، ان کی تنقیدات بعکس یا خروج  
عن التقليد پر نہیں بلکہ اصلاح و تجدید پر مبنی ہیں، انہوں نے جو کچھ کیا پورے اخلاص اور درود کے  
ساتھ کیا۔ اس میں نہ کسی انتقامی رد عمل کا دخل تھا اور نہ مجتہدانہ اذعان کا، وہ بلاشبہ ایک قلص، محقق اور  
بصیرت مند حنفی تھے۔ اگر آپ حنفی نہ ہوتے تو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ان کے  
اثرات آپ کے صاحبزادوں پر پڑتے، مگر شاہ صاحب کے تمام قائل فخر اور یکتائے روزگار  
صاحبزادے نہ صرف حنفی تھے بلکہ ان حضرات کی ساری زندگی اس مسلک کی خدمت و تحقیق میں  
گزری، بالخصوص حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حدیث اور فقہ و فتاویٰ کے میدان میں  
جو نیچ اختیار کیا، اور جو کارنامے انجام دیئے وہ اعلیٰ علم سے نقلی نہیں ہے۔ فخر اہم الذی سا  
احسن الحزاء۔





# تلخیص و اقتباس از فتویٰ نظام الاسلام

مکمل فتویٰ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں نماز کے متعدد مسائل، تقلید، احناف کے مستدلات اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے متعلق پچیس سوالات کے مفصل جوابات، پچاسی علماء کے تصدیق کے ساتھ دیئے گئے ہیں، ہم نے اس کے چیدہ چیدہ مضامین سے اقتباس کر لیا ہے۔  
تفصیل کیلئے حضرت مولانا منیر احمد صاحب کی کتاب  
”شرعی فیصلے“ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال

اگر کوئی حدیث کہ جس پر عمل حضرت امام اعظم کا ہو، اور ان کے بعد ہزاروں محدثین اور فقہاء اور علماء نے اس حدیث کو صحیح غیر منسوخ کہا ہو، اور اسی کے موافق عمل کرتے چلے آئے ہوں، اور فقہ کی کتاب میں یہی مندرج ہو، پھر اسی حدیث کو اور کسی محدث نے جو امام کا مقلد نہ ہو ضعیف کہا ہو، یا دوسری حدیث اس کے خلاف کسی حدیث کی کتاب میں ملے، تو اس حدیث میں کچھ شبہ یا غلط ہو گا یا نہیں؟ اور اس حدیث کے موافق عمل کرنے میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟

جواب:-

اس بات کا جواب موقوف ہے اس بات کے جانتے پر۔ کہ پہلے درمیان مجتہد اور فقیہ اور محدث کے فرق جانے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ مجتہد کا مرتبہ بلکہ فقیہ کا مرتبہ زیادہ ہے اس سے جو صرف محدث ہے۔

مختصر:-

وہ شخص ہے جو سب آیات احکامی کو، اور اس کے معانی، اور تفاسیر، اور تاویلات، اور شان نزولات، اور تمام اقسام اس کے، جیسا اصول کی کتابوں میں مفصل لکھا ہے خوب یاد رکھتا ہو، اور سب احادیث احکام، اور اس کی سند کی، اور سب راویوں کے احوال کی، اور معانی، اور مراد، اور تاویلات کی، اچھی طرح تحقیقات کی ہوں، اور سب اقسام احادیث

احکام کو، جیسا کہ کتب احادیث کی فروع میں مذکور ہے، ہر حدیث کو مخلصاً جانتا ہو،

اور اسے یاد ہو، اور سب احکام اجماع کو بھی یاد رکھتا ہو۔ اور قوت تمام، اور استعداد کمال مسائل قیاسی کے ٹکانے کی بھی رکھتا ہو۔

فقہیہ :-

اس کو کہتے ہیں۔ کہ۔ احکام شرعی عملی کو ان کی دلیل کے ساتھ جانتا ہو، یعنی ہر مسئلہ کو اس کی دلیل سے قرآن کریم یا حدیث پیغمبر ﷺ یا اجماع یا قیاس سے جانتا ہو۔ اور ہر ایک دلیل کے معنی اور مراد اور تاویل کی خوب تحقیق کی ہو۔

محدث :-

وہ شخص ہے کہ صرف احادیث کی مہارت کو جیسا سنا جمع کیا ہو، معنی اور مراد اور عمل اور تاویل اس کی جانتا ہو یا نہیں۔ اور احکام عملی کو دلیلوں سے جانے یا نہ جانے۔ جیسا کہ بہت سے محدثین کا یہی حال تھا۔

### معیار صحت حدیث

پھر جب کسی مجتہد اور فقہ نے جس حدیث کو صحیح کہا ہو تو پھر کسی محدث کا اس کو ضعیف کہنا کچھ محیر نہیں ہے۔ خصوصاً جیسے مجتہد امام اعظم جن کا نانہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ کے نانہ سے بہت نزدیک تھا۔ اور وہ تابعین میں سے تھے۔ بہت سی حدیثیں انہوں نے صحابہ سے سنیں تھیں، اور بہت سی تابعین سے، جیسا کہ درختار کے خطبہ میں ہے۔ سو انہوں نے جس حدیث کو صحیح غیر منوع کہا ہے، اور بعد ان کے



ہزاروں فقیہوں نے بھی جو اس حدیث کو تحقیق کیا، تو جیسا امام اعظم نے فرمایا تھا ویسا ہی پایا، تب انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں درج کیا اور فقہ کے مسئلہ پر اس حدیث کو دلیل لائے تو اب اس حدیث کے صحیح ظہیر منسوخ ہونے میں کس طرح کا شک شبہ نہیں رہا۔ پھر ان کے بعد کوئی ایسے محدث جو امام سے بہت پیچھے تھے۔ اور درمیان ان کے اور حضرت پیغمبر خدا ﷺ کے آٹھ آٹھ دس دس واسطے راویوں کے بلکہ زیادہ گزرے۔ اور ان کا مرتبہ اجتہاد کا جیسا کہ امام اعظم کا تھا نہ تھا۔ بلکہ قریب بھی نہ تھا بلکہ ان کو فقہت میں بھی ایسا کمال نہ تھا۔ جیسا کہ فقہائے حنفی کو علم فقہ میں تہر تھا۔ اگر انہوں نے اپنے مذہب کی رعایت کی وجہ سے یا تعصب کے رو سے یا اپنی تحقیقات کے لحاظ سے یعنی جن راویوں کے واسطے سے ان کو وہ حدیث پہنچی وہ لوگ انکے نزدیک معتبر نہ تھے۔ اگر اس حدیث کو ضعیف کہا تو ایسے شخص کا ضعیف کہنا امام اعظم اور ہزاروں فقہاء کے صحیح کہنے کے مقابل میں انکے مقلد کے حق میں بلکہ ہر منصف کے نزدیک ہرگز قابل اعتماد کے اور لائق اعتبار کے نہیں ہے۔

### عمل بالحدیث کا طریقہ

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو حدیث فقہ کی معتبر کتاب میں ہے عمل کے باب میں زیادہ محترم ہے اس حدیث سے جو حدیث کی کتاب میں ہے اس واسطے کہ فقہانے التزام کیا ہے کہ جو حدیث صحیح اور ظہیر منسوخ ہے فقط اسی کو فقہ کی کتاب میں درج کر کے ہر مسئلہ پر دلیل لائے ہیں اور جو حدیث ضعیف ہے اس کو اکثر تصریح کر دیا ہے کہ فلاں حدیث ضعیف ہے اور اگر کوئی حدیث مؤول ہے تو اس کی تاویل کو دلیل کے

ساتھ بیان کیا ہے اور اگر منسوخ ہے تو اس کے منوخت کی وجہ کو لکھا ہے برخلاف محدثین کے کہ انہوں نے صرف اسی بات کا التزام کیا کہ جو حدیث کسی معتبر سے سنی اس کو اپنی کتاب میں جمع کیا پھر وہ اور کسی طرح سے ضعیف ہو یا ماول ہو یا منسوخ ہو یا نہ ہو جیسا کہ چھ کتابیں حدیث کی کہ صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں ان میں ان تینوں قسم کی حدیثیں بھری ہوئی ہیں چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی نے فہرست مشکوٰۃ فارسی کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے جس کا عکس یہ ہے اور امام بہام نے فتح القدیر میں پکار کر بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ میں لکھا ہے پھر کوئی ایسی حدیث کہ جس پر امام اعظم مجتہد مقدم کا اور بہت سے مجتہدین اور محدثین اور فقہاء اور فضلاء کا عمل ہو اور ان سب نے بالاتفاق اس کو صحیح ظہیر منسوخ لکھا ہو اور فقہ کی کتاب میں بھی وہ منسوخ ہو۔ اگر کوئی حدیث اس کو ضعیف کہے یا دوسری حدیث اس کے قائل کسی حدیث کی کتاب میں ملے۔ تو حنفی کے حق میں بلکہ ہر مذهب کے نزدیک اس حدیث سابق میں کچھ غلط واقع نہ ہو گا۔ اور اس کے موافق عمل کرنے میں ہرگز نقصان نہیں۔

## سوال

سوائے صحاح ستہ کے اور کتابیں حدیث کی مثل رذی، اور غلاوی، اور مسند امام ابو حنیفہ، اور موطا امام محمد، اور مستدرک حاکم، اور بیہقی، اور طبرانی، وغیرہ ضائع اہل سنت و جماعت اور محدثین کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں؟ اور صحاح ستہ میں حدیثیں

ضعیف اور معلول بھی ہیں یا نہیں؟

جواب :-

اولاً جانا چاہیے۔ کہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے قرآن کے لکھنے اور جمع کرنے کو فرمایا تھا۔ پھر بہت سے اصحاب نے اپنی سبھ اور یاد کے موافق قرآن فریفت کو جمع کیا تھا۔ لیکن ترتیب و تہذیم و تاخیر میں اختلاف تھا۔ پھر بعد حضرت کے سبب اصحابوں نے اتفاق کر کے ایک طریقہ پر مقرر کیا۔ اس سبب سے کلام الہی ایک جگہ جمع ہوا اور اس میں اختلاف نہ پڑا۔ بخلاف احادیث کے کہ حضرت نبی ﷺ نے نہ لوگوں کو جمع کرنے کا حکم فرمایا، اور نہ صحابہ نے مل کر جمع کیا، بلکہ ان کے بہت چھپے لوگوں نے کہ بعض ان کے فاصل تھے۔ اور بعض صرف لکھنا جانتے تھے۔ الگ الگ انہوں نے اپنی یاد کے موافق اور جس نے جس تھور لوگوں سے سنا ایک جگہ جمع کر کے ایک کتاب بنائی سو، اس لئے احادیث میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ اور سب احادیث ایک جگہ میں جمع نہ ہوئیں۔ اور اسی بہت سے صحاح ستہ جو حدیث کی چھ کتابیں لوگوں میں مشہور ہیں۔ ان کے درمیان بھی بہت اختلاف ہے۔ اور ان میں سب قول اور فعل حضرت کے جمع نہیں ہیں۔ بلکہ ان چھ کتابوں کے سوا بہت سی کتابیں حدیث کی اور ہیں۔ اور جیسے وہ چھ کتابیں مستحبر ہیں ویسے وہ بھی مستحبر ہیں۔ جیسے مسند امام ابو حنیفہ، اور موطا امام محمد، اور مجتہ امام محمد، اور آثار امام محمد، اور رزق، اور طحاوی، اور طبرانی، وغیرہ اور اس قدر جانتا بہت ضرور ہے کہ یہ چھ کتابیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں ان میں سب حدیثیں صحیح نہیں ہیں بلکہ ان میں حدیثیں ضعیف اور معلول بھی ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ فارسی کے مقدمہ میں لکھا ہے اور امام ابی ہمام نے فتح القدیر میں پکار کر

بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ میں لکھ دیا ہے اور عبارت فتح اللہ کی یہ ہے۔

لیس حدیث صریح فی جہر التسمیۃ الا وقی اسنادہ مقال عند اہل الحدیث ولہذا اعرض عنہ ارباب المسانید المشہورۃ فلم یخرجوا شیئاً منها مع اشتمال کتبہم علی احادیث ضعیفۃ

نماز میں بسم اللہ اونچی پڑھنے کے بارے میں جو بھی صریح حدیث ہے اس کی سند پر اعتراض ہے محدثین کے نزدیک اسی وجہ سے مشہور ارباب مسانید نے ایسی کوئی حدیث ذکر نہیں کی حالانکہ ان کی کتب میں احادیث ضعیفہ موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ اونچی بسم اللہ والی احادیث بہت ہی ضعیف ہیں۔

## سوال

اس نانہ میں ان چار مذاہبوں کو چھوڑ کر پانچواں طریق نکالنا۔ یا اور کسی مذہب پر چلنا درست ہے یا باطل اور حرام؟

## جواب :-

اجماع علماء سے ثابت ہوا کہ ان چار مذاہب کے سوا پیروی کرنی کسی کی۔ خصوصاً ایک نیا مذہب نکال کر اس کو رواج دینا۔ بہت سے عوام لوگوں کو بلکہ خواص کو شک اور تردد اور ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اور اس جہت سے شریعت کا انتظام جاتا رہتا ہے۔ اور دین میں فتنہ اور فساد پڑتا ہے۔ اس لئے اس نانہ میں نیا مذہب پانچواں نکالنا اور اس کو رواج دینا باطل اور حرام ہے۔ چنانچہ اکثر علمائے دیندار اور فہمے نیک

کردار نے، اس کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے۔

اسمع المحققون على منع العوام من تقليد اعيان الصحابة بل  
عليهم اتباع الذين يوبوا فهدبوا ونقحوا وجمعوا وعليه بنى ابن  
الصلاح منع تقليد غير الاربعة لان ذلك لم يدر في غيرهم  
اتفاق کیا محققین نے منع کرنے پر عوام کو تقلید کرنے سے صحابہ کی بلکہ ان پر واجب  
ہے پیروی کرنی ان مجتہدین کی جنہوں نے علم فقہ کو جمع کیا اور تفصیل کیا اور آراستہ  
اور خلاصہ بنایا اور اسی بنیاد پر ابن صلاح نے کہا کہ سوائے ان چار اماموں کے اور کسی کی  
تقلید منع کی جائے گی، اس واسطے کہ یہ سب باتیں اور کسی مجتہد میں معلوم نہیں ہوتیں۔  
اور اشہاء میں ہے۔

وما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع وقد صرح في التحرير  
ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة  
لانضباط مذاهبهم وكثرة اتباعهم

اور جو حکم مخالف ہو ان چار اماموں کے قول کے سواہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی  
ہے امام ابن ہمام نے تحریر میں کہ تمام علماء کا اجماع ہوا ہے۔ اس مذہب کے عمل نہ  
کرنے پر جو مخالف ہے ان چار اماموں کے اس واسطے کہ ان اماموں کا مذہب ضبط اور  
آراستہ ہوا ہے اور انکی پیروی کرنی والی بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔ یعنی ان اماموں کے  
مقلدین سوادا عظم اور بہت لوگ ہیں اور سوادا عظم کی تابعداری کرنے کو حضرت پیغمبر  
ﷺ نے واجب فرمایا ہے تو پھر اس سے معلوم ہوا کہ جس نے ان چار اماموں میں  
سے کسی ایک کی پیروی نہیں کی تو وہ سوادا عظم سے دور رہا اور پیغمبر ﷺ کے حکم کا  
مخالف بنا اور ان کے فرمان کے بموجب مستحق جہنم کا ہوا جیسا سابق مذکور ہوا ہے کہ

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنِّي شَذَّ شَذٌّ فِي النَّارِ

یعنی پیروی کرو بڑی جماعت مسلمانوں کی کیونکہ جو شخص دور رہے گا جماعت کی پیروی سے تو وہ بڑی جہنم میں۔ اور نہایت المراد میں لکھا ہے

وفی زماننا هذا انحصرت صحة التقليد فی هذه المذاهب الاربعة  
فی الحكم المتفق علیہ سنہم وفی الحكم المختلف فیہ ایضا قال  
المناوی فی شرح الجامع الصغیر ولا يجوز اليوم تقليد غیر الائمة  
الاربعة فی قضاء ولافتاء

ہمارے اس زمانہ میں منہسر ہوئی ہے تقلید ان چار مذاہب میں خواہ حکم مستفق ہو  
خواہ حکم مختلف پس ان چار کے ماسوا اور کسی کی تقلید درست نہیں ہے اور کہا ہے  
مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں جائز نہیں ہے اس زمانہ میں تقلید کرنی سوائے ان چار  
اماموں کے نہ تو قضا میں نہ فتویٰ میں یعنی نہ تو قاضی کو درست ہے ان کے مذہب کے  
سوا حکم کرنا اور نہ مفتی کو جائز ہے فتویٰ دینا۔ اور تفسیر احمدی میں ہے

قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما يجوز للاربع فلا يجوز  
الاتباع لمن حدث محتدا مخالفا لهم

بلو شہ واقع ہوا ہے اجماع اس بات پر کہ تقلید نہیں جائز ہے مگر ان چار اماموں میں سے  
ایک کی پھر جائز نہیں ہے پیروی کرنی اس شخص کی جو اس زمانہ میں نیا مجتہد ہو اور وہ  
قائف ہو ان چار اماموں کا۔ اور اسی تفسیر احمدی میں لکھا ہے۔

والانصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة واتباعهم فضل الہی  
وقبولیتہ عند اللہ تعالیٰ لا مجال فیہ للتوجیہات والادلة

اور انصاف یہ ہے کہ منحصر ہونا مذہبوں کا ان چار مذہب میں اور منحصر ہونا پیروی کا انہیں چار میں یہ فصل ہے اللہ تعالیٰ کا اور مقبولیت ہے اسکی۔ پھر اس بات میں دلیل اور توجیہ کو کچھ دخل نہیں ہے۔ اور فہرہ سفر السعادت کے ۳۸ صفحہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کے مجتہدین نے پیغمبر ﷺ کی حدیثوں اور ان کے اصحاب کی روایتوں کو جن کو ناسخ کو منسوخ سے، اور صحیح کو غیر صحیح سے، جدا کر کے، تحقیق اور تاویل فرما کر، ان کے درمیان موافقت اور مطابقت دیکر، ایک مذہب مقرر کیا ہے۔ عوام مسلمانوں بلکہ عالموں کو فی زمانہ وہ قوت اور طاقت کہاں ہے، کہ یہ کام ان کے ہاتھ سے نکلے۔ ان کی راہ یہی ہے کہ مجتہدین کی پیروی کریں اور ان کے طریقہ پر چلیں۔ (ترجمہ تمام ہوا)

اور بعض علماء نے مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کے روایت سے یوں لکھا ہے کہ چاروں مجتہدین نے جو فرمایا ہے کہ جو کوئی ہمارے قول کو برعکاف حدیث صحیح کے پائے تو چاہیے کہ وہ حدیث پر عمل کرے کہ فی الحقیقت ہمارا مذہب یہی ہے۔ تو یہ کہنا ان کا، ان کے زمانہ سے ملتا رکھتا ہے کیونکہ ان کے بعد اجتہاد جاتا رہا اور تقلید لازم ہوئی۔ اس لئے بعد ان کے جتنے علماء گزرے باوجودیکہ ان کو مسائل کے نکلانے کی قوت، اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم، اور فقیہوں کے اشکوف کی شناسائی، حاصل تھی پھر بھی وہ اجتہاد کی راہ نہ چلے۔ اس واسطے کہ جیسی سبھ کی مضبوطی، اور غور کی قوت، اور دل کی سترائی، اور قلب کی روشنی، اور بے طمع، اور نیت کی درستی، اور خواہش نفسانی سے دوری، اور پرمیز نگاری، اور سلیقہ عربی زبان کی سبھ کا ہدیم لغتوں کے موافق، ان مجتہدین میں تھا لہٰذا ذات میں انہوں نے نہ پایا، اور ویسی تحقیقات اور تلاش، اور قوت مسائل کے نکلانے کی انہیں حاصل نہ ہوئی۔ اور مسئلوں کے

نا درست اور درست کرنے میں کوئی دوسری راہ، سوائے ان لوگوں کی مقرر کی ہوئی راہ کے میسر نہ آئی تو حکم کیا اجتہاد کے حرام ہونے، اور چاروں اماموں کے تقلید کے واجب ٹھہر جانے پر۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کریں کہ اچھے طریقہ اور مضبوط راہ پر چلے کہ جن میں بہت باتیں نیک پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کی سرشت میں یہ بات ہے کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر نازاں ہوتا ہے اور دوسرے کے کمال کو اگرچہ مجمل اعتقاد رکھتا ہو پھر بھی بسبب اس کے کہ اس کے دل میں ایک بات ٹھہر رہی ہے اچھی بات بھی ان کی قبول نہیں کرتا، پھر اپنے برابر کے لوگوں کے قول کا تو کیا ٹھکانا۔ پس اس صورت میں اگر کوئی شخص اجتہاد کی شرطیں حاصل کر کے خلافت اگلوں کے احکام جاری کرتا تو ہر کوئی کیا ناقص، اور کیا متوسط اپنی استعداد کے موافق ایک نئی راہ پر چلنے لگتا۔ اس میں یہاں تک اختلاف واقع ہوتا۔ کہ جمعیت شریعت کے احکام کی عبادات اور شعاعت میں باقی نہ رہتی اور ٹوٹ جاتی۔ اور امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جاتا۔ چنانچہ جب تک چار مذاہب پر لوگ مضبوط نہیں ہوئے تھے اور ان کی پیروی نہیں اختیار کی تھی ستر اور کئی فرعے ہو گئے تھے مگر بعد اس کے جب علماء نے ان چار مذاہبوں کو خوب ضبط کیا۔ اور انکے موافق، احکام کو ہر طرف جاری فرمایا۔ اور ایک نیا مذہب بنانے کو باطل اور حرام ٹھہرایا۔ تب ان چار کے سوا دوسرا نیا مذہب کسی نے نہ نکالا۔ شاید کسی نے نکالا ہو تو بسبب اجماع علمائے دیندار کے۔ اور مدد سے بادشاہ دین پناہ کے۔ جاری اور رواج نہ ہونے پایا۔ خلاصہ ان کی عبارت کا تمام ہوا۔ اور فتویٰ علماء حرمین قریفین میں ہے۔

والحاصل انه لا ينبغي لعقل ان يختار في الدين طريقة الا ما ارتضاها السلف والخلف وتواترت روايته وحصل الاجماع في كل



عصر علی حقۃ ذلک ولم یوجد متصف کذلک الا ما اجمع علیہ  
العلماء من حقۃ المذاهب الاربعۃ عسراً بعد عصر وتلقیہم الامۃ  
بالقبول واما ما لم ینقل متواتراً ولم یجمع علی حقۃہ ولم تلقہ  
الامۃ کلہا بالقبول فلا یلتفت الیہ ولا یعول علیہ

حاصل یہ ہے کہ لائق نہیں ہے کسی عاقل کو۔ کہ اختیار کرے۔ دین میں کسی  
طریقہ کو۔ مگر وہ طریقہ کہ پسند کیا ہو اس کو اگلے علماء اور پچھلے فضلاء نے۔ اور روایت اسکی  
تواتر سے ہوئی ہو۔ اور حقیقت اس کی علماء کے اجماع سے ہر زمانہ میں ثابت ہوئی ہو۔ اور  
ایسا کوئی مذہب نہیں پایا گیا۔ مگر یہی چار مذہب۔ کہ سب علماء نے ان کی حقیقت پر  
اجماع کیا ہے۔ اور تمام امت نے انکو قبول کیا ہے۔ اور جو مذہب کہ تواتر سے منقول  
نہیں ہے۔ اور علماء نے بھی اس کی حقیقت پر اجماع نہیں کیا ہے۔ اور سب مسلمانوں  
نے بھی اسکو قبول نہیں کیا ہے۔ تو اس کی طرف التفات اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے  
گا۔ یعنی ایسا مذہب تقلید کے قابل نہیں۔

خلاصہ :-

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے حکم نکالنے کے واسطے  
بہت سے امور ضروری ہیں کہ تفصیل انکی اس مقام میں نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے  
صرف مثال کے لیے چند باتیں کہ ہر عوام اور خواص اسکو بے تکلف سمجھیں  
یہاں بیان کی گئیں۔ اور انکے سوا اور شرطیں بھی ضروری ہیں کہ ان کے مضمون کو  
سچی سمجھنا ہر ایک عوام کو دشوار ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں  
میں مفصل اور مصرح ہے۔ اور ان سب شرطوں کا اس زمانہ میں پایا جانا سنت مشکل اور

بہت دشوار ہے بلکہ متعذر اور محال ہے۔ چنانچہ سابق جو شرطیں بطور نمونہ کے مذکور ہوئی ہیں اس کے مطابق میں غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس واسطے اس زمانہ میں بلکہ زمانہ دراز سے سب عالموں نے جب خوب دریافت کیا کہ قرآن اور حدیث سے بالاستقلال حکم نکالنا نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ ہر حدیث کو ثابت کرنا اور اس کے راویوں کا حال دریافت کرنا اور صحیح اور حسن اور ضعیف و غریب کو تحقیق کرنا اور مجمل اور مائل اور ناخ، و منسوخ، کو تمیز دینا اور ہر ایک کی غرض اور مراد کو پہنچنا بالاستقلال یعنی صرف اپنی سمجش اور جستجو سے حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ آخر کار لاچار ہو کر، ہشیان بن کر، ان سب شرطوں کو حاصل کرنے کے لیے کسی محدث یا مجتہد یا فقیہ کی تقلید کرنی پڑے گی تو ابتداء سے تقلید کسی مجتہد کی اپنے اوپر واجب کر لے۔ اور اسی واسطے سب علماء نے اجماع کیا اس بات پر کہ جس مجتہد کے اجتہاد پر تمام علماء کا اتفاق ہو اور سب فاضلوں کے نزدیک اس کا اجتہاد مقبول ہو اور مذہب اس کا نقل تواتر سے منقول ہو اور مسائل اور قواعد اسکے مذہب کے بلاشبہ مفصل و مروی ہوں تو ایسے کی تقلید درست ہے پھر کوئی مجتہد ان اوصاف کے ساتھ سوا۔ نہ ان چار ائمہ کے پایا نہیں گیا۔ اور کوئی مذہب ان اوصاف کے ساتھ سوائے ان چار مذہب کے ثابت نہیں ہوا اسی واسطے سب علماء اور تمام فضلاء کا اجماع اس بات پر ہوا ہے کہ ان چار مذہب میں سے ایک مذہب کی پیروی کرنی واجب ہے اور اسکے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید یا دوسرے کسی طریقہ کی پیروی جائز نہیں ہے اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ صرف علمائے حنفیہ نے یہ اجماع کیا ہے بلکہ دوسرے مختلف مذہب کے علمائے بھی اسی بات پر اجماع کیا ہے۔ جیسا کہ چوبیسویں سوال و جواب میں بہت سی کتابوں سے مذکور ہوا ہے۔ پھر غائباً تفصیل کی حاجت نہیں ہے لیکن بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب سے لکھا جاتا

ہے۔ نہایتہ الراو فرح مقدمہ ابن عماد میں ہے۔

وفی زماننا قد انتحسرت صحة التقليد فی هذه المذاهب الاربعة فی الحكم المتفق علیہ بینہم وفی الحكم المختلف فیہ ایضاً۔ لا باعتبار ان مذاهب غیرہم من السلف باطلہ وانما باعتبار ان مذاہبہم وصلت الینا بالنقل المتواتر یرویہا جماعة بعد جماعة فی کل ساعة من زمانہم الی زماننا هذا لا یمکن عد الروایة ولا احصائہم فی اقطار الارض و بینت لنا شروط مذاہبہم و فصلت مجملاتہا وقیدت مطلقاتہا بالنقل المتواتر بخلاف مذاہب غیرہم من السلف فانہا نقلت الینا بطریق الا حاد فلو فرض ان حکماً من احکام نقل عن بعض مذاہب السلف بطریق التواتر یحتمل ان یمکن مجملہ لم یفصلہ ناقلہ وان لم یفصلہ ناقلہ او شرطاً یتوقف القول بصحتہ عند ذلك المجتہد فیکون العمل بہ باطلاً فلہذا الامر حصرتنا صحة التقليد فی اتباع المذاهب الاربعة لا غیر۔

خاصہ مضمون اسکا یہ ہے کہ اس نانہ میں تقلید منسخر ہے انہیں چار میں سے ایک مذہب میں اور ان چار کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید درست نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ان چار اماموں کا مذہب نقل متواتر سے منقول ہوا ہے اور انکے نانے سے لیکر اس نانہ تک استدرر ولوی ان مذاہب کے گزرے ہیں کہ شمار کرنا انکا ممکن نہیں ہے اور ان مذاہب کی شرطیں اور تفصیل خوب بیان کی گئی ہے بحکاف اور مذہبوں کے کہ وہ تواتر سے مروی نہیں ہیں۔ اور تفصیل ایسی نہیں ہوئی ہے تو شاید کوئی کام مجمل ہو جسکی تفصیل نہ ہوئی ہو یا کوئی قید چھوٹ گئی ہو یا کوئی شرط کہ جس پر صحت اس قول کی

موقوف ہو۔ "مستروک ہوئی ہو تو ان صورتوں میں عمل اس پر باطل ہوگا اس واسطے انہیں چار مذاہب میں تقلید منسخر ہوئی ہے۔

اور شافعی علماء نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر شافعی الذہب "کہ" فاضل اور محدث اور مصنف کتاب بلوغ الرام کا ہے اور شافعیوں کے نزدیک بڑا معتد اور معتبر ہے "نے فتح البین نے شرح اللہ بعین اثانیسویں حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

امافی زماننا فقال ائمتنا لایجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی و مالک و ابی حنیفہ و احمد و رضوان اللہ علیہم اجمعین لان ہولاء عرفت قواعد مذاہبہم و استقرت احکامہا و خدمہا تابعوہم و حرروہا فرعا فرعا و حکما حکما فلا یوجد حکم الا و هو منصوص لہم اجمالا او تفصیلا بخلاف غیرہم فان مذاہبہم لم تحرر ولم تدون کذلک فلا تعرف لہا قواعد حتی تخرج علیہا احکامہا فلم یجز تقلید ہم فیما حفظ عنہم منها لانه قد یكون مشروطاً بشروط اخرى وکلوها الی فروعہا من قواعدہم فقلت التقتہ بجمعہ ما یحفظ عنہم من قید او شرط فلم یجز التقلید حینئذ

خلاصہ ترجمہ :-

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ہمارے اماموں نے یعنی شافعیوں نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں ان چار اماموں کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے اس واسطے کہ ان اماموں کے مذاہب اور ان کے قاعدے خوب معلوم اور مشہور ہیں اور مسئلے انکے خوب ثابت ہیں

اور انکے متبعین نے انکے مذہب کو خوب ضبط کیا ہے۔ اور بالتفصیل ہر ایک کو لکھ ہے خلاف اور مجتہدین کے کہ انکا مذہب لکھا ہوا نہیں ہے اور قاعدہ انکا معلوم نہیں اور تفصیل انکے مذہب کی منقول نہیں اور مسئلے انکے مذہب کے ضبط نہیں۔ اسواسطے دوسرے مذہب پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور مالکی علما نے بھی ایسے ہی کہا ہے جیسا کہ علامہ ابراہیم بن مرعی سرخی "کہ مالکی المذہب اور فاضل اور محدث اور مالکیوں میں معتد علیہ ہے" نے فتوحات الوہب فی شرح الاربعین النووی کی اثنا عشریوں حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

ما عرف عن هؤلاء الصحابة الأربعة بعضهم أولى بالاتباع من بقية الصحابة إذا وقع بينهم الخلاف إلى قوله وهذا في المقلد الصرف في تلك الأزمنة القريبة من زمن الصحابة أما فيما بعد ذلك فلا يجوز تقلد غير الأئمة الأربعة مالك وأبي حنيفة والشافعي وأحمد لأن هؤلاء عرفت قواعد مذاہبهم واستقرت أحكامها وخدمها تابعوهم وحرروها فرعاً فرعاً وحكماً حكماً۔

خلاصہ اسکا یہ ہے۔ کہ جو حکم شرع کا ان چار علیفوں سے یا ان کے بعض سے معلوم ہوا ہے۔ وہ مقدم ہے دوسرے صحابی کے قول پر۔ اور یہ بات اس زمانہ کے مقلد کے حق میں تھی لیکن اس زمانہ کے بعد جائز نہیں ہے تقلید سوائے ان چار اماموں کے یعنی مالک ابو حنیفہ شافعی احمد کیونکہ انکے مذہب کے قاعدے سب معروف ہیں۔ اور مسائل انکے خوب ثابت اور مشہور ہیں اور ان کے متبعین نے خوب ضبط کیا ہے اور ہر ایک بات کو مفصلاً لکھا ہے۔

ب اصل اس سب کا یہ ٹھہرا کہ شریعت کے علماء اور ہر مذہب کے فضلاء کا

اجماع اور اتفاق اس بات پر ہو گیا ہے کہ اس زمانہ میں تھلید ایک لام کی ان چار اقساموں میں سے واجب ہے۔ اور ان کے سوا اور کسی کی تھلید درست نہیں ہے۔ اور کسی عوام کو بلکہ اس زمانہ کی خواص کو بھی اپنی سمجھ کے موافق قرآن اور حدیث پر عمل کرنا۔ اور اپنی سمجھ پر اعتماد کر کے مسئلہ نکالتا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی فاضل یا درویش اس اجماع سے ٹکایا اس نے اس اتفاق کے برخلاف کیا ہو یا اسکے مخالف کہا ہو تو اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اجماع کہ حدیثوں کی رو سے پیروی کرنی اس کی واجب ہے "وہ اس سے عبارت ہے کہ اکثر علمائے دیندار اور فضولے نیک کردار ایک بات پر اتفاق کریں۔ پھر اگر کوئی شخص اگرچہ وہ عالم بھی ہو اس اجماع میں شریک نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ خود اجماع کے برخلاف ہو اور جماعت کا مخالف بنا جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب الاعتصام میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنُ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ۔

یعنی پیروی کرو جماعت کی سو بہت بات یہ ہے کہ جو جدا ہوا جماعت سے گر پڑا وہ جہنم میں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ ذَنْبُ الْإِنْسَانِ كَذَنْبِ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّاةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِبَةَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ۔

یعنی بے شبہ شیطان آدمی کے حق میں ایسا ہے جیسا بکری یا بکری کے حق میں ہے کہ پکڑتا ہے بکری بھٹکی ہوئی اور دور پرٹی اور کنارے والی کو۔ تو واجب تم پر یہی ہے کہ جماعت اور اکثر مسلمانوں کی پیروی کو لازم کرو۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ  
الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ عَنْ عُنُقِهِ.

یعنی جو کوئی جدا ہوا جماعت سے ایک باشت کے اندازے تو بے شبہ اس نے اسلام کا  
ڈورا اپنی گردن سے نکالا۔ غرض ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اکثر مسلمان جس  
بات پر اتفاق کریں۔ وہ واجب ہوتا ہے اور بعض کا خلاف کرنا کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔  
بلکہ جو اکثر کا مخالف ہوا تو اس پر خوف صلاّت کا۔ اور ڈر جہنم کا ہے اور جو کوئی  
جماعت کی پیروی کریگا تو وہ ہدایت پر رہیگا اور صلاّت سے بچے گا۔

اللهم ثبت قلوبنا على شريعتك ورضاك واقم اقدامنا على  
طريقتك وهداك وصل وسلم على رسولك سيد المرسلين  
 واصحابه الراشدين وتابعي صحبه الهادين سيما على  
سيد المجتهدين امامنا وامام المسلمين وعلينا وعلى جميع مقلديه  
الى يوم الدين واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

برفتوی ہذا از اول تا آخر نظر کردم ظاہر شد کہ مسائل مندرجہ آن مطابق عقیدہ اہل سنت  
وجماعت وموافقت طریقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ است حنفی الذہب را اعتقاد و عمل  
بر طبق ان واجب و مستقیم است۔

فی  
کتاب  
الاحکام  
والعرفان  
فی  
الاحکام  
والعرفان

فی  
کتاب  
الاحکام  
والعرفان  
فی  
الاحکام  
والعرفان

ترجمہ۔۔۔ میں نے اس فتویٰ کو اول سے اخیر تک دیکھا ہے اس کے مندرجہ تمام مسائل اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق اور امام اعظم ابو حنیفہ کے طریقہ کے موافق ہیں۔ لہذا حنفیوں پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس کے مطابق عقیدہ رکھیں اور اس کے مطابق ہی عمل کریں۔

جوابہائے این رسالہ ہمہ صحیح و درست ہیں کم و کاست موافق آیات قرآن و مطابق احادیث سید پیغمبر ﷺ و بحسب اجماع علمائے راہنیں بر طبق اتفاق فصول کا ملین است۔ مخالف این ہمہ مسائل در حقیقت مخالف آن دلائل است۔

محمّد و جہ	فضل الرحمن	بشر الدین	الحق نور
مدرس اول مدرسہ کلکتہ	مدرس اول مدرسہ مشرق	مدرس دوم	مدرس سوم
محمّد تضلع	عجیب العزم	محمّد ابراہیم	حنان حسن
مدرس چہارم	مولوی نسیہ	معاون اول	معاون دویم
محمّد مظہر	محمّد حسن		

ترجمہ۔۔۔ اس رسالہ کے تمام جوابات بغیر کسی کمی بیشی کے صحیح اور درست ہیں آیات قرآن کے موافق اور احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔ نیز علماء راہنیں کے اجماع اور فصول کا ملین کے اتفاق کے مطابق ہیں۔ ان تمام مندرجہ







محمد علی بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

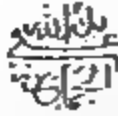
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد  
محمد بن محمد

جمعیت علمائے ہند کی طرف سے  
حکومت سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی  
قراردادیں

Phone- 3311455  
3317729  
FAX : 3316173

**Jamiat-Ulama-i-Hind**  
1 HAUZU SIKH ZAFAR MARG, NEW DELHI-110 022

بسم الله الرحمن الرحيم



**جمعية علماء الهند**

Ref No \_\_\_\_\_

Date \_\_\_\_\_

إن جمعية علماء الهند إذ تشرف برفع هذه القرارات، إنها متأكدة تماماً من أن المسئولين في المملكة سوف يظفرون فيها بنظرة إمدان، ومذاع من المسئولية الحسبة المتفاد على عواقبهم، أخذين بالإعتبار إن القضية لها أبعاد خطيرة، وفي مقدمتها مسألة المساس بالدين ومبادئ الدين إنا والقول من أن الموضوع سيلقى من إهتمام كبار المسئولين، والعلماء وجامعات وإذرات ومؤسسات المملكة ما يستحقه إن الأمر يحتاج إلى التفكير جدياً، والنظر في الموضوع بآنية وثيرة، وحذية وإجراء التحقيق وتصحيح الأخطاء وإعادة الأمور إلى نصابها ورجو أن لا يكون مصير عربتنا هذه والقرارات المرفقة بها، والتي أقرها منات علماء المسلمين الذين شاركوا في المؤتمر من طوائف الهند وعربتنا، كمصير الطلقات والإلتباسات المعايمة التي سبق وأن وجهناها بهذا الخصوص إلى المسئولين بالمملكة

وأخيراً ندعو الله سبحانه وتعالى أن يوفقنا جميعاً لما يحبه ويرضى من الأعمال الصالحة، وأن يهدينا إلى سواء السبيل وأن يرينا الحق حقاً ويرزقنا إتباعه ويرينا الباطل باطلاً ويرزقنا إجنابه وهو الموفق والمستعان وعليه التكلان.

المخلص

اسعد همداني

رئيس جمعية علماء الهند

بسم الله الرحمن الرحيم

## حكومة المملكة العربية السعودية

(المرقم ١٦)

بسم الله الرحمن الرحيم  
 والحكومة السعودية لا تتردد في خدمة حجاج بيت الله الحرام، فإنها قد عملت ولا تزال  
 تعمل وتعمل لكي تكون كافة وسائل وسبل الحج والعمرة آمنة وسهلة وسريعة والسلامة  
 لائس وسال وورسك معس السك السك السك السك السك السك السك السك السك السك السك السك  
 والعمال لتحقيق الإنجاز و... بين المسلمين إبقاء ميراث الله، تسلك مسلك الاعتدال  
 والمهج الوسط في المؤتمر... و... السك السك السك السك السك السك السك السك السك السك السك  
 المملكة العربية السعودية بقيادة خادم الحرمين الشريفين - حفظه الله ورعاه ومنعه بالصحة  
 والعافية - محمداً كرم، في سبيل رسالة الإسلام ورسالة الدعوة والآداب، ويعني من حسن  
 تحقيق هذا الهدف كافة الوسائل الممكنة ومن حملها طمع... السك السك السك السك السك السك السك  
 العلمية والمطوعات الدينية إن هذه الخدمات واضحة ورسالة الشمس يعرفها الناس  
 والداني ولا يحد بها إلا من عصى قلبه، إن المسلمين في كل مكان في العالم يعتقدون الآمال على  
 المملكة العربية السعودية وترى قلوبهم إلى قيادتها الرشيدة، وهم يتفكرون فيما الحير في كافة  
 مناحي الحياة

ولكن مد شعس نطع وسكر كس ومطوعات برعاية المملكة، وتحت  
 سمع وبصر المستنزلين فيها، تفس مشاعر المسلمين في كافة أنحاء العالم سوء، إن إصدار مثل  
 هذه الكتب والمطوعات قد حرج مشاعر المسلمين وترك في قلوبهم أثراً سيئاً، كما أنها أضرت  
 بوحدة الأمة الإسلامية من الناحية الدينية. فهذه الكتب حياء لتهديد الوحدة، وتفرق الفرق  
 والتشتت إن السواد الأعظم من الأمة المسلمة هو أهل السنة والجماعة وهم يتفكرون ويعتقدون  
 بأى من مذاهب الفقه الإسلامي الأربعة المعروفة فشر كتب تحترق على مواد حارحة عن أدب  
 الحلال الإسلامي، وتضمن ما يجرح شعور الآخرين وتستهدف الإساءة للغير، والعلم في الأمة  
 المذاهب الأخرى، كل ذلك أثار مشاعر الغيرة وأدى إلى شقاق وساب وشتم، وهو أمر لا يقره

فقل فترة محنت الجامعة شهادة الدكتوراة لأحد الباحثين باسمه "شمس الدين الأفعاسي" تحت ذريعة الإعتراف ببحث قلمه بعنوان: —

### "جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية"

علماً بأن هذه الأطروحة (Thesis) نحوى على إبحارات علمية، ونمثل نموذجاً للحروح على الفواعد المنبعة في مجال البحث العلمي وأصول الحرح والتعديل كما أن هذه الأطروحة نحوى على تراجم عبر صحيحة لعبارات علماء جامعة ديوبند، الأمر الذي يعتبر حياة علمية، وبهناً وإثماً عظيماً، فقد وجهت تهمة القبورية والحرابية والثنية والشرك والبدعة إلى علماء جامعة ديوبند وإلى كل من ينتمى إلى الاتجاه الفكرى المسوب إلى علماء هذه الجامعة المعروفة في العالم لسلامة إتجاهها المذهبي والعقيدى. وعلماء ديوبند براء مما يزعم كاتب هذا البحث.

بالإضافة إلى ذلك يصف الباحث المذكور أئمة علم الكلام المنتسبين إلى مسلك "الأشاعرة والماتريدية" بأنهم "جهميون"، وذلك بالرغم من أن الأعلىية من الفقهاء والمحدثين في كل عصر و زمان من حيث المبدأ والأصل هم الأشاعرة والماتريدية وكذلك حاول الباحث المذكور الببل من كرامة الامام كرماني شارح صحيح البخارى، والامام السيوطى، والعلامة ابن حجر الهيثمى المكي، والزرقانى شارح الموطأ وكذلك الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوى، الذى شرح المشكوة، فقد وصف المذكور كل هؤلاء العلماء الأعلام بأنهم "قبوريون" و"ثيون". إن الطائفة التى تطلق على نفسها اسم "أهل الحديث"، تعتبر السواد الأعظم من الأمة الإسلامية التى تنتمى من حيث الأصل إلى الأشاعرة والماتريدية، ثم نعرض إلى المذاهب الفقهية الأربعة - الحنفية والشافعية والمالكية والحنبلىة - بأنهم جهميون، ومرجئة، وقبوريون، وثيون، وخارجون عن إطار أهل السنة والجماعة.

في القضايا والمسائل الشرعية العتق علينا بين الأئمة، الأمر الذي أدى مطيعة الحال إلى حدوث براغ وتفاق بين المسلمين في شبه القارة الهندية، وذلك ليس الا نتيجة لادعاءات هذه الطائفة وقد وصل الأمر الآن إلى درجة التطاول على مقام كتاب الله وتفسيره بالرأي، والتشكيك في الحديث السوي الشريف والإعتداء على مقام عدالة الصحابة رضي الله عنهم أجمعين نظراً لذلك كله فإن هذا المؤتمر:-

- ١- يستنكر ويمدد بسلك جماعة غير المقلدين، ويناضد المسلمين عامة والعلماء خاصة الإجتنا والإبتعاد عن هذه الطائفة باعتبارهم "خزارج العصر الحديث"
- ٢- يدعو المؤتمر علماء المسلمين بهذا مافي وسعهم من طائفة وجهد لتجنب عامة المسلمين المنابر المترنة على نشاط هذه العرقة الجديدة، ويحب عليهم أن لا يدخروا رسعاً في أداء هذا الواجب، عملاً بقول الله سبحانه وتعالى - (وجادلهم بالتى هي أحسن)
- ٣- يباشد المؤتمر العلماء العمل على كشف ريع وضلال هذه الجماعة، كى لا يقع عامة المسلمين في فخهم.
- ٤- يدعو المؤتمر المسلمين عموماً إلى أن يكونوا حذرين وواعين من الدعوة المضلة والدعاية الكاذبة التى يقوم بها بعض الناس تحت أسماء مستعارة مثل "أهل الحديث"، أو "مرحدين"، أو "سلفيين"، وبصفة خاصة ما يكتبونه وينشرونه ويوزعون من الكتب والمشتورات المليئة بالتهجم والتحنى على الأئمة الأربعة، والإمام أبى حنيفة بالذات.
- ٥- وليعلم الجميع إن إتباع أئمة الفقه وتقليد عمل متوارث ومتواصل خلقاً عن سلف، والأمة الإسلامية متمسكة بمبدأ التقليد منذ العهد الأول. لذلك يجب الإحتياط وأحد الحيلة والحذر من هذه الجماعة، ومنع أطفال المسلمين من الإلتحاق بمدارس هذه الطائفة حفاظاً على مشغل أجيالنا وأطفالنا من الوقوع في براثن التسليل العكرى، والتحرر العقدى.



## الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

المرار رقم (٢)

إن هذا المؤتمر الذي يعقد بمبادرة من جمعية علماء الهد وتحت رعايتها  
دو عن السنة النبوية الشريفة وحماة لها من إفساد المعسدين، يعلن -

أن الحرم من السرى من محط أنظار المسلمين في العالم، ومهوى أفئدتهم وذلك  
لأن هذه هي الأرض المقدسة التي إختيارها الله سبحانه وتعالى لرسالته الأخيرة، ولشهر دعوة  
الإسلام من، بوغيد - هذه النعمة الظاهرة من الأرض تعنى بها ثلوث المسلمين وأئمتهم،  
فكن مسلمة في الشرق كآب أو في الغرب، في الشمال كآب أو في الجنوب كآب مشاعر الحب  
والشكر والإحترام نحو هذا المركز الروحي، وبشعر بالفرحة والسرور بسعادة أهل الحرم،  
وبالقلق والإضطراب إذا منهم الضرر أو أخطأتهم مصيبة

إن تأسيس " جامعة الإسلام " بالمدينة المنورة التي طلعت منها شمس  
الهداية الإنسانية وشرورها نور العلم، كان بمثابة تحقيق لأمانى وأمال الأمة الإسلامية التي  
كانت تنتظر منذ عهد بعيد إلى وجود مثل هذا الصرح العلمي ومسح العلم الصافي، كى يكون  
مركزاً لاعداد العلماء وتدريب وتربية الدعاة

ولكن بعد أنعسا مصطربين إلى أن يقول إن سعة الأفاق العلمية في الجامعة  
الإسلامية قدصافت، ولم تعد تعنى بالعرض المطلوب والهدف المنشود من تأسيسها إلا  
"لجنة معينة ذات إتجاه خاص وطابع معين" هذه حقيقة سائرة وواضحة فهذه المؤسسة العلمية  
التي أنشئت لنشر العلوم الإسلامية وتدریس علوم الكتاب والسنة وإعداد العلماء والدعاة،  
قد تحولت عن مسارها المحدد وانحرفت عن الصراط السوى وأصبحت مكاناً لنشاط محموم  
يقوم به الذين يعلنون براءتهم عن مبدأ تقليد أئمة العقبة المعروفين في العالم الإسلامي لمذاهبهم  
العقوبة فهذه الشريحة القليلة التي تسيطر على أزمة الأمور في هذه المؤسسة، تستكف إبتاع  
الأئمة المحجلين، وتعمل جاهدة لإعلان خروج كل من يؤمن بمبدأ تقليد الفقهاء وإتباعهم، عن  
خطيرة الإسلام وبمارسون نشاطهم من فوق مبر هذه الجامعة وإداراتها

أما لحقيقة مؤسفة إن العلماء الذين يحمون على هذه الطائفة التي لا تفضل سوى  
 فئة قليلة، وتعتبر السواد الأعظم من الأمة المسلمة خارجاً عن حظيرة الإسلام، هم المسيطرون  
 على مناصب قيادية ومراكز التدريس في الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، فيولاءهم  
 ضيق أفقهم العلمي، واتجاهاتهم التحررية يشتغلون في إحداث الفروقة بين المسلمين، وحيث أن  
 الجامعة الإسلامية توفد دعاءً ومعرثين إلى أنحاء العالم، يحملون مثل هذه الأفكار والعقائد،  
 ويسلكون نفس الاتجاه الذي تربوا عليه على أيدي أساتذتهم، فيولاء المبعوثين يكون مدور  
 معرفة والشفاف بين المسلمين في كل مكان يلحسون إليه . . .

نظراً لكل هذه الأسباب السالفة الذكر يطالب هذا المؤتمر الحكومة السعودية -

- ١- إعادة النظر في مناهج الدراسة ونظام التعليم والتربية المتبعة في الجامعة  
 الإسلامية بالمدينة المنورة.
- ٢- وضع مناهج جديدة للتعليم والدراسة واعتماد تعليم المذاهب الفقهية الأربعة  
 واعتبارها إلزامياً،
- ٣- وبالأخذ بعين الاعتبار أهمية وضرورة مراعاة قواعد معينة عند تعيين المدرسين  
 والأساندة بحيث لا يكون المدرس متحرراً من حيث الاتجاه العلمي والفكري والديني،  
 ولا يكون ضيق الأفق، وأن يكون متحلياً برحامة الصلوة وصحة الألق، وبنفس الوقت  
 يكون متصفاً بصفات وحاصل حميدة، وينظر إلى كبار أئمة العلم والعقده والحديث من  
 السلف الصالحين بنظرة إحلال وإحترام وتقدير وتعظيم

.....  
 .....

مؤتمر الإسلام في مصر

### الإدانة بأساليب غير مؤدية لفئة غير المقلدين وتمجدهم على الأحناف

الشرع في مصر (١٣)

إن هذا المؤتمر المعتقد تحت رعاية جمعية علماء الهند، ليدرك تماماً إن العلماء الذين قاموا بإحياء الدعوة الإسلامية وحملوا العلم وشروا الإسلام في القارة الهندية، هم كبار كتّابهم من أهل السنة والجماعة، وينسبون إلى مذهب الفقه الحنفي وكذلك كانت أعين الحكمة والأمراء والسلاطين على مذهب الإمام أبي حنيفة. وكان الفقه الحنفي في زمانهم سارحاً ومنعاً في هذه الديار لأن الحكم الإسلامي لعدة قرون، ولم يكن هناك أي خلاف أو براع أو شقاق حتى هذا الأمر. وقد اعترف القوادس صديق حسن خان - وهو أحد علماء جماعة أهل الحديث بهذه الحقيقة بشكل واضح في مؤلفاته

ونك بعد سقوط الحكومة المسلمة، وإتجار بيان النظام النقابي الشرعي في أعقاب سيطرة الاستعمار الإنجليزي على ربيع الهند، ينشر الإحتلال والنسب المكري، ورفع البعض شعار عدم التقليد، وحاولوا الظن في القوانين الإسلامية والبل من المذاهب الفقهية المنه والتمارئة من القرون. وإذا تتبعنا التاريخ لاتفيد أي أثر إنشاء من عهد الصحابة وهو الله عليهم أجمعين والتابعين وأتباعهم والسنن الصالحين لجماعة أو طائفة غير محدودة، وبالوقت نفسه غير منقذة للأئمة المجتهدين. إن العمل المتوارث والمتواتر لدى عامة المسلمين منذ العهد الأول هو أن أهل الاجتهاد يعملون حسب إحتيادهم، والذين لا يقدرون على الاجتهاد كانوا يشعرون - دون أي تردد ولا ريب - ما ذهب إليه المجتهدون من الفقهاء، إلا أن بعض المنحرفين والمتحللين أنشأوا فرقة جديدة بين المسلمين يدعى كل فرد من هذه الفرقة أنه صاحب رأي وله حق أن يجتهد، ولا يجوز له أن يقلد أحداً فكما كانت طائفة أهل القرآن سكران الحديث السوي الشريف وخصيتوا، فإن هذه الطائفة التي تسمى نفسها أهل الحديث، ترفض مبدأ اتباع أئمة الفقه وإحتياداتهم وتنتشر وراء سائر إتياع الحديث دوراً وكذباً إنهم لاسلمون ولا يعترفون بالفقه الإسلامي أو الفقهاء أصلاً، وبدلاً يشعرون بعض المسائل الفقهية التي كانت محل خلاف بين الفقهاء المجتهدين، ثم تجاوزوا هذا الحد وبدلاً من إحتياد

الإسلام في أي حال من الأحوال إن الأمر قد تحوّل هذه الحدود، فقد ظهرت كتب في الممنوعة  
تحتوي على حروح سافر واحراف واضح عن المقاهيم المتوارثة للكتاب والسنة السوية  
والامر الذي يدمي قلوبنا ومحر في المساهمة أن كل هذه الأعمال، واعداد وطبع وتوزيع كتب  
تخرج من غير المسلمين ونظمن في أئمة العقيدة والسلف الصالحين وتحتوي على معاهيم الكتاب  
والسنة، ثم وتعد تحت إشراف علماء ومناخج هم في مكان المستقلة في ادارات ومؤسسات  
الممنوعة وعلى سبل المثال .

#### ١ - نشر كتاب بعنوان - "أهل علماء ديوبند، أهل السنة والجماعة؟"

تم طبع ونشر هذا الكتاب من قبل الإدارات العامة للحوث والإفتاء والدعوة  
والتوجيه - بالرياض، باللغة العربية والأردنية هذا الكتاب محاولة سبنة لاجتراح  
علماء ديوبند (الهند) من دائرة أهل السنة والجماعة علماء بأن جامعة ديوبند معي  
على تأسيسها أكثر من مائة وخمسين سنة، وهي معروفة في العالم كله، ومعترف بها من  
في جامعات العالم الإسلامي الشريعة كأهم الشريعة إنها ليست مدرسة صغيرة  
مجهولة الهوية، فكيف يحوز إعداد وتوزيع مثل هذا الكتاب دون أي تحقيق أو رجوع  
إلى هذه الجامعة أو أية مؤسسة علمية ذات شأن؟

٢ - لخص المحرر على طبع وتوزيع ترجمة معاني القرآن الكريم لفضيلة الشيخ  
محمود حسن الديوبندي رحمه الله، مع أنه ترجمة علمية دقيقة وأنيقة لا تشوبها طائفة،  
وهي ترجمة معروفة ومتداولة في نواحي أهل العلم منذ سبعين سنة الماضية وتحظى  
باهتمام جميع العلماء كمرجع مستند ومعتمد وبدلاً من ذلك تم اعتماد ترجمة أخرى  
(باللغة الأردية) للشيخ محمد جوناغري، بالرغم من خروجهما وإنحرافهما عن مسلك  
السلف الصالح

٣ - طبع وتوزيع كتاب بعنوان "الديوبندية" مراراً وتكراراً وهذا الكتاب مليئ بتهكم  
سافر وطعن واضح في العلماء الربانيين الذين لا يمكن لأحد أن يتكبر لخدماتهم الجليلة  
لكتاب الله وسنة رسوله. ومما زاد الطين بلة هو أن مؤلف هذا الكتاب قد استعان في

إعداداته معزلات وكتب أهل الدعة والصلالة. والتي ملئت ما كادمت واقتراءات لا  
أساس ليا ولاسد من الضجة

٤- مع شهادة الدكتوراه لباحث أعاد. كما أن تحت عنوان ..

### "جهود علماء الحتمية في إثبات عقائد الغزوية"

إن الباحث المذكور قد نحرأ وتحى على العلماء الرئيس المشهور له بالحير  
والصلاح، والنورخ والتفوى وحسية الله، والذين قصرا حياتهم في خدمة كتاب وسنة،  
والدفاع عن الشريعة، ومحاولة البدع والتحرفات والصلالة

نظرا لكل هذه الأسباب السالفة الذكر والأصالة بزيادة بأعلاء يطالب هذا الاجتماع  
لمعقد تحت رعاية جمعية علماء الهند، حكومة المملكة العربية السعودية -

١- حرص الحظر والرقابة الشديدة على شأن أستاذ له لاء الذين يحرون في حشد  
الامة كسوسة

٢- إتخاذ كافة الإجراءات الكفيلة بجمع وحظر مثل هذا النشاط المسموم من داخل  
المملكة لأن صدور مثل هذه الكتب ونزوعها باسم المملكة محاولة مدمرة للإساءة  
إليها ونشوبه سمعنا الطبية في أنظار مسلمي العالم وقلوبهم فبحب الحفاظ على هذه  
السمعة الطبية واحترام المكانة المرموقة

٣- إصدار تعليمات بشأن التحقيق في أمر هذه الكتب والخطوط، واتخاذ إجراءات  
رادعة في حق كل من وجد مرتكبا لها، تناديا لتكرار حدوثها.

\*\*\*\*\*  
\*\*\*\*\*

خیانت اور جھوٹ سے لبریز  
ایک غیر مقلد کی دو کتابوں سے  
مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر عبداللہ عبود کا

اعلانِ براءت

مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر عبد اللہ عبود کا

## شمس الدین افغانی کی تدلیس سے اعلان براءت

ترجمہ: مفتی محمد حزل حسین، کا پڑیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اب سے کچھ روز قبل سعودی عرب میں دو کتابیں منظر پر آئیں۔ جس میں سے ایک کتاب کا نام ہے ”عداء المقربینہ للعقیدۃ السلفیۃ“ اس کے مصنف کا نام سرورق پر ”الشمس افغانی“ تحریر ہے، یہ کتاب مکتبہ الصدیق، طائف نے شائع کی ہے۔

اس کتاب کے مصنف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی یہ مطبوعہ کتاب درحقیقت اس کا ایم اے (ماہستری) کا مقالہ ہے جو اس نے مدینہ یونیورسٹی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا اور اس مقالہ پر اس کو یہ سند ملی تھی۔

یہ مقالہ جب چھپ کر منظر عام پر آیا تو اس میں ابو منصور الماتریدی پر مختلف تہمتیں اور ان کی طرف بہت سے بے بنیاد اقوال منسوب کر کے ان کی شخصیت اور ان کے ماننے والوں، خصوصیت کے ساتھ مفتی علماء کو بدنام اور مجروح کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اہل علم اور خصوصاً مفتی علماء کو اس سے بہت رنج ہوا کہ کیا مدینہ یونیورسٹی اس قسم کے کامیاب اور مبنی بر جہل مرکب مقالہ پر ایم اے کی ڈگری دیتی ہے؟ اور کیا مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور علماء میں اس قدر تعصب ہے؟

اسی طرح دوسری کتاب جس کا نام سرورق پر تحریر ہے:

”جہود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبورۃ“ اور مصنف کا نام تحریر ہے: شمس

الدین الافغانی۔

یہ کتاب دارالصمیمی، ریاض نے شائع کی ہے۔

اس کتاب کے متعلق مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب دراصل اس کا مقالہ ہے جسے اس نے مدینہ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا اور اس مقالہ پر اس کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔

یہ کتاب جب منظر عام پر آئی تو اس میں براہ راست امام ابو حنیفہ، ان کے شاگردوں: امام ابو یوسف، امام محمد اور دیگر علماء احناف اور خصوصیت کے ساتھ برصغیر کے اکابر علماء دیوبند مثلاً: مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا محمد قاسم نانوتوی و دیگر کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئیں جو انھوں نے نہیں کہیں اور یہ ظاہر کیا گیا کہ علماء احناف اور علماء دیوبند سب قبر پرست اور مشرک ہیں۔

پہلی کتاب کی طرح یہ کتاب بھی پختہ مدینہ یونیورسٹی کے ذریعہ اور اس کے ایک قابل قدر عالم کی زیر نگرانی مرتب ہوئی تھی اس لیے علماء احناف کے غم و غصہ میں مزید اضافہ ہوا فطری بات تھی اور مدینہ یونیورسٹی اور اس کے اساتذہ اور محققین کے متعلق حوضانہ ذہنیہ رکھنے کے رجحان کو تقویت ملنا ایک بدیہی عمل تھا۔

(لیکن جیسے کہ مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، تحریف اور علمی خیانت جس طرح کبھی یہودیوں کی پوشیدہ نہیں رہ سکی، اسی طرح ان کے کابینوں کی بھی نہیں رہ سکتی)

اللہ کالا کھلا کھ شکر ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مصنف کے مدخل و فریب اور اس کی تحریف و خیانت کو اسی مقالہ کے مشرف (ڈائریکٹر) اور مدینہ یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر جناب ڈاکٹر صالح بن عبداللہ احمہ نے آشکارا کیا اور دنیائے غیر مقلدیت کا پردہ چاک کر دیا۔ (ناقل)

جناب ڈاکٹر صالح بن عبداللہ احمہ دسے جو حقائق بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں:

اس شخص کا اصل نام مس الدین محمد اشرف ہے اور اس کی شہریت یونیورسٹی کے ریکارڈز کے مطابق پاکستانی ہے، اس شخص نے ۱۴۰۵ھ میں مدینہ یونیورسٹی کے کلیہ الحدیث سے فراغت حاصل کرنے کے بعد قسم اللہ ما ات علینا میں (ماہستر) میں داخلہ لیا، اور مقالہ لکھنے کے لیے جو موضوع پیش کیا وہ یہ تھا:

۳۱ المقارنہ و موقفہم من توحید الأسماء والصفات .

مدینہ یونیورسٹی کی مجلس علمی نے یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ طالب علم پاکستان سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کی نشوونما عقیدہ ماترید یہ سے تعلق رکھنے والے علماء کے درمیان ہوئی ہے، اور اس نے بلاد



عرب میں رہتے ہوئے عقیدہ سلف کا بھی اچھا مطالعہ کیا ہے، لہذا اس کے لیے ایک منصفانہ اور معتدل اسلوب کے مطابق بحث و تحقیق کرنے کے امکانات ہیں۔  
چنانچہ جو رسالہ مناقشہ (Viva) کے لیے پیش کیا گیا اس میں محقق مذکورہ نے جو نتائج اخذ کیے تھے وہ یہ تھے کہ:

علامہ ابو منصور اتریدی ایک بلند پایہ عالم تھے اور ان کے بے شمار مناقب و محاسن ہیں، اور انھوں نے مختلف باطل فرقوں پر بڑی جاندار اور مدلل تنقید کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے صفات کمال اور اسمائے حسنیٰ کے اثبات کے متعلق ان کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق ہے، اسی طرح نبوت، معاد، قضاء و قدر اور خلق افعال العباد کے متعلق ان کے عقائد صحیح ہیں اور اگر کہیں کہیں ان کا اختلاف بھی ہے تو وہ اختلاف ایسا نہیں کہ ان کو، یا ان کے تبعین کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا جائے، بلکہ اپنے زہد و تقویٰ میں اور فرق ضالہ باطلہ پر مدد و تنقید کرنے میں وہ اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

چنانچہ محقق مذکور کی مندرجہ بالا تحقیقات اور نتائج کی بنیاد پر ان کو ہجیرہ کی ڈگری دے دی گئی، لیکن پھر بھی ان کو اس مقالہ کو چھاپنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی (واضح رہے کہ کسی مقالہ کا ڈگری کے حصول کے لیے منظور ہو جانا الگ بات ہے، اور اس کے چھاپنے کی اجازت دینا الگ بات ہے، اس رسالہ کو یونیورسٹی کی منگوری کے بغیر نہیں چھاپا جاسکتا ہے، اور جب چھاپا جائے تو اسی مواد کے مطابق جس مواد کے مطابق چھاپنے کی اجازت ملی ہے)۔

ہجیرہ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جب مذکورہ بالا طالب علم نے مدینہ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی میں داخلہ کی درخواست دی تو جامعہ کی مجلس علمی نے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے لیے ان کے لیے جو موضوع تجویز کیا وہ یہ تھا:

”جہود علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القبورۃ“

یہ موضوع تجویز کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ یونیورسٹی سمجھتی تھی کہ یہ موضوع ہجیرہ والے موضوع کے لیے تخریر اور عملیہ کام دے گا، اور اس عنوان پر کتاب لکھ کر یہ ثابت کیا جائے کہ علماء احناف بدعتوں، شرک اور قیود بت پرستی سے دور ہیں، اور علماء عرب کا یہ معتدل موقف مدینہ یونیورسٹی کے حوالہ سے سائنسائے مذہب حنفی بھی دیگر مذاہب یعنی مالکی، شافعی اور حنبلی کی طرح ایک معتدل مذہب ہے اور یہ حدیث و سنت سے اتنا ہی قریب ہے جتنے کے بقید مذاہب ثلاثہ ہیں۔  
ہماری کوشش تھی کہ اس مقالہ کے ذریعہ اپنے حنفی بھائیوں کے دل سے وہ غلط فہمیاں دور کی

جائیں، جو کچھ عرصہ سے ان کے دل میں ہماری جانب سے پیدا کی گئی تھیں اور اس سوچ کو بھی غلط ثابت کیا جائے کہ علماء احناف اور خصوصاً برصغیر کے علماء احناف و دیوبند کے متعلق علماء عرب میں شکوک و شبہات ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ موضوع طالب علم نے خود نہیں اختیار کیا بلکہ ان سے یہ یہ موضوع تجویز کیا گیا، اور انہوں نے اس کو منظور کر لیا، اور اس کے مطابق کام کیا، اور اسی کے نتیجہ میں یہ بات سامنے آئی کہ علماء احناف نے کبھی بھی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے اقوال کی پرستش نہیں کی۔ اسی طرح علماء احناف کا یہ قول بھی نقل کیا گیا کہ اگر کسی نے اللہ کے علاوہ کسی کو عالم غیب جانا یا یہ عقیدہ رکھا کہ مرنے والوں کی رو میں حاضر ہو کر ایسا تصرف کرتی ہیں جیسے کہ زندوں کی رو میں، تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا یہ فتویٰ نقل کیا کہ  
 'اگر اجیر یا سالار مسعود کی قبر پر اس لیے گیا کہ وہ اپنی حاجت وہاں جا کر مانگے تو یہ قتل اور زنا سے بڑا گناہ بے رحم ہے اور یہ بھی بت پرستی کی ایک قسم ہے۔'  
 ان سب حقائق کے سامنے آنے کے بعد اور ایک معتدل اور غیر متعصبانہ تحقیق کے تمام زاویے اور اصول پورے ہونے پر اس موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔  
 لیکن جب یہ دونوں کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئی ہیں تو اس میں دجل، فریب، تحریف اور علمی خیانت کے وہ گل کھلائے گئے ہیں کہ اللہ کی پناہ!  
 پہلی کتاب میں تو نہ صرف یہ کہ اس کے اندر کا مواد وہ نہیں ہے، جس پر مذکورہ بالا طالب علم کو سند دی گئی تھی، بلکہ کتاب کا عنوان اور مصنف کا نام بھی وہ نہیں جو مدینہ یونیورسٹی کے ریکارڈ میں ہے، اور مصنف کے نام سے اس کی شہریت افغانی ظاہر کی گئی ہے جب کہ وہ یونیورسٹی کے ریکارڈ کے مطابق پاکستانی ہے۔

دوسری کتاب میں بھی مصنف کا نام تبدیل ہے اور اس کے اندر کا مواد تو اس قدر زہریلا اور متعصبانہ ہے جو کسی معتدل مزاج عالم کے لیے زیبا نہیں، عام قارئین کو دھوکہ دینے کے لیے مطبوعہ کتاب برفونوکالی کے ذریعے سناٹھین کے نام اور دستخط بھی چھاپ دیئے گئے ہیں جو تحریف و تدلیس اور خیانت کی بدترین شکل ہے، گویا اس سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مطبوعہ کتاب دراصل وہ مقدار ہے جو پیش کیا گیا، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، مثلاً مطبوعہ کتاب میں یہ لکھا گیا ہے کہ

”أن المذهب الحنفی أبعدھا ، أي المذاهب الثلاثة المالکی  
والشافعی والحنبلی عن السنة والتحقیق“ .

ترجمہ: ..... ”مذہب حنفی دیگر مذاہب ثلاثہ کے مقابلہ میں سنت اور تحقیق سے  
بہت دور ہے۔“

مصنف کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صالح بن عبداللہ الصمدی تحریر فرماتے ہیں:

”نفهم من نوله هنا أن هذه المذاهب الفقهية السلفية بعيدة عن  
السنة والتحقیق، وأن الحنفی أبعدھا، وهذا كلام متعصب باطل لا يقونه  
الأ جاهل مرکب، وإن اتنى إلى السلفية“ .

ترجمہ: ..... ”اُس (بدیانت اور خائن مصنف) کے اس جملے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ”تمام  
مذاہب اربعہ سنت اور تحقیق سے دور ہیں، بالبتہ مذہب حنفی سب سے زیادہ دور ہے۔“

یہ انتہائی حق بجانب اور باطل بات ہے، یہ دعویٰ محض کہہ سکتا ہے جو جاہل مرکب (یعنی جاہل  
ور جاہل) ہو، چاہے وہ اپنی نسبت سلفیت کی طرف کرتا ہو۔“

آخر میں ڈاکٹر صالح بن عبداللہ الصمدی لکھتے ہیں:

”والجامعة الاسلامية تبرأ إلى الله تعالى ثم إلى المسلمين ولا تهم  
وعامتهم من هذا التلبیس ومن هذا الاسلوب المحافی للعلم النافع ومن  
هذا العهل المتعمد وهو امر محافی ما كنا نظنه به، وقت طلبه العلم فی  
الجامعة ولا حول ولا قوة الا بالله العظیم“

ترجمہ: ”مدینہ یونہد رشی اللہ کی بارگاہ میں معافی کی طلب گار ہے اور مسلمانوں کے سامنے  
اس قسم کے جہل، دجل و فریب اور تحریف سے برأت کا اظہار کرتی ہے، ہمارے لیے اس  
مخلص کا یہ رویہ بالکل غیر متوقع ہے، ہمیں اس کے اس جہل اور اس کے بد عقیدہ ہونے کا  
علم اس کے زمانہ طالب علمی میں نہیں ہو سکا۔“

آخر میں مدینہ یونہد رشی کے کامل احترام چائلر صاحب نے ناشرین کو بھی متنبہ کیا کہ وہ  
بغیر تحقیق کے کتابیں شائع نہ کیا کریں۔

اور آئندہ بھی جامعہ اسلامیہ المدینہ المنورہ پر کسی ایسی کتاب کی ذمہ داری نہیں ہوگی جس  
کی توثیق اس کی مجلس علمی نے نہ کی ہو۔

# الفكر الإسلامي

## د. العبود يعلن براءة الجامعة الإسلامية

المدينة المنورة - على العمري:  
لقد دبر الجامع الإسلامي  
بأجنحة المنورة في بيان أنه قد  
أخذ طلابها المخرجين منها ويدهم  
شمس الدين محمد الشرف وما أدم  
عليه من جمل وتجهيل في رسالته  
المقدمة لتبيل درجة الملتحق وطبع  
ذلك في كل من كتابه هذه المقريفة  
للعبد السلفية، والقصاب الآخر  
، جهود علماء المنية في أبطال تلك  
القبورية.

والوضع القهرى الملائق والمراحم  
وتتأخر مدة البحث التي تقدم بها  
الأكور والحيث بنه عليه رسالته.  
والبحر من ذلك عند الطباعة  
والنداء في قصود بهما ليس في  
الرسالة وما أجلى فيه.

وإذا بل حى الجبار قصور من  
الصالح من عدائه حتى.

أما هذه الإسلامية.  
المدى له من الصالح والصلوة  
والسلام على رسول الله، والصلوة  
تنتقل ولا عدول لا عن القائلين  
وهم.

لقد أوجها بفكر موضوع مدون  
هذه المرحمة للعقيدة المستند  
من معنى هذه الأمن القهرى  
القصوى، وهذه أنه هو رسالة

المستند التي حصل عليها من  
الجامعة الإسلامية، ونشرته مجلة  
الصديق بالطائف.

كما فوجئنا بها بكتاب مطبوع  
آخر بعنوان جهود علماء المنية في  
أبطال تلك القبورية، ذلك شمس  
الدين الألفي، وهو المسمى تلك  
بالشمس القهرى الألفي في الكتاب  
الآخر نشر في القصصى بالربيع.  
وزعم أنه رسالة المدونة التي  
حصل عليها من الجامعة الإسلامية  
والمنية هي.

أنه جرى تصحيح موضوع رسالة  
مستند بقسم الدراسات العليا  
بالجامعة الإسلامية عام ١٤٠٦هـ  
مختول المقريفة وموافق من  
توحيد الاسم والصفات للطلاب  
الاسكناني شمس الدين محمد  
شرف، وذلك على اعتبار أن المقريفة  
أصدر القهرى الإسلامية القهرى  
الاسكناني وغيره القهرى شرف في  
قصة العقيدة بالجامعة، وعن اعتبار  
في الضمان المذكور القهرى لا يتأخر  
تصحيح المقريفة وتروى في بيئتهم  
العقيدة والعقيدة منذ صغره في  
سلامة ونهجه في صوره القاعة الممتدة  
وكانه القصود في تلك المدون  
شعبها وأما أنه قد نشر من قبله

الحدث بالجامعة عام ١٤٠٥هـ  
وبعد من علوم العقيدة الصحيحة  
وعلى السلاف في بلادنا ماكانه من  
بحث الموضوع بطر وأمناف وهل  
بعضا يستلهم منه ويغيره، أياض  
لقد أوجعنا ونهجه بالوصول إلى  
تجهيله لا القاصم من منسوخ  
المقريفة منقلب وحسن كثره منها  
رموده القوي على القهرى المبطلة  
وموافقه القهرى الستة الممتدة من  
الملك في عبات بعض صلات القائل  
أنه ثقل ومعلم الاسم القهرى له  
تعلق. ويؤيد القهرى وأمناف وظنا به  
والقهرى وظن القهرى العبد وأبطال  
المنى، بما بعد من صلاته التي  
لا تنسى في الثبات ويشكر عليها  
وبينى عليه به.

ولما القهرى بديهة لا يؤمنها  
مطهر كثره من القهرى والقهرى  
والقهرى والقهرى والقهرى والقهرى  
والقهرى على الطرق الصالحة، ولا كان  
قهرى من القهرى من جمع جهاد ومجتمع  
جهاد جرى تصحيح القهرى من جهاد  
وقتها بالطلاب القهرى منقصة.

والخلاصة أن المقريفة بما  
صلى من الحق من قبل الستة  
من القهرى وبما صمد من القهرى  
المدون في القهرى وسر القهرى في



نام کتاب : صلوٰۃ الرسول

مرتب : فیض الرحمن لدھیانوی

صفحات : ۴۸

سائز : پاکٹ سائز

ناشر : تحریک نگر قرآن وحدیث لعل آباد

قیمت : ۶

ذکورہ کتابچہ میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں نماز کا تذکرہ کیا گیا ہے، خاص کر متنازع مسائل میں زیادہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔  
(ن۔۱)

☆

بقیہ : اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد  
ہو۔ حالانکہ ہمارے ہاں امام بیہت کے سنے کے کلامی کفر ہوگا بیہت غولہ مرد ہو یا عورت یہ مسئلہ مسائل جہنمی زہر صلوٰۃ ۹۸ء پر لکھا ہے۔

(۱۳) فرماتے ہیں "اگر کسی آدمی کو نماز جنازہ نہ ملی ہو تو وہ میت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے لیکن ایک ماہ کے بعد اگر ایک ماہ کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں" حالانکہ ہمارے ہاں قبر پر صرف اُس میت کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا جسے بلا نماز دفن کر دیا گیا ہو۔ جس کا جنازہ پڑھا گیا ہو اُس کی قبر پر جنازہ پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ تعلیم الاسلام حصہ چہارم صلوٰۃ ۴۷ پر لکھا ہے کہ جنازے کی نماز کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے موجود ہو۔ اور قبر میں مدفون میت سامنے نہیں ہوتی بلکہ نظروں سے غائب ہوتی ہے۔

گاریمن گرامی "۱۴" ہم دینی مسائل "نامی کیسٹ میں مذکور ہاں مسائل فقہی سے قصاص میں ہیں۔ ایک جاہل آدمی جب اسے سنے گا تو وہ اپنے مسلک کے بارہ میں تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ کیونکہ اسے بتایا گیا ہوگا کہ یہ کیسٹ حرمین شریفین سے آئی ہے اور اس کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔

حضرات گرامی! خدا را اپنے ایمانوں کو دور حاضر کے فتن سے بچانے کے لیے تقلید کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیجیے۔ بصورت دیگر اتحاد و عقد آپ کی روادیک ہا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی اتباع پر قائم و دائم رکھے اور انہی کے مسلک پر ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔

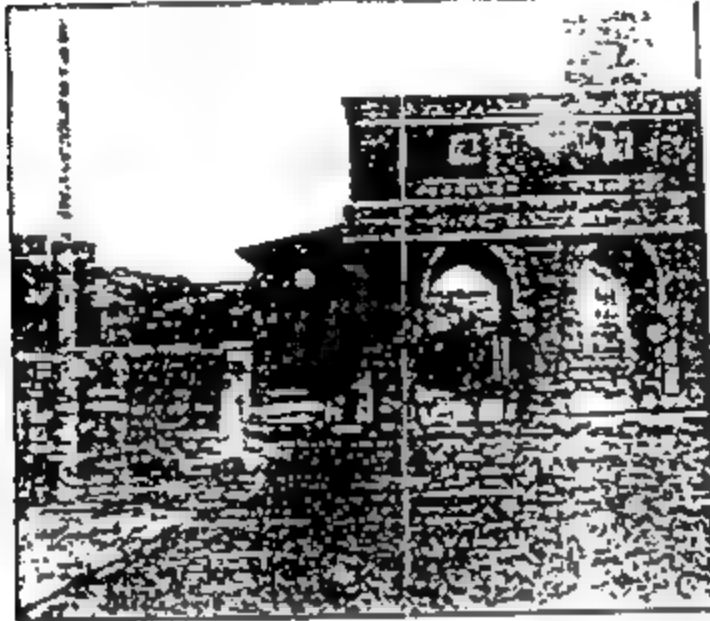
نہیں ہے خدا کا طالب یہ بندہ آزاد



اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد



١٥ ربيع الأول ١٤١٧ هـ - ٩ أغسطس (تم) ١٩٩٦ م. العدد ٤٢٦



مدخل الجامعة الإسلامية

الناشرين على نشر مثل هذا، الذي بدأ  
كانه تسويق للأفكار والفكرية والتعب  
المادي، فعل في شره لستند العلم في  
نشره مثل هذه الكتب والفكرية  
والإسلام ليس الجامعة لا تشمل  
المسؤولية العلمية التي كتاب جديد  
سأله كثير من منبوعات مجلسها  
العلمي

هذا ما نرى بينه والله الهادي إلى  
سواء السبيل وصل الله وسلم وبارك  
على المرسل رحمة للعالمين وعلى آله  
وصحبه أجمعين والتكليف وتنبيهه  
بأنه ليس في يوم الدين

مدير الجامعة الإسلامية بمكة

الطهري

د. صالح بن عبد الله الصود

المطابق الثاني - ص ٢٣ ومثل قوله:  
ص (٢٤) أن المذهب العلمي أعمق -  
أي المذهب الثلاثة - المصطفى  
والشافعي والمذنب - من الكتب  
والشعبي.

وبعض من هؤلاء هناك من هذه  
المذاهب الفقهية السنية بعيدة من  
السنة والنقيب، وإن المذاهب  
المعاصرة، وهذا خلاف مقتضى ما  
لا يهونه إلا خلاف مذهب وإن تنمي إلى  
السنة

والجامعة الإسلامية شر، إن الله  
مقال به أن الشريعة ولا تهم وعادهم  
من الله المصطفى ومن هذه الأساليب  
المطابق لغيره السابق ومن هذا القول  
أضخم إنني أمر معاني ما في هذه  
منه وقد سببه في الحقيقة  
والاحتمال ولا قور - تنه العمل  
العميد، وهي لأعظم من حرة

# مجلة البحوث الإسلامية

تأسست سنة ١٣٨٥ هـ من قبل اللجنة الإسلامية للدراسات والبحوث الإسلامية في الكويت

الأمانة العامة لرئاسة كبار العلماء

رئيس التحرير

محمد بن سعد الشويخ

مجلة فصلية تعنى بالبحوث الإسلامية  
تصدر كل أربعة أشهر وفقاً

الشارع ١١٣٣/١١٣٣ هـ

الرياض، ص.ب. ١٥١١٧

محررين: محمد بن سعد الشويخ محمد بن عبد العزيز بن عبد الله بن مبارك

نصير الدين محمد بن عبد الله بن مبارك محمد بن عبد الله بن مبارك

نصير الدين محمد بن عبد الله بن مبارك محمد بن عبد الله بن مبارك

نصير الدين محمد بن عبد الله بن مبارك محمد بن عبد الله بن مبارك

محمد بن عبد الله بن مبارك

محمد بن عبد الله بن مبارك

محمد بن عبد الله بن مبارك

البحوث الإسلامية

حكم

## الطلاق الثلاث

بلفظ واحد

تأليف: محمد بن عبد الله بن مبارك

محرر في ١٤١٩/١٢/١٩ هـ

الطبعة الأولى: ١٤١٩ هـ

محرر

محرر

محرر

محرر

محمد بن عبد الله بن مبارك محمد بن عبد الله بن مبارك محمد بن عبد الله بن مبارك

## القرار

بعد الاطلاع على البحث المقدم من اللجنة الإسلامية للدراسات والبحوث الإسلامية

والإقرار من قبل اللجنة العامة للبحوث والإفتاء في موضوع

«طلاق ثلاث بلفظ واحد»

وبعد دراسة المسألة ومداولها في المجلس الإسلامي في الكويت ومناقشته ما حل كل قول من قول

لوجل المجلس ما ذكرته إلى استقر حول موضوع الطلاق ثلاث بلفظ واحد ١٤١٩ هـ

قرره في ١٤١٩/١٢/١٩ هـ





## سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی

”مجلس ویت کبار العلماء“ کے سامنے ”طَلَقَاتُ ثَلَاثَ بَلْفِظٍ وَاجِبٌ“ کا مسئلہ پیش ہوا۔ اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ء کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقیں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کئے گئے پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا۔

مسئلہ چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ء) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت و عرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن و حدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر و حدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ ”ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگرچہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔ رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق ذید سے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔ اور اس طریقے پر طلاق دینا اگرچہ حرام و ناجائز ہے لیکن واقعہ میں تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک و موقف چلا آ رہا ہے۔“ اس سیر حاصل بحث کی کارروائی کا مکمل متن ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جسکو کمیٹی کی ”ذیلی شاخ“ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والا فتاء نے تفصیلی رپورٹ کی شکل میں مرتب کر کے کمیٹی کے ”مرکزی بورڈ“ کے سامنے پیش کیا۔ اس تفصیلی رپورٹ و کارروائی کے اخیر میں ذیلی شاخ ”اللجنة“ کے رئیس ابراہیم بن محمد آل الشیخ کے علاوہ نائب رئیس عبدالرزاق عقیفی نیز دیگر دو ارکان عبداللہ بن سلیمان بن منیع اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن نعدیان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

اس کے بعد ۱۲ یقعد ۱۳۹۳ء کو کمیٹی کے ”مرکزی بورڈ“ نے اسی تفصیلی رپورٹ کی روشنی میں ایک

قرارداد پاس کی جس کے متن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے "طلقات ثلاث بلفظ واحد موضوع پر وہ سابقہ بحث جو ہمیشہ کبار العلماء کی منتخب و ماحرہ کمیٹی نے پیش کی ہے۔ اور جس کو اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیۃ والافتاء نے عدون و مرتب کیا ہے ہم نے اس پر اطلاع پائی اس مسئلے پر کامل بحث و تحقیق و تبادلہ خیالات اور جملہ اقوال و مسالک کی چھان بین اور مناقشہ و تجزیہ کے بعد ارکان کمیٹی کی اکثریت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ لفظ واحد سے طلاقات ثلاث کے بارے میں تینوں ہی طلاقوں کے وقوع و نفاذ کا قول اختیار کیا جائے" <sup>۱۳۹۷ھ</sup>

یہ رپورٹ قرارداد نو صفحات پر حاوی ہے۔

یہ پوری بحث و کاروائی مع قرارداد حکومت سعودیہ نے اپنے رسالہ "مجلة البحوث الاسلامیہ" (۱۳۹۷ھ، محرم ۱۴۱۳ھ) الریاض المملکۃ العربیہ السعودیہ میں شائع کی ہے۔ یہ مجلہ اس وقت شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔

جلالہ الملک خادم حرمین حفظہ اللہ نے جہاں توسیع حرمین، تزئین مدینہ، طہارت قرآن کریم، عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دے دیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق "طلقات ثلاث بلفظ واحد" جیسے معرکہ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید و احیاء نو فرما کر اور مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء

جو اس مسئلے سے اختلاف کر کے کٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگرچہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ کٹھی تین طلاقوں ماننا صرف علماء احناف ہی کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ چاروں مذاہب کے آئمہ و اصحاب کے ہاں قطعی متفقہ مسئلہ ہے۔

## خیر الفتاویٰ (مجلد تیسری)

کتاب الطلاق (حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔ اَمَّا بَعْدُ:

دین اسلام خدا تعالیٰ کا کامل دین ہے اور آخری بھی ہے۔ اور صرف اور صرف ایک ہی دین ہے جو محفوظ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ احکام شرعیہ کا کلی علم رسول اقدس ﷺ کو عطا فرمادیا گیا۔ ان ہی کلیات کی تعبیر و تشریح اور تفصیل آئمہ مجتہدین نے فرمائی۔ اور دین کی کاملیت کو آفتاب نیروز کی طرح ظاہر و باہر فرما

دیا۔ اسلام کی کامل تعبیر و تشریح جو خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی اور اسی دن سے آج تک شہرت عام بقائے دوام کی لازوال سعادت سے مشرف ہوئی، اس کا نام فقہ حنفی ہے۔ مشہور اور مسلم مقولہ ہے کہ **وَبُخْصَدِ هَاتَتَقَبِيْنُ الْاَشْيَاءِ** چراغ تاریکی میں چمکتا ہے۔ دوسرے ادیان کو دیکھو آپ کو ایک جز بھی طہارت، عبادات، معاملات، سیاسیات، معیشت، معاشرت کی جزئیات پر نہیں ملے گا۔ ہر طرف ظلمات بعضاً فوق بعض کی طرح نہ ختم ہونے والی تاریکی ہے۔ لیکن اسلام میں ایک ایک کتاب کے سینکڑوں صفحات ملیں گے۔ جن میں ہزاروں جزئیات ہوں گی۔ آپ کوئی ٹیڑھی سے ٹیڑھی اور پیچیدہ سے پیچیدہ صورت مسئلہ بنا کر پیش کریں۔ مفتی صاحبان اصول شریعت سے اس کا حکم آپ کو بتادیں گے۔

یہ خیر الفتاویٰ کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ عبادات سے متعلق نہیں، معاملات سے متعلق ہے۔ اور تمام معاملات بھی نہیں صرف طلاق کے مسائل پر مشتمل ہے، جو معاشرہ کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ آپ دنیا بھر کی لائبریریوں کی سیر کر لیں۔ عیسائی، یہودی، ہندو، بدھست، جین مت جیسے دین کے دعوے داروں کے ہاں تلاش کریں۔ اس جلد کا سوواں حصہ بھی کسی مذہب میں طلاق کی جزئیات نہیں ملیں گی۔

حضرات مجتہدین اور مفتیان کرام پورے دین کے محافظ اور پھر سے دار ہیں۔ اور تفصیل و تشریح بھی فرماتے ہیں۔ جامعہ خیر المدارس ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے۔ اس جامعہ کے بانی عارف کامل جامع بین الشریعہ والطریقہ استاد العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ تھے۔ خالق کائنات نے رنگارنگ مخلوق پیدا فرمائی۔

ع اے ذوق اس جہاں کو ہے ذی ب اختلاف سے

ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور اس میں دو قسم کی شہوت رکھ دی۔ ایک شہوتِ بطن، دوسری شہوتِ شرم گاہ۔ شہوتِ بطن بقاء اصل کے لئے ہے۔ تاکہ انسان کو بھوک لگے۔ وہ کھائے پئے اور اس مشینری کے چلنے کے لئے خون کا پٹرول پیدا ہوتا رہے۔ اور شہوتِ شرم گاہ بقاءِ نسل کے لئے ہے۔

## تورات اور طلاق

تورات میں ہے: ”اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے۔ اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔ اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسری مرد کی ہو سکتی ہے۔ پھر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا، اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے نکاح نہ کرنے پائے۔ کیونکہ ایسا کام خدا

وند کے ہاں مکروہ ہے۔ (استثناء ۴: ۱۲۴) دیکھئے یہاں نہ طلاق کی تعداد معین ہے اور نہ ہی طلاق کی کوئی عدت ہے جس میں دونوں کو سوچ بچار کا موقع ہو۔ یا برادری و احباب ان کو سمجھا سکیں۔

## انجیل اور طلاق

اور فریسیوں نے پاس آ کر اسے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے ان سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔ اسلئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دونیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں شاگردوں نے اس سے اس کی بابت پھر پوچھا۔ اس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے خاوند کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔“ (مرقس ۱۰: ۲-۱۳) جناب یسوع نے طلاق کا جواز ہی ختم کر دیا۔

## اسلام اور طلاق

یہود کے ہاں طلاق پر کوئی پابندی نہیں اور عیسائیوں کے ہاں طلاق جائز ہی نہ تھی۔ اسلام نے طلاق کو نہایت ناپسندیدہ تو فرمایا، بوقت ضرورت اس کو حلال بھی فرمایا۔ مگر یہ پابندی لگا دی کہ مرد کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق کا حق ہے۔ جب اس نے تین کی گنتی پوری کر دی تو اب اسے رجوع کا تو حق کیا ہوتا اس عورت سے نکاح کا بھی حق نہیں ہے۔

## دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دور نبوی ﷺ میں حضرت ابو درداءؓ، حضرت رفاعہ قرظیؓ، حضرت عبادہؓ کے والد نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دی تو آنحضرت ﷺ نے اسلامی حکم کے مطابق یہی فرمایا کہ اب تم ان سے نکاح نہیں کر سکتے، جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کریں۔ ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی مدخولہ عورت کو طلاق ہوئی ہو۔ اور اسے تین طلاق کہا گیا ہو اور پھر آنحضرت ﷺ نے اس بیوی کو رکھنے کی اجازت دی ہو۔

## دور صدیق رضی اللہ عنہ

رسول رحمت ﷺ کے بعد بکر صداقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے زمانہ خلافت میں بھی ایک واقعہ پیش نہیں کیا جاسکتا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو کہا ہو تجھے تین طلاق اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم بیوی کو پھر رکھ لو۔

## دور فاروق رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے دور سے تیسرے سال مسائل شرعیہ کے بارہ میں بھی اعلانات فرمائے۔ آپ نے حرمت متعہ کے حکم کا تاکید اعلان فرمایا۔ اور یہ کہ جس عورت کو کہا جائے تجھے تین طلاق وہ تین ہی شمار ہوں گی، اور بیس رکعت تراویح باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا اور کسی ایک شخص نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ کتاب وصنت کے ان احکام پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا

## دور عثمانی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان یا ان کے دور خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم رجوع کر لو۔ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

## دور مرتضوی

اور دور مرتضوی میں ایک بھی نام نہیں لیا جاسکتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق یا سو طلاق وغیرہ کہا ہو اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا ان کی خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ تم پھر بیوی کو رکھ لو۔

## سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ نے خود اپنی بیوی کو غصہ میں فرمایا کہ تجھے تین طلاق۔ پھر آپ اس پر پریشان ہوئے مگر کہیں سے یہ فتویٰ نہ مل سکا کوئی مفتی نہ تھا جو یہ فتویٰ دیتا کہ جب آپ دونوں مل بیٹھنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کر لیں۔

## دور تابعین

رافضیوں نے ایک شرارت کی۔ ایک بوڑھے کو کہا کہ تو یہ حدیث لوگوں کو سنایا کر کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے تو اس کو ایک قرار دیا جائے

گا۔ وہ بوڑھا خفیہ خفیہ بیس سال تک اس کو بیان کرتا رہا۔ حضرت امام اعظمؒ کو اس کی بھنک گئی تو فوراً اس بوڑھے کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی غلط بیانی کا اعتراف کیا۔ اس طرح پہلی صدی میں رافضیت کا ڈنک نہ چل سکا۔ اور کوئی حرام کو حلال نہ کر سکا۔ دور تابعین ۱۷۰ھ تک ہے۔ اسی دور میں ۱۳۵ھ سے ۱۵۰ھ تک مذہب حنفی مدون ہو گیا۔ جو کتاب وسنت کی پہلی جامع اور مکمل تعبیر و تشریح تھی۔ اور یہ مذہب اس دور میں تواتر سے پھیل گیا۔ اور آج تک متواتر ہے۔ اس میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں کو تین ہی قرار دیا گیا۔ اور ایک آواز بھی کسی صحابی یا تابعی کی طرف سے اس کے خلاف نہ اٹھی۔ امام محمدؒ کتاب الآثار میں واضح کاف الفاظ میں تحریر فرما رہے ہیں: لا اختلاف فیہ۔ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

### دور تبع تابعین

یہ دور ۲۳۰ھ تک ہے۔ اس دور میں امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذاہب مدون ہوئے۔ ان تینوں مذاہب میں بھی بالاتفاق یہی مسئلہ لکھا گیا کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

### تیسری صدی

اب مذاہب اربعہ کا چلن عام تھا۔ اگر کوئی صاحب ہمت کر کے تاریخ کے کسی مستند حوالہ سے ایسا آدمی تلاش کر دیں تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپے انعام دیں گے۔ اس دور میں بھی مذاہب اربعہ کا ہی چلن تھا کہ ایسی عورت سے رجوع کا کوئی حق نہیں۔ اسی صدی میں مسند امام احمد، دارمی، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، کتب حدیث مدون ہوئیں۔ ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی مذاہب اربعہ کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا۔

### چوتھی صدی ہجری

اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرتے تھے۔ جو اس علاقے میں درساؤ عملاً متواتر ہوتا، خواہ وہ فقیہ ہو یا قاضی محدث ہو یا مفسر، اس صدی کے تقریباً ۲۰۲ جلیل القدر محدثین کا تذکرہ ذہبی نے کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بھی سنی محدث کے بارے میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ غیر مقلد تھا۔ اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیتا تھا۔

### پانچویں صدی

اس صدی کے ممتاز علماء سب کے سب مذاہب اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ جلد ہفتم میں تین طلاق کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ لیکن مذاہب اربعہ کے اجماعی

مسئلہ طلاق ثلاثہ کے خلاف ایک فقرہ بھی کسی کے زبان و قلم پر نہ آیا۔

## چھٹی صدی

اس صدی میں بھی تمام عالم اسلام کے اہل سنت والجماعت فقہاء اور محدثین مذاہب اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔

## ساتویں صدی

یہ دور بھی اسلامی ترقی اور عروج کا دور تھا۔ علم و عمل اور اخلاص کا دور دورہ تھا۔ فقہاء کی گرفت مضبوط تھی۔ اہم طریقت قطب الاقطاب خولجہ معین الدین چشتی اجمیری۔

## صدی علماء کرام کی صحیح کونسل کا فیصلہ

حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کر رکھی ہے۔ جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے، بلکہ خود بادشاہ (سلمہ اللہ) بھی اس کا پابند ہے۔ اس مجلس میں ”طلاق ثلاثہ“ کا مسئلہ پیش ہوا۔ مجلس نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس (۲۷) کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد صاف اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ ”ایک مجلس میں ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔“ بحث ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ میں ہوئی تھی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس مجلس میں یہ اکابر علماء موجود تھے جن کے نام یہ ہیں۔

- |                                   |                             |
|-----------------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ الشیخ عبدالعزیز باز            | ۲۔ الشیخ عبداللہ بن حمید    |
| ۳۔ الشیخ محمد الامین الشنقیطی     | ۴۔ الشیخ سلیمان بن عبید     |
| ۵۔ الشیخ عبداللہ خیاط             | ۶۔ الشیخ محمد المحرکان      |
| ۷۔ الشیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ | ۸۔ الشیخ عبدالرزاق عفیانی   |
| ۹۔ الشیخ عبدالعزیز بن صالح        | ۱۰۔ الشیخ صالح بن غصون      |
| ۱۱۔ الشیخ محمد بن جبر             | ۱۲۔ الشیخ عبدالحمید حسن     |
| ۱۳۔ الشیخ راشد بن حنین            | ۱۴۔ الشیخ صالح بن الحمید ان |
| ۱۵۔ الشیخ مہار عقیل               | ۱۶۔ الشیخ عبداللہ بن ندیان  |

۱۷۔ الشیخ عبداللہ بن سلیمان بن متعب ودیکر علماء کرام اس میں شریک تھے۔

ان حضرات نے قرآن وحدیث اور اجماع کی روشنی میں اپنے اکثریتی فیصلے میں یہی قرار دیا ہے

کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ و موقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تین تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

إِلَّمْ أَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصُّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا مِنْ أَيْمَةِ السَّلَفِ الْمُفْتَخِرِ بِقَوْلِهِمْ فِي الْفُتَاوَى فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ شَيْ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الطَّلَاقَ الثَّالِثَ بَعْدَ الدُّخُولِ يُخْسَبُ وَاحِدَةً إِذَا سَبَقَ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ ذِكْرُهُ إِنْ عِنْدَ الْهَادِي عَنْ ابْنِ رَجَبٍ رَحِمَهُ اللَّهُ

(رسالہ الطلاق المباحات ص ۳۶۶)

گزشتہ صفحات میں جو دلائل و احادیث ذکر کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ہم یہاں پر ان حضرات کی مختصر فہرست ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے قائل ہیں۔

حق جل شلہ اور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علیؓ، کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت انسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت ابو قتادہؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ، حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت مکحول رحمہ اللہ، حضرت قتادہ رحمہ اللہ، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ، حضرت حمید بن عبد الرحمن رحمہ اللہ، حضرت مصعب بن سعید رحمہ اللہ، حضرت ابو مالک اور حضرت عبداللہ بن شداد رحمہما اللہ، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، حضرت امام جعفر صادقؓ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ، حضرت مروان بن الحکم رحمہ اللہ، حضرت سلیمان بن اعلمش کوفی رحمہ اللہ اور حضرت مسروق رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ، امام قاضی ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، حضرت امام اوزاعی و سفیان ثوری و اسحاق و نووی و بخاری رحمہم اللہ و دیگر علماء و فقہائے امت۔

اس مسئلہ پر امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام جعفر صادقؒ، امام محمد بن سیرینؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ رحمہم اللہ، امام احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ و سفیان ثوریؒ و اسحاقؒ و نوویؒ و بخاریؒ رحمہم اللہ و دیگر علماء و فقہائے امت۔

نقل کردہ علماء نے حضرات کے اسلئے گمراہی

امام بخاری رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، امام



قرطبی رحمہ اللہ، شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابین نجم الحنفی رحمہ اللہ، شیخ ابوبکر رازی المعروف بالجصاص رحمہ اللہ، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فی اعلاء السنن، قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ، شیخ عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ فی کتابہ المغنی سید عبد اللہ بن مظفر حسین خدر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابن رشد و علامہ محمد امین المعروف بابین عابدین و شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید المعروف بابین ہمام الحنفی رحمہ اللہ، شیخ محمود بن صدر الشریعہ و عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ و شیخ محمد امین الشنقیتی رحمہما اللہ و مفتی تقی عثمانی صاحب مصنف مکمل فتح المسلمین، علامہ حبیب الرحمن الاعظمی و دیگر فقہائے امت۔

حضرات علماء کرام نے ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے نفاذ والے مسئلے کو ان مسائل اجماعیہ میں شامل کیا ہے۔ جس کے خلاف قضاء قاضی بھی نافذ نہیں ہے، بلکہ قاضی کا اس کے خلاف کیا ہوا فیصلہ ایسے ہی ناقابل قبول ہوگا جیسے صریح قرآن و سنت یا اجماع امت کے خلاف قاضی کا فیصلہ مردود قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے:

”وَلَا حَاجَةَ إِلَى الْإِسْتِخْلَالِ بِالْأَدْلَةِ عَلَى ذِكْرِ قَوْلِهِمْ أَنْكَرُوا قَوْلَ الثَّلَاثِ جُمْلَةً لِأَنَّهُ مُتَعَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ كَمَا خُكِّاهُ فِي الْمَعْرَاجِ وَلِذَا قَالُوا لَوْ خُكِّمَ حَاكِمُكُمْ بِأَنَّ الثَّلَاثَ بِفِيمُ وَاجِدٌ قَوْلُ اجْدَةٍ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهُ لِأَنَّهُ خِلَافٌ لَا اخْتِلَافَ“ (بحر الرائق ص ۲۵۷ ج ۲) کہ اگر قاضی یا حاکم اس اجماع کے خلاف فیصلہ کر دے تو وہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ یہ خلاف ہے نہ کہ اختلاف۔

تفصیل بالا کے مطابق کسی اہل فہم و اہل دیانت کو اس میں شبہ نہیں رہنا چاہئے کہ یہی مسئلہ حق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

۱ گزشتہ صفحات میں قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین فقہائے کرام و ائمہ مجتہدین مفسرین و محدثین اور اجماع امت کی تصریحات مجھے اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ (نیت تاکید کی صورت زیر بحث نہیں) اس مسئلہ کے اثبات کے لئے دلائل بالا صرف کافی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی اوپر ہے۔ (خیر الفتاویٰ جلد ۵ ص ۲۵۰)

ائمہ حرین شریفین کے فقہی مذہب، اجماع و قیاس  
کی حجیت و شرعی حیثیت کے متعلق

حرین شریفین کے امور کے سربراہ الشیخ  
محمد بن عبداللہ السبیل کا مکتوب گرامی اور فتویٰ

عكس

## مكتوب امام كعبه الشيخ محمد بن عبد الله السبيل

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا

الذي كنا لنهتدي لاهله  
الشيخ محمد بن عبد الله السبيل١/٩٢  
١٤١٤/٦/١٥  
١

باكستان - مدينة رحيم يار خان - جامعة دار العلوم الإسلامية -  
الاج الفاضل الاستاذ كبير احمد حسين الله بخش  
درس اول فصول القرآن والمحدثات حفظ الله  
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته - وبعد :-

تقد وعلني عطائكم الكريم والذي تشعرون فيه من محبة  
القرآن أنكم تعرفون الفسيفساء حيلهم جسدان يمدون أحاديث الرسول  
عليه السلام بأنهم يأتونهم فأقول والله التوفيق .

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهداه  
ومحمد .

لقد دأب أمم الإسلام في الماضي والحاضر على عدم كيان الإسلام  
في نفس أبنائه ، وكان حركاتهم المعيشية أن سلكوا طريق التشكيك في القضية  
والظواهر وسفروا بعض الجبهة والبطالة فأثاروا السائل الاختلافية على اتباع  
الذاهب ليؤمنوا بها بينهم وعملهم بها عن الأمور الهامة التي تعيقهم من  
جبهة ، ولقد بدأ المسلمون القضية بقضيتهم ونفسائهم من جبهة أخرى ، ما جعلهم  
يتصلون من أحكام دينهم وذاهم ، فيؤمنون في شرك الأحرار والآراء .

ولقد تنبه لهذه الأماليب في الماضي الأئمة الاعلام فكشفوا النقاب عن وجوه أمم  
الإسلام وتبعهم في جميع مسائلهم ، ملأوا الكتب الصغيرة والكبيرة في توضيح حقيقة  
الاختلاف بين الفقهاء ، وقرروا بين الاختلاف في الأصول والفروع ، ونبهوا الناس على التباين  
وإمام الفايده . (القول في الإسلام ابن تيمية استوحشه بعض السائل الفقيه العلامة  
قال : ) ومن قبل ذلك عار وزير الترتيب لقرن القسمة بين مذاهب أهل السنة حتى يدبرهم إلى الخروج  
من السنة والجماعة ويؤسسون في مذاهب الرافضيين وأهل الطوائف .

وأما كونهم حائلة نعم . هم على مذهب الإمام أهل السنة أحمد بن حنبل رحمه الله الذي أجمع  
المعاني على كونه الإمام أهل السنة . فمن يطمعن في اتباعه لعلهم بالسنة فقد طعن على ما هم عليه



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المرآة السنية للشؤون الدينية والسياسية  
العدد ١٠٠٠

١/٩٤  
١٢٢/٦/١٥  
١٢٢/٦/١٥

أما القول بأنهم يرون أحاديث الرسول على الله عليه وسلم  
فقول : سبحانه هذا بيتان عظيم عظيم : بل يبرأون من العمل  
ذلك ولو وقع لأحد من ترك العمل بحديث من أحاديث الرسول  
عليه السلام يعلم أنه في أن حصل ذلك على عدم العلم به أو عدم إسناده  
الحديث عنه من تركه أو نسيان الحديث أو إضلاله أو دلائله أو إضلاله  
وهو ممارس أو إضلاله فمعه إضلاله أو إضلاله بالاصح للمعاريض .  
وختاماً نأيد بنفسي للسلطان الواسع أن يسلمهم ما وضع عليهم الصانع .  
وأن لا يفتقروا على أنفسهم في أمور تجعل الله يهتبه به . وأسال الله سبحانه  
وعالي أن يجعل كلمة المسلمين على الحق وأن يجعلنا من دعاة مهتدين . والله  
بمناكم . والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

الوزير العام

لشؤون السجدة الحرام والسجدة النبوية

طاهر بن علي بن عبد الله

بسم الله الرحمن الرحيم

بشكركم مولانا عبد الغني طاهر صاحب مرقاة

بسم الله الرحمن الرحيم



میں سے ہے کہ وہ فقہ و فقہاء کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے راستے پر چلے اور بعض جاہلوں اور بے وقوفوں کو سخر کیا۔ سوانہوں نے مذاہب کے متبیین (یعنی مقلدین) کے سامنے اختلافی مسائل کو اچھالا تاکہ ایک طرف تو وہ ان کے درمیان فساد و نزاع برپا کریں اور ان کو ان اختلافی مسائل کی وجہ سے ایسے امور سے غافل کر دیں جو ان کو گھیرے ہوئے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو فقہ و فقہاء پر اعتماد کی دولت سے محروم کر دیں اور ان کو احکام دین اور مذاہب سے باہر کر دیں نتیجتاً وہ ابواء و آراء کے شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ اور البتہ تحقیق ماضی میں آئمہ اعلام ان سازشوں پر متنبہ ہوئے تو انہوں نے ان اعداء اسلام کے چہروں سے نقاب الٹ دیا اور ان کے تمام راستوں میں ان کا تعاقب کیا۔ سوانہوں نے اختلاف فقہاء کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چھوٹی اور بڑی کئی کتابیں تالیف کیں۔ اور انہوں نے اصولی و فروعی اختلاف کے درمیان فرق واضح کیا۔ اور لوگوں پر ان اعداء اسلام کی بری نیات اور فساد مقادیر کو بھی خوب واضح کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فرمان جو بعض فقہی اختلافی مسائل پر بحث کے بعد ہے ملاحظہ ہو شیخ نے فرمایا۔

”اور اس کی وجہ سے ان لوگوں کا معاون بن گیا جو ذیل سنت کے مذاہب کے درمیان فتنہ پیدا کرتے ہیں تاکہ یہ داعیہ بن جائے ان کے اہل سنت والجماعت سے ٹکٹے کا اور رافضیوں اور لحدین کے مذاہب میں داخل ہونے کا۔“

ہر حال ہمارا حنبلی ہونا سو بالکل صحیح ہے وہ یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کے آئمہ امام اہل سنت احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے امام اہل سنت تمام رکھنے پر علماء کا اجماع ہے پس جو شخص ان کے متبعین پر طعن کرتا ہے۔ اپنے عمل بالسنت کے زعم کی وجہ سے وہ حقیقت میں امام موصوف کی ذات پر طعن کرتا ہے یہ بات کہ وہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرتے ہیں سو

مہم کہتے ہیں۔ بات بڑا بہتان ہے۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے آئندہ اس سے بری ہیں بلکہ وہ اس شخص سے بھی بری ہیں جو ایسا کرتا ہے۔

اور اگر ان میں سے کسی کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی حدیث پر عمل ترک کیا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ اس کو اس حدیث کا علم نہیں یا ترک کنندہ کے نزدیک ثابت نہیں یا وہ اس حدیث کو محمول گیا یا اس کا اعتقاد اس حدیث کے عدم دلالت کا ہے یا اس حدیث کے معارض دوسری حدیث کے پائے جانے کا یقین ہے یا اس معارض کی وجہ سے متروک حدیث کے ضعف کا اعتقاد ہے جبکہ وہ متروک حدیث خود معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ بے شک آج مسلمانوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس وسعت اور فراخ دلی کو قائم رکھیں جو ان کے سلف صالحین میں تھی اور اپنے نفسوں پر اس امر کے بارے میں تنگی پیدا نہ کریں جس میں اللہ نے وسعت رکھی ہے۔ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو حق بات پر جمع کر دے اور یہ کہ وہ ہمیں ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ بنادے۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(دستخط) محمد بن عبد اللہ الشنبل

امور مسجد حرام و مسجد نبوی کا سربراہ (جیسزمین)

لور لاما و خلیفہ مسجد حرام۔





بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية

مقراب العامة لشؤون المسجد الحرام والمسجد النبوي

## الإجابة على أسئلة الدكتور / عدنان حكيم من باكستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وأصلي وأسلم على سيدنا محمد عبده ورسوله وعلى آله وصحبه أجمعين  
(السؤال الأول) / هل إجماع الصحابة الكرام البررة والتابعين وفقهاء الأمة حجة شرعية أم لا ؟  
وهل يعتبر مصدراً ثالثاً للتشريع الإسلامي أم لا ؟ وما دليل حجة الإجماع وما حكم مكر الإجماع  
كلها وهل يجوز مخالفة الإجماع ؟

(الجواب الأول) / إجماع الصحابة الكرام البررة حجة شرعية باتفاق العلماء ،  
 وإجماع التابعين وفقهاء الأمة حجة شرعية خلافاً لداود الظاهري الذي يرى أن إجماع غير  
الصحابة ليس حجة شرعية .

والقول بأنه حجة هو الصحيح ، لأن الأدلة على حجة الإجماع عامة لكل إجماع حيث تشمل  
إجماع الصحابة وغيرهم وبذلك يكون القول بأن إجماع الصحابة وحدهم حجة تحكم لادليل  
عليه .

ويعتبر الإجماع هو المصدر الثالث من مصادر التشريع الإسلامي بعد الكتاب والسنة ،  
الأدلة على حجة الإجماع :

الإجماع حجة شرعية عند جمهور العلماء بحسب العمل به والأدلة على ذلك من الكتاب والسنة  
كثيرة يذكر منها مايلي :  
١٩ من الكتاب .

استدلوا بقوله تعالى ﴿ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله  
ما تولى ويصله جهنم وساءت مصيراً ﴾ النساء ١١

ودرجة الاستدلال أن الله سبحانه وتعالى نوحى من يتبع غير سبيل المؤمنين ولو لم يكن محرماً مما نوحى  
عليه ولما جمع به وبين مشاققة الرسول التي هي حرام وإذا كان إجماع غير سبيل المؤمنين حرام كان  
إجماع سبيل المؤمنين واحداً والحكم المجمع عليه هو سبيل المؤمنين ، لأن المراد من السبيل في الآية  
ما أحاط به الإسلام لنفسه من قول أو فعل .

٢) من ألفه عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ﴿إن الله لا يجمع أمتي أو قال أمة محمد صلى الله عليه وسلم على صلاة﴾ أخرجه الزمدي ، وعن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ﴿إن الله لا يجمع أمتي أو قال أمة محمد صلى الله عليه وسلم على صلاة ، ويد الله مع الجماعة ومن شذَّ

سَنَ إلى النار﴾ أخرجه الزمدي .

ووجه الاستدلال أن هذه الأحاديث دلتها المحطفة اتفقت على معنى واحد هو عصمة الأمة عن الخطأ فدل على أن إجماع العلماء حجة شرعية .

وهذه الأحاديث تحسك بها الصحابة ومن بعدهم في إثبات الإجماع من غير خلاف فيها ولا نكير إلى زمان ظهور المخالفين .

حكم مكر الإجماع كلياً . اختلف العلماء في حكم مكر الإجماع القطعي على ثلاثة أقوال .  
الاول: أن انكار الإجماع القطعي يوجب الكفر مطلقاً .

الثاني أنه لا يوجب الكفر مطلقاً .

الثالث . إن كان الإجماع في أمر علم فطما كونه من الدين كالصلوات الخمس مثلاً فإنه يوجب الكفر وإن لم يكن كذلك لم يوجب الكفر .

- أما عن مخالفة الإجماع فإنه لا يجوز لما ذكرنا من كونه حجة شرعية يجب العمل به .

(السؤال الثاني) / القياس مبني على الظن والشي على الظن طوى والله سبحانه وتعالى بهي عن اتباع الظن بقوله ﴿ولا تتقوا ما ليس لك به علم﴾ الاسراء ٣٦ فلا يصح الحكم بالقياس ، لانه اتباع الظن ؟

(الجواب الثاني) / القياس هو المصدر الرابع من مصادر الفقه الاسلامي ودل الألفة الشرح من الكتاب والسنة والإجماع على صحته وعمل به الصحابة والتابعون وفقهاء الأمة عبر العصور وجهور العلماء ذهبوا إلى أنه يجب العمل بالقياس وأنكر ذلك داود الطاهري وإساعه وقالوا بأن القياس ليس حجة شرعية واستندوا إلى أدلة منها ما ذكرته في سؤالك وقد أحب العلماء على أدلتهم ومذكر باختصار بعض الإجابات وإذا أردت التوسع فعليك بكتب أصول الفقه كالبرهان للحرابي والمحصل للرازي والأحكام للامدي وشروح مختصر ابن الخياط وأصول الشرحسي وكشف الأسرار لعبد العزيز البخاري فإن فيها رداً مطولاً على شبهات نقاه القياس .

أما ما سألوه من أيات تنهي عن الظن فلا علاقة له بالقياس ولا يبطئ عليه لأن المهي عنه هو - ع - الظن في العقائد أما الأحكام العملية فكثير من أدلتها طيه ولو اعترنا هذه السهه لـ -  
المصومن الطية الدلالة وهذا باطل .

أما استدلالهم بقوله تعالى ﴿لَا تَقِفْ مَالِيكَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ المراد به: إلهي أن يحيد الإنسان عن مدرك اليقين مع إمكان التيقن واعتماده على الخدش والتحمين وهذا الإلهي لا يشمل القياس الشرعي لأن إلحاق الفرع بالأصل في الحكم له حدود العلة الجامعة بينهما ليس من قبيل القول بعبر علم المهي عنه في الآية ؛ لأن يقوم به اجتهد هو بناء على ما ترجح لديه وأداه إليه اجتهداه ،

(السؤال الثالث) / مادليل حجية القياس الشرعي ؟

(أجواب الثالث) / الأدلة على حجيته استدلال العلماء على حجية القياس بأدلة من الكتب والسنة والإجماع والمقول وسوف نذكر بعضها فيما إذا أردت التوسع فعليك بكتب الأصول التي ذكرتها لك سابقا في رد شبهات منكري القياس .

ومن الكتاب قوله تعالى ﴿مَنْ هُوَ الَّذِي أَحْرَجَ الدِّبَّ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنْ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ الحشر ٢

وموضع الاستدلال هو قوله تعالى ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ ووجه الاستدلال منه أن الله تعالى لما أحرق المسلمين بما حاق بيهود بني النضير أمرهم بأن يعتبروا والاعتبار من العبور وهو العبارة والمقصود قيسوا أنفسهم بهم ، لأنكم بشر مثلهم إن فعلتم مثل فعلهم حاق بكم ما حاق بهم فهذه الآية عامة في الأحد بجميع أنواع الاعتصار ولما كان القياس هو المجاوزة من الفرع إلى الأصل لوجود علة جامعة بينهما انلرح صحت أنواع الاعتبار التي أمر الله تعالى بها ،

ومن السنة عن معاذ رضي الله عنه - رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعثه إلى اليمن قاصيا قال كيف تصبح إن عرص لك قضاء؟ قال أقضي عما في كتاب الله قال فإن لم يكن في كتاب الله؟ قال فبسة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فإن لم يكن في بسة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال اجتهد رأيي لا ألوا قال فصر رسول الله صلى الله عليه وسلم صدري وقال الحمد لله الذي وفق رسول الله لما يرضى رسول الله صلى الله عليه وسلم ﴿رواه أبو داود والترمذي وأحمد والطبرسي وصححه غير واحد من المحققين ،

ووجه الاستدلال أنه صوبه في الانتقال من الكتاب والسنة إلى الاجتهاد والقياس لونه من ألوان الاجتهاد .

الإجماع العمل بالقياس مجمع عليه بين الصحابة وكل ما كان عليه مجمع بين الصحابة حق يجب الالتزام به .

ومن أمثله ذلك ما رواه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه : أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري رسالة المشورة في أعرف الأشباه والنظائر وقس الأمور برأيك » أخرجه البيهقي في الدعي الكري والخطيب الخزاز في الفقه والمحقق .

المقول : إن مصوم الكتاب والسنة معدودة متاهية والوقائع التي تقع للناس غير متناهية هي كل زمان ومكان تظهر وقائع جديدة فإذا لم تقس على نصوم الكتاب والسنة لتحدد الحكم للوقائع الجديدة فإنها تبقى بلا حكم وهو باطل ، لأن الشريعة عامة وشاملة لكل ما يستجد فما من واقعة إلا ولها حكم وعلى المجتهدين استنباطه بناء على قواعد الاستنباط المعروفة .

(السؤال الرابع) / ما مفهوم قوله عليه الصلاة والسلام في من أصاب قلبه أجران ومن أخطأ قلبه أجر .

(الجواب الرابع) / المراد أن الحاكم أو القاضي أو العالم المجتهد إذا اجتهد وبدل وسعه في سبيل الوقوف على حكم مسألة وأعطى في الحكم فإنه لا يلزم بل يوزر على اجتهداته أما إذا أصاب الحق فإنه يضاعف له الأجر فيجوز بأجر الاجتهاد وأجر إصابة الحق .

واشترط العلماء أن يكون عالماً بالاجتهاد وأما إذا لم يكن عالماً وإنما يتكلف الاجتهاد ويدعي العلم فلا يشمل حكم الحديث .

(السؤال الخامس) / ما الحكم إذا اختلفت آراء الفقهاء من المجتهدين جميعاً على حكم واحد في واقعة هل يكون قانوناً شرعياً يجب اتباعه وهل تجوز مخالفته .

(الجواب الخامس) / إذا اختلف الفقهاء المجتهدون جميعاً على حكم واحد في واقعة من الوقائع فإنه بعد إجماعاً لا تجوز مخالفته ويجب اتباعه ومن مخالفته حينئذ يناله الوعيد الذي ذكرناه في الأدلة على حجة الإجماع .

(السؤال السادس) / هل يعتبر القياس ماحداً وأما لأخذ الأحكام الشرعية .

(الجواب السادس) / يعتبر القياس مصدراً وأما تؤخذ منه الأحكام الشرعية بعد الكتاب والسنة والإجماع .

يقول القرطبي قال البخاري في كتاب ( الإحصاء بالكتاب والسنة ) والمعنى لا عصمة لأحد إلا في كتاب الله أو سنة رسوله أو في إجماع العلماء إذا وجد فيها الحكم فإن لم يوجد فالقياس وقد ترحم على هذا ( باب من شبه أصلاً معلوماً بأصل مبين قد بين الله حكمها ليهم السائل ) وترحم بعد هذا ( باب الأحكام التي تعرف بالدلائل وكيفية معنى الدلالة وتصنيفها ) الخاضع لأحكام القرآن ١٧٢/٧

(السؤال السابع) / ما حكم الذي يقول إن أول من قس هو الشيطان .

(الح من السابع) / إذا أراد العائل بقوله الشيطان أول من قاس لأنه ٤: ٤، ٤: ٤ في القرآن في أن  
 من منه ختمتي من بار وحلقته من طين في الأعراف ١٢ ههنا صحيح .

لأنه روى عن ابن عباس والحسن وابن سيرين أنهم قالوا أول من قاس إبليس فاحطاً الناس وقال  
 الحكماء أخطأ عدو الله من حيث فصل النار على الطين وإن كانا في درجة واحدة من حيث هما  
 حاد مخلوق .

أما إذا أراد بقوله الشيطان أول من قاس ابتكار القياس الشرعي ورده والظن به فهذا لا يجوز لأن  
 العلماء الاعلام أحصوا على الأخذ بالقياس ولا عبرة بقول النوراد ومخالفة الإجماع حرام .

(السؤال الثامن) / ما حكم تقليد أحد الأئمة الأربعة في الشريعة الإسلامية .

(الجواب الثامن) / المسلمون إزاء مسألة التقليد صفان :

- الصف الأول وهم المتهجدون أي القادرون على استنباط الأحكام الشرعية من أدلتها وهؤلاء  
 لا يسعهم التقليد بل يجب عليهم الاجتهاد .

لصف الثاني وهم العوام أي الذين لا يقدررون على الاجتهاد وهؤلاء يجوز لهم تقليد أحد الأئمة  
 الأربعة .

والمراد بالتقليد هنا هو اتباع قول الشيخ في المسألة من غير معرفة لدليله معرفة عامة في الصروع  
 الفقهية والدليل على ذلك قوله تعالى في فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون في الأنبياء ٧ وقوله  
 صلى الله عليه وسلم في قصة ذي النجدة المشهورة في فاسألوا إذا لم تعلموا فإنا نعلم الله تعالى  
 السؤال في أخرجه أبو داود وابن ماجة وأحمد والحاكم والطبراني .

وكذلك لو كلف عامة الناس بالاجتهاد لعمد ذلك لما يتطله الاجتهاد من قدرات ذهنية خاصة  
 ورسوخ في العلم ومعرفة بأحوال الناس ووقائهم ، ودأب على طلب العلم وحصر عليه ولو  
 كانت متاحة لكل الناس فإن اشتغالهم بها يؤدي إلى بطلان معاشهم وخراب ديارهم .

(السؤال التاسع) / هل نطق الآية الكريمة في اتعدوا أحارهم ورهانهم أرانا من دون الله في على  
 تقليد الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد .

(الجواب التاسع) / المقصود بالآية أنهم جعلوا أحارهم كالأرمان حيث أطاقهم في كل شيء وقد  
 روى الترمذي عن عدي بن حاتم قال أتت النبي صلى الله عليه وسلم وفي عقي علب من  
 ذهب فقال يا عدي اخرج علك هذا الوزن وسمعه يقرأ في سورة براءة اتعدوا أحارهم ورهانهم  
 أرانا من دون الله والمبح ابن مريم التوبة ٣١ ثم قال أما إني لم يكسروا يعدوهم ولكنهم  
 كانوا إذا أحلوا لهم شئ استحلوه وإذا حرموا عليهم شئاً حرموه .

فأبى الأئمة الأربعة ورحمهم الله من هؤلاء الأحرار الذين يعملون ما حرم الله وجرموا ما أحل الله معاذ الله أن يجعل الأئمة الأعلام في مرحلة هؤلاء الأحرار وهم الذين بدلوا جهدهم وأفسوا أعمارهم في خدمة الشريعة الإسلامية ؛ وما وقع بينهم من اختلاف هو بسبب اختلاف اجتهاداتهم وهم مأجورون في ذلك والقول بأن حكم الآية يشملهم ، فزاد بها . على جهل عظيم .

(السؤال العاشر) / هل التقليد لأحد الأئمة الأربعة بدخل في ذممة الشرك والكفر ؟

(الجواب العاشر) / تقليد الأئمة الأربعة لغير المجتهد جائز ولا علاقة له بالكفر والشرك ، فالأئمة الأربعة ورحمهم الله دعاة حق ودين وهو أنفسهم لتعلم العلم الشرعي وتعليمه حتى يلعبوا حظ كبير منه مكسبهم من القدوة على الاجتهاد فالتقليد لهم من عامة المسلمين على هدى وفلاح . الله تعالى .

(السؤال الحادي عشر) / ما حكم الذي يعتقد أن المقلدين هم يفعلون الشرك والكفر ؟

(الجواب الحادي عشر) / الذي يعتقد هذا عليه أن يدرك أن اعتقاده هذا خطأ لأساس له من القيمة وهذا الاعتقاد يدل على جهل كبير بالشريعة الإسلامية التي عرفت بين الكفر والإيمان والشرك والتوحيد وعليه أن يتعلم من دينه ما يفرق به بين الشرك والكفر وبين الاجتهاد .

(السؤال الثاني عشر) / هل يحتاج الناس إلى تقليد لأحد الأئمة الأربعة أم لا ؟ وهل يؤدي التقليد فيما لا نص فيه إلى صلالة ؟

(الجواب الثاني عشر) / كما فصلنا سابقا فإن غير المجتهد في حاجة إلى أن يقلد المجتهد وتقيد اجتهاد سواء كان فيما لا نص فيه أو في فهم النص حائز ولا يؤدي إلى صلالة بل لا علاقة له بالصلاة إطلاقاً .

وبالله تعالى التوفيق

١١١ ١١١ ١١١ ١١١ ١١١

سیکرٹریٹ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔

عنوان: سوالات کا جواب

نمبر ۱۰-۲۹۶ مورخہ ۸ محرم ۱۴۱۶ھ

مکرم ڈاکٹر عدنان حکیم حفظہ اللہ تعالیٰ بواسطہ شیخ غلام مصطفیٰ بن عبد الحکیم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد، آپ کے ۱۹-۷-۱۹۹۵ء  
کے مکتوب میں بعض سوالات کا جواب طلب کیا گیا ہے اس خط کے حوالہ سے  
فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل امور مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ کے سربراہ کا  
مکمل جواب ارسال کرنے پر خوشی محسوس کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی مرضیات  
پر چلنے کی توفیق دے۔

ڈاکٹر احمد محمد متری: مدیر الجمع القسسی الاسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرکزی ادارہ برائے امور مسجد حرام و مسجد نبوی

مملکت عربیہ سعودیہ

(ڈاکٹر عدنان حکیم کے سوالات کا جواب)

سب تریفیں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے،  
میں درود و سلام کتناہوں محمد ﷺ پر جو ہمارے آقا ہیں اور اس کے بندے اور رسول  
نیر آپ کی اکل پر اور تمام اصحاب پر۔

سوال نمبر ۱۔ کیا صحابہ کرام، تابعین عظام، اور فقہاء امت کا اجماع حجت  
شرعیہ ہے یا نہیں؟ اور کیا اجماع تشریح اسلامی کا نیر ماخذ ہے یا نہیں؟ اجماع کے





جواب۔۔۔۔۔ قیاس فقہ اسلامی کے مآخذ میں سے جو تمام مآخذ ہے اور اس کی جمیعت کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اس پر صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء مت بنے قساقین عمل کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قیاس پر عمل کرنا واجب سے بہتہ و اوٹا بری اور ان کے پیروکاروں نے اس کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ قیاس جمہور شرعیہ نہیں ہے، ان کے دلائل میں سے ایک دلیل وہی ہے جس کا آپ نے سوان میں ذکر کیا ہے۔ علماء نے ان کے دلائل کے جوابات بھی دیئے ہیں، ہم مختصر طور پر بعض جواب ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کو مزید وسعت درکار ہو تو کتب اصول فقہ کی طرف مراجعت کیجئے۔ مثلاً علامہ جوہری کی البرہان، امام رازی کی المحصول، الاحکام للامامی، شریعت مختصر ابن حاجب، اصول سرخسی، اور عبد العزیز بخاری کی کشف الاسرار ان کتابوں میں منکرین قیاس کا تفصیلی رد ہے۔ ہر کیف وہ آیات جن میں اتباع ظن سے نفی کی گئی ہے، ان کا قیاس شرعی سے کوئی تعلق نہیں نہ اس پر منطبق ہوتی ہیں کیونکہ ان آیات میں جس چیز سے نفی کی گئی ہے وہ ہے۔ عقاید میں ظن کی اتباع۔ رہے احکام عملیہ سوان کے اکثر دلائل ظنی ہیں اگر ہم اس شبہ کا اعتبار کر لیں تو ہمیں وہ تمام دلائل شرعیہ ترک کرنے پڑیں گے جو ظنی الدلالت ہیں اور یہ باطل ہے۔ رہا ان کا اللہ تعالیٰ کے فرمان ولا تتقف مالیس لک بہ علم سے استدلال سوان کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود نفی ہے اس بات سے کہ کوئی انسان محل یقین میں امکان تیقن کے باوجود حصول یقین سے انحراف کر کے ظن و تخمین پر اعتماد کرے پس یہ نفی قیاس شرعی کو شامل نہیں کیونکہ فرع و اصل کے درمیان علت جاسمہ پائے جانے کی وجہ سے حکم کے اعتبار سے فرع کو اصل کے ساتھ لاحق کرنا اس حکم کے قبیل سے نہیں جس سے آیت میں منع کیا گیا ہے، یعنی بغیر علم کے قول کرنا، کیونکہ مجتہد اسی چیز کو اختیار کرتا ہے جو اس کے نزدیک راجح ہوتی ہے اور اس کا

سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا است محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ (ترمذی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جماعت سے کٹا وہ اگ میں پڑا۔ (ترمذی) ان سب احادیث کا اختلاف الفاظ کے باوجود مفہوم ایک ہے۔ یعنی مجموعی طور پر امت کا خطا سے معصوم ہونا۔ اس سے ثابت ہوا کہ علماء کا اجماع حجت شرعیہ ہے۔ ہمیشہ ان احادیث سے بغیر کسی رد و قدح کے پہلے صحابہ کرام پھر ان کے بعد والے علماء عظام حجت اجماع کو ثابت کرتے رہے ہیں۔ تا آنکہ بعد میں مخالفین اجماع پیدا ہو گئے۔

منکرین اجماع کا حکم۔۔۔ اجماع قطعی کے منکر کے بارے میں علماء کے تین

قول ہیں۔

(۱) مطلقاً اجماع قطعی کا انکار کفر ہے۔

(۲) مطلقاً اجماع قطعی کا انکار کفر نہیں۔

(۳) اگر اجماعی حکم کا دین میں سے ہونا امر قطعی ہو جیسے پانچ نمازیں تو اس کا

انکار کفر ہے اور اگر اس کا دین میں سے ہونا امر قطعی نہ ہو تو اس کا انکار کفر نہیں۔ تاہم اجماع کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اجماع حجت شرعیہ ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر ۲۔۔۔۔۔ قیاس کی بنیاد ظن پر ہے اور جس چیز کی بنیاد ظن پر

ہو وہ ظنی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظن کی اتباع سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور جس چیز کے پیچھے مت چل جس کا تجھے علم نہیں " (الاسراء۔ ۳۶) لہذا قیاس کے ساتھ حکم بتانا درست نہیں کیونکہ یہ اتباع ظن ہے۔

اجتہاد اس تک پہنچتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔۔۔۔۔ قیاس شرعی کے تحت ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب۔۔۔۔۔ علماء نے قیاس کی حجیت کو کتاب و سنت اور اجماع سے نیز عقلی دلیل سے ثابت کیا ہے، ہم ان میں سے بعض ذکر کرتے ہیں اور اگر مزید دلائل معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو ان کتب اصول کی طرف مراجعت کی جائے جن کا میں نے منکرین قیاس کے شبہات کے رد میں پہلے ذکر کیا ہے۔ کتاب اللہ سے دلیل فرمان الہی ہے۔ **مَوَدَّیْ اُخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتَابِ۔ اَللّٰیہ۔** اللہ وہ ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا۔ پہلے حشر کے وقت تمہارا گمان نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے سو ان پر اللہ کا عذاب ایسے طور پر آیا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا وہ گراتے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں، پس عبرت پکڑو اسے ارباب بصیرت! محل استدلال اللہ تعالیٰ کا فرمان فاعتبروا یا اولی الابصار ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو اس عذاب کی خبر دی جو بنو نضیر پر نازل ہوا تو ان کو حکم دیا کہ وہ عبرت پکڑیں اور الاعتبار العبور سے مشتق ہے۔ اور العبور کا معنی ہے المجاوزۃ یعنی گزرنا۔ مقصود یہ ہے کہ اپنے نفوس کو ان پر قیاس کرو کیونکہ تم بھی ان جیسے بشر ہو اگر تم ان جیسے کام کرو گے تو تمہارے اوپر بھی وہی عذاب اتر پڑے گا جو ان پر اترا۔ پس یہ آیت تمام انواع اعتبار کو شامل ہے اور جب قیاس میں فرع و اصل کے درمیان موجود علت جاسو کی وجہ سے فرع سے اصل کی طرف مجاوزت ہوتی ہے تو یہ بھی اس اعتبار کے انواع میں داخل ہو گا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور سنت سے دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو۔ من کی

طرف قاضی بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا کہ آپ کیسے فیصلہ کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ کے ساتھ۔ فرمایا! اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ کو سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ملے تو پھر؟ کہنے لگے میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اس میں کوتاہی نہ کروں گا رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پہ ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد طیالسی) اور اس کی بہت سے معتقین نے تصحیح کی ہے (وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کتاب و سنت سے اجتہاد کی طرف منتقل ہونے کو درست قرار دیا ہے اور قیاس بھی اجتہاد کے انواع میں سے ایک نوع ہے۔ علاوہ ازیں عمل بالقیاس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور بروہ امر جس پر صحابہ کرام کا اجماع ہو وہ حق ہے اس کا التزام واجب ہے، اس کی مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا مشور حکماءہ تحریری طور پر بھیجا کہ اشیاء و نظائر کو پہچانیے اور امور میں اپنی رائے کے ساتھ قیاس کیجئے (سنن کبریٰ بیہقی، الفقہ و المتفقہ للعلیہ) عقلی دلیل یہ ہے کہ کتاب و سنت کی نصوص محدود اور متناہی ہیں اور لوگوں کو درپیش مسائل غیر متناہی ہیں کیونکہ ہر نان و مکان میں نئے مسائل ظہور پذیر ہوتے ہیں سو اگر ان کے احکام معلوم کرنے کے لیے کتاب و سنت کی نصوص پر قیاس نہ کریں تو وہ بغیر حکم شرعی کے باقی رہ جائیں گے اور یہ باطل ہے کیونکہ شریعت مقدسہ عام ہے اور تمام نئے پیش آمدہ مسائل کو شامل ہے: ہر ہر واقعہ کے لیے شریعت میں حکم موجود ہے اور مجتہدین پر ایذاً ہے کہ وہ استنباط کے قواعد مع وقفہ کے موافق استنباط



سوال نمبر ۳۔۔۔۔۔ سوال اللہ عزوجل کے اسی فرمان کا کیا مطلب ہے جو درست اجتہاد کرے اس کے لیے دواجر میں اور جو غلط اجتہاد کرے اس کے لیے ایک اجر ہے۔

جواب----- اس سے مراد حاکم یا قاضی یا عالم مجتہد ہے۔ جب اس نے اجتہاد کیا اور اپنی ممکنہ استطاعت کسی مسئلہ کے حکم معلوم کرنے میں صرف کی اس کے باوجود اس سے حکم میں غلطی ہو گئی تو وہ گناہ گار نہ ہوگا بلکہ اپنے اجتہاد پر ماجر ہوگا اور اگر اس نے حق کو پایا تو اس کے لیے دو گنا اجر ہوگا، ایک جہر اجتہاد پر دوسرا صابت حق پر؛ بشرطیکہ وہ غلط اجتہاد کا عالم و عامل ہو اور اگر شرط اجتہاد کا عالم و عامل نہ ہو اور محض تکلف کر کے اجتہاد کرے اور علم کا دعویٰ کرے تو یہ حدیث اس کو شامل نہیں:

سوال نمبر ۵۔۔۔۔۔ جب تمام فقہاء مجتہدین کی آراء کسی واقعہ کے ایک حکم پر متفق ہوں تو کیا وہ قانون شرعی ہو جاتا ہے؟ کیا اس کی اتباع واجب ہے؟ یا اس کی مخالفت جائز ہے؟

جواب----- جب تمام فقہاء مجتہدین کسی واقعہ کے ایک حکم پر متفق ہو جائیں تو اس کو اجماع شمار کیا جاتا ہے جس کی مخالفت ناجائز اور اتباع واجب ہے اور جو اس اجماع کی مخالفت کرتا ہے وہ اس وعید کی زد میں آتا ہے جس کو ہم نے جمیت اجماع کے دلائل میں ذکر کیا ہے:-

سوال نمبر ۶۔۔۔۔۔ کیا احکام شرعیہ کے لیے قیاس کا جو تھے، خذ کے طور پر اعتبار کیا جاتا ہے؟

جواب۔۔۔۔۔ کتاب وسنت اور اجماع کے بعد احکام شریعہ علیہ معلوم کر سکتے

کے لیے قیاس جو تھا ماخذ ہے۔ اس کے ذریعے احکام شرعیہ معلوم کئے جاتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة میں فرمایا ہے، ”مطلب یہ ہے کسی کے لیے بجاؤ نہیں مگر کتاب اللہ میں یا سنت نبویہ میں یا علماء کے اجماع میں جبکہ ان میں حکم موجود ہو پس اگر ان میں حکم موجود نہ ہو تو پھر قیاس ہے۔ اس پر امام بخاریؒ نے ترجمہ الباب قائم کیا باب الاحکام التي تعرف بالدلائل وكيف معنى الدلائل و تفسیر حا۔ یعنی یہ باب ہے ان احکام کے بیان میں جو دلائل سے معلوم کئے جاتے ہیں اور دلائل کیسے ہوتی ہے اور ۲۱ کی کیا تفسیر ہے؟

(احکام القرآن ۷-۱۷۲)

سوال نمبر ۷۔۔۔۔۔ اس آدمی کا کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا ہے؟

جواب۔۔۔۔۔ اگر قائل کی مراد انا خیر منه خلقتی من نار و خلقتہ من طینہ الا قیاس ہے تو قائل کا یہ قول درست ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسن بصری اور ابن سیرین سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا اور غلط قیاس کیا اور حکماء نے کہا ہے اللہ کے دشمن نے غلط کہا کیونکہ اس نے آگ کو مٹی پر فضیلت دی حالانکہ وہ دونوں ایک درجہ میں ہیں کہ وہ دونوں بے جان مخلوق ہیں۔ اور اگر قائل کا مقصد قیاس شرعی کا انکار و رد ہے اور اس پر طعن! تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ ماہرین علماء کا اجماع ہے اخذ بالقیاس پر: اور اجماع کی مخالفت حرام ہے، جبکہ شاذ اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال نمبر ۸۔۔۔۔۔ اسلامی شریعت میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کا کیا حکم ہے؟

جواب۔۔۔۔۔ مسئلہ تقلید کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مجتہدین یعنی وہ علماء جو دلائل سے مسائل مستنبط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کے لیے تقلید جائز نہیں بلکہ ان پر اجتہاد واجب ہے۔ (۲) عوام، یعنی وہ لوگ جو اجتہاد کی قدرت و اہلیت نہیں رکھتے ان کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے۔ اور تقلید سے مراد یہ ہے کہ فقہی مسائل میں دلیل جانے بغیر مجتہد کے قول کی اتباع کرنا۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ پس پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔ (الانبیاء۔ ۷) اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان زخمی صحابی کے مشہور واقعہ میں کہ ”جب وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا: عاجز آدمی کے لیے ہر سوال کے کسی بات میں شفا نہیں“ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ، احمد، حاک، طبرانی) اور عامۃ الناس کو اجتہاد کا مکلف بنانا مستحذر ہے، کیونکہ اجتہاد کا تقاضا ہے کہ مجتہد میں خاص ذہنی صلاحیت ہو۔ علم میں پختگی ہو اور لوگوں کے احوال اور وقائع کی معرفت اور طلب علم اور اس پر صبر کی عادت اور اگر سب لوگ ان شرائط کو پورا کرنے کے لیے ان کے حصول میں مشغول ہو جائیں تو کاروبار معیشت باطل ہو جائیں گے اور نظام دنیا درہم برہم ہو جائے گا۔“

سوال نمبر ۹۔۔۔۔۔ کیا یہ آیت کریمہ ”اتخذوا احبارہم و دہبانہم اربابا من دین اللہ“ ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی تقلید پر منطبق ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب۔۔۔۔۔ آیت سے مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اپنے احبار کو ارباب کی طرح بنالیا کیونکہ انہوں نے ان کی ہر چیز میں اطاعت کی چنانچہ امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس اس حافت میں آیا کہ میری گردن میں سونے کی صلیب تھی آپ نے فرمایا اسے عدی نے کو اتار پھینک۔ یہ بت ہے اور میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ نے سورہ براءۃ کی

یہ آیت تلاوت کی اتناخذوا حبارہم ودرہانہم اربابا میں دوں اللہ والمسیح میں مریم (توبہ - ۳۱) پر فرمایا خوب سن لو وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے یہ اس کو حلال سمجھتے اور جب وہ ان پر کوئی چیز حرام کرتے تو یہ اس کو حرام سمجھتے۔ سو کہاں ائمہ اربعہ اور کہاں وہ احبار جو اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دیتے ہیں اور اللہ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ ائمہ اعلام کو ان احبار جیسا سمجھا جائے کیونکہ ان ائمہ نے شریعت اسلام کی خدمت میں اپنی پوری قوت صرف کی اور اس میں اپنی زندگیاں لگادیں اور ان کے درمیان جو مسائل میں اختلاف ہے وہ درحقیقت اختلاف اجتہادات کی وجہ سے ہے۔ ان کا یہ اختلاف باعث اجر ہے۔ اور یہ کہنا کہ مذکورہ بالا آیت ائمہ اربعہ کو بھی شامل ہے، جھوٹ ہے، بہتان ہے۔ اس کا سبب جہالت عظیمہ ہے۔

سوال نمبر ۱۰۔۔۔۔۔ کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تھلید شرک و کفر کے زمرہ میں داخل ہے؟

جواب۔۔۔۔۔ ائمہ اربعہ کی تھلید غیر مجتہد کے لیے جائز ہے اس کا کفر و شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ائمہ اربعہ حق اور دین حق کے داعی ہیں۔ انہوں نے اپنے نفوس کو علم شریعت کے سیکھنے سکھانے کے لیے وقف کر دیا۔ حتیٰ کہ اس علم کا بڑا حصہ پایا۔ جس کی وجہ سے ان میں اجتہاد کی قدرت و صلاحیت پیدا ہو گئی۔ سو عامۃ المسلمین جو ان کے مقلد ہیں وہ راہ ہدایت اور راہ نجات پر ہیں انشاء اللہ۔

سوال نمبر ۱۱۔۔۔۔۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مقلدین شرک اور کفر کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب۔۔۔۔۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس



کا یہ عقیدہ غلط ہے اس کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں اور یہ عقیدہ دلالت کرتا ہے شریعت اسلامیہ سے بڑی جہالت پر کیونکہ شریعت اسلامیہ نے کفر و ایمان شرک و توحید کے درمیان فرق کیا ہے ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ دین کا اتنا حصہ ضرور سیکھے جس کے ساتھ وہ شرک و کفر اور اجتہاد کے درمیان فرق کر سکے۔

سوال نمبر ۱۲۔۔۔۔۔ کیا نوگ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کے محتاج ہیں یا نہیں؟ اور جس مسئلہ میں نص نہ ہو اس میں تقلید گمراہی ہے یا نہیں؟

جواب۔۔۔۔۔ اس کا جواب ویسا ہی ہے جیسا ہم نے پہلے تفصیلاً لکھا ہے کہ غیر مجتہد محتاج ہے مجتہد کی تقلید کی طرف اور مجتہد کی تقلید خواہ غیر منصوص مسئلہ میں ہو یا نص کے سمجھے میں ہو جائز ہے یہ تقلید گمراہی کی طرف مفہوم نہیں ہے بلکہ اس کا گمراہی سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔



## حج کے موقع پر پاکستانی حجاج کرام میں لٹریچر کی تقسیم سے متعلق ایک حاجی صاحب کا

# درِ دِل

اس سال پندرہ پھر حج بیت اللہ کی سعادت سے نوازا گیا۔ ۲۰۰۲-۳۔ ۱۹ کو واپسی ہوئی۔

اس سال مدینہ یونیورسٹی کے غیر مقلد طلباء کو مسجد نبوی

لے آئے اور ہا ہر حلقہ زبیر باقم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ غالباً سولانا مسجد مدینہ مقلد جمعیت علماء ہند بھارت نے جو خط شاہ فہد کو لکھا تھا یہ اس کا اثر تھا۔ اللہ الحمد

اس مرحلہ بھی حجاج کرام کو حج سے پہلے اور حج کے دوران ایسی کتابیں دی گئیں جن میں احکام کی مسلمات کے خلاف مسائل درج تھے، یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے نوے فیصد سے زیادہ حاجی فقہ حنفی کے پیروکار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عالم نہیں ہوتے جب ان کے درمیان ایسی کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں جن میں فقہ حنفی کے خلاف مسائل درج ہوتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں اور جس چیز میں ان کو آسانی نظر آتی ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح بعض لوگ الحاد و زندقہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور کچھ پانچ خراب کر لیتے ہیں۔

حج سے واپسی کے موقع پر اس مرحلہ بھی غیر مقلدین کی تفسیر و ترجمہ والا قرآن پاک حجاج کرام میں تقسیم کیا گیا اور ساتھ ہی کچھ کتابیں دی گئی جن کا مقصد وحید مہام احکام کو فقہ حنفی سے بدعین کر کے ان میں غیر مقلدیت کے جراثیم پیدا کرنا ہے۔ ہر حاجی کو ایک کیسٹ بھی دی گئی جس کا عنوان ”اہم دینی اسباق“ تھا اس میں وضو سے لے کر نماز جنازہ تک کے مسائل بیان کیے گئے ہیں جن میں بہت سے مسائل فقہ حنفی کے خلاف ہیں اور غیر مقلدین کے طریق کار کے مطابق ہر مسئلہ کو قرآن و حدیث کا مسئلہ کہہ کر حرام کو حلال دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مجلس میں بندہ صرف مذکورہ بالا کیسٹ میں بیان کیے گئے ان مسائل کا ذکر کرے گا جو فقہ حنفی کے منافی ہے

اقوال کے خلاف ہیں تاکہ حجاج کرام اور دیگر خلی مسلمان جو اس کیسٹ کو خلی مسائل پر عمل نہ کریں بلکہ اپنی نماز، نماز جنازہ اور وضو وغیرہ میں فقہ خلی کے مسائل پر عمل پیرا ہوں۔ مجھے حیرت اور دکھ اس بات کا ہے کہ غیر مقلدین سعودی عرب میں جا کر خود کو سنی کہلاتے ہیں اور سعودی علماء کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ سلف صالحین کے پیروکار ہیں حالانکہ غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک اور تمام مقلدین شرک ہیں وہ خلی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی۔ لیکن اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے وہاں تقلید کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے۔ سعودی علماء کو احناف سے بدظن کرنے کے لیے انہیں قبر پرست اور خالص توحید پر عمل نہ کرنے والے باور کراتے ہیں۔ اس طرح سعودی علماء اور حکام کو دھوکہ دے کر احناف کے خلاف کتابیں اور رسالے شائع کر کے اپنی غیر مقلدیت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہماری حکومت بھی تسامح سے کام لیتی ہے حالانکہ ہماری وزارت مذہبی امور کا فرض ہے کہ وہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت احناف کے حقوق کا تحفظ کرے اور سعودی حکومت کو غیر مقلدین کے نظریات سے مطلع کرے اور انہیں احناف حجاج کرام میں ایسی کتابیں اور کیٹیشین تقسیم کرنے سے منع کرے جن میں احناف کی مسلمات کے خلاف باتیں موجود ہوں۔ ہمارے مذہبی امور کے وزیر۔

سعودی حکومت کو بتائیں کہ ہم احناف کہنا اہل سنت والجماعت راجح العقیدہ مسلمان ہیں ہائی مسلمانوں کی طرح ہم توحید ہاری تعالیٰ پر یقین کامل رکھتے ہیں ہمارے حلق غیر مقلدین کا پرہیزگندہ ہے بنیاد ہے کہ ہم قبر پرست اور توحید خالص کے حامل نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک آخر بار بے کے تمام مقلدین اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں جبکہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرکین میں شمار کرتے ہیں۔ چونکہ ان کی رفع یدین اور آمن بالجہر آپ حنبلیہ کے ساتھ مشترک ہے اس لیے مادی فوائد کے حصول کے لیے اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں حالانکہ سلف صالحین کی اتباع ان کے ہاں شرک کے ذمہ میں آتی ہے اگر سعودی حکومت ہمارے حجاج کو جذبہ خیر سالی کے تحت مذہبی لٹریچر دینا چاہتی ہے تو اس سلسلہ میں پاکستان کے خلی علماء سے مشورہ کر کے ایسا لٹریچر فراہم کرے جن سے خلی مسلمات پر زور نہ پڑتی ہو اگر ہر جامی کو تعلیم الاسلام کا مکمل سیٹ یا تعمیر خلی جیسی کوئی تعمیر دیا کریں تو تمام حجاج کرام حکومت سعودیہ کے ممنون ہوں گے اور احناف و حنبلیہ کے درمیان الفت و محبت کے رشتے استوار ہوں گے۔

تمہید خاصی طویل ہو گئی ہے۔ اب میں مذکورہ بالا کیسٹ میں بیان کردہ ان مسائل کا ذکر کرتا ہوں جو فقہ خلی کے خلاف ہیں :

(۱) نماز کے واجبات میں سمع اللہ لمن حمدہ کہنا، امام کے لیے یسنا لک الحمد کہنا، امام اور مقتدی دونوں کے لیے قوم میں مسنون دعائیں پڑھنا، رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا، بجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا، دو بجدوں کے درمیان (جلوس میں) کوب اٹھو لی پڑھنا وغیرہ بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں ان میں سے کوئی پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ ترک واجب سے بحدہ سہولاً آتا ہے اور مذکورہ بالا چیزیں اگر وہ جائیں تو نماز ہو جاتی ہے اور

کبدہ سو بھی لازم نہیں آتا کیونکہ کبدہ بالاقسام ہاتھ ہمارے ہاں ملت ہیں۔

(۲) نماز کی سنتیں بیان کرتے ہوئے چنے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے من السنة وضع اليمين على الناحية اليسرى من تحت السرور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ (ابوداؤد مسند احمد)

(۳) نماز کی سنتوں کے ذیل میں رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے وقت رفع یدین کا ذکر کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں بغیر تحریم کے علاوہ باقی تمام جگہوں پر رفع یدین مشروع ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اپنے شاگردوں کو حضور اکرم ﷺ جیسی نماز پڑھ کر دکھائی تو آپ نے صرف بغیر تحریم کے وقت ہاتھ اٹھائے بعد میں کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے۔ (نسائی ص ۱۵۸ ج ۱۷۔ ترمذی ص ۳۵ ج ۱)

(۴) نماز کو باطل کرنے والی اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”اگر جان بوجھ کر نماز میں کلام کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر بھول کر یا ناواقفگی کی وجہ سے نماز میں بات کر لی تو نماز باطل نہ ہوگی“ حالانکہ ہمارے ہاں کلام مطلقاً منقطع نماز ہے نہایت ہو یا بھول کر یا ناواقفگی کی وجہ سے ہر صورت میں نماز باطل ہو جاتی ہے چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص ۴۰ پر یوں لکھا ہے۔ سوال: منکرات نماز کیا کیا ہیں؟ جواب: (۱) نماز میں کلام کرنا چاہے قصداً ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۵) وضو کے فرائض کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وضو کے چھ فرائض ہیں حالانکہ ہمارے ہاں وضو کے چار فرض ہیں۔ چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۴۳ پر لکھا ہے۔ سوال: وضو کے فرض کتنے ہوتے ہیں؟ جواب: ”وضو کے چار فرض ہیں“۔ اسی طرح آگے مل کر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی چھروہونے میں شامل کر کے فرض قرار دے دیا ہے حالانکہ یہ دونوں کام ملت ہیں چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۴۳ پر یوں لکھا ہے۔ سوال: وضو کی سنتیں کتنی ہیں؟ جواب: وضو کی تیرہ سنتیں ہیں..... (۵) تین بار کلی کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔ ترتیب اور قوالی (سلسلہ و حونا) کو بھی فرائض میں شامل کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں یہ دونوں کام ملت ہیں۔ چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم ص ۴۵ پر وضو کی سنتوں کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) پے درپے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھوئے۔

(۶) وضو کو توڑنے والی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”اگر اگلی یا پچھلی شرم گاہ کو بلا حائل ہاتھ لگ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا“ حالانکہ ہمارے ہاں صرف شرم گاہ کو ہاتھ لگ جانا ناقص وضو نہیں ہے اسی طرح اونٹ کا گوشت کھانے کو بھی ناقص وضو قرار دیا ہے۔ ہمارے ہاں یہ بھی ناقص وضو نہیں ہے۔

(۷) وضو کی شرائط میں نیت کرنا اور اتمام وضو تک نیت کا باقی رہنا بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں نیت کرنا وضو کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ نیت اگر چاروں عضووں میں مکمل ہو جائے گا ہاں نیت نہ کرنے کی وجہ سے وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔

